عہد ساز تحقیقی و تجزیاتی مطالعات پر مشتمل

چھبیس (۲۶)

متروکات کی لغت

(جلد دوم)

اردو زبان اور دنیا کی دیگر اہم زبانوں کا تقابلی مطالعہ

تاریخی حوالوں کی روشنی میں

اردو، رومن اور دیوناگری رسم الخط کا تقابلی جائزہ

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ

جامعہ کراچی

اس شمارے کے اہم مباحث

☆ اردو زبان اور دنیا کی دیگر اہم زبانوں کا تقابلی مطالعہ
☆ سومیریوں کی بیگماتی زبان
☆ اردو کے نظام اصوات پر عربی فارسی کا اثر
☆ بہادر شاہ ظفر کے بھانجے کی زبانی اردو زبان کی سات اقسام کا بیان
☆ معیار تلفظ دہلوی ہے یا گوالیری؟
☆ کوریائی، چینی، جاپانی زبانوں کی مشکلات
☆ اردو، عربی، فارسی کا تقابل
☆ انگریزی زبان پر اردو کے اثرات
☆ اردو رومن رسم الخط میں نہیں لکھی جاسکتی
☆ اردو کے تمام مصوتے انفی ہو سکتے ہیں
☆ دبستانوں کے ضمن میں اردو کا اختصاص
☆ دکنی دبستان کا ارتقاء کیوں نہ ہوا؟
☆ اردو کے ۷۰ فی صد الفاظ مغیرات ہیں
☆ قرآن میں ۱۴۹ الفاظ عجمی ہیں
☆ عربی میں پ اور چ کا استعمال
☆ اردو کی نولاشیں ان کے فوائد!
☆ اردو، جاپانی، روسی، ہسپانوی، فرانسیسی، جرمن حروف تہجی کا تقابلی جائزہ
☆ انگریزی لکھنے کے لیے ۷۸ حروف کا سیکھنا ضروری ہے جب کہ اردو کے لیے صرف ۱۵ حروف کا جاننا کافی ہے۔

عہد ساز تحقیقی و تجزیاتی مطالعات پر مشتمل

جریدہ

چھبیس (۲۶)

متروکات۔ لغت، متروکات کی تاریخ دستاویزات کی روشنی میں

مرتبہ

سیّد خالد جامعی

ناظم

عُمر حمید ہاشمی

نائب ناظم

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ

جامعہ کراچی

Jareeda. 26

Special issue on "Dictionary of Obscure Words of Urdu Language" Vol. II

Research journal of Bureau of Composition, Compilation & Translation,

Compiled by Syed Khalid Jamaee, Director

&

Umar Hameed Hashmi, Deputy Director

Bureau of Composition, Compilation and Translation

University of Karachi

E-mail: frenspa03@yahoo.com

شمارہ ــــــــــــــــ چھبیس (۲۶)

اشاعت ــــــــــــــــ ۲۰۰۴ء

قیمت۔ /۱۰۰ روپے

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی

فیکس نمبر: ۹۲۴۳۱۸۶ فون نمبر: ۴۹۶۹۲۴۷، ۷-۹۲۴۳۱۳۱ توسیع: ۲۴۳۳، ۲۳۰۱-۲۴۳۱

مندرجات

۱۔	معروضات	سید خالد جامعی، ناظم	الف
۲۔	اردو زبان میں متروکات دستاویزات کی روشنی میں اردو کے معجزات، کمالات اور تفردات کا جامع تذکرہ اردو زبان اور دنیا کی دیگر اہم زبانوں کا تقابلی مطالعہ	سید خالد جامعی / عمر حمید ہاشمی / رسمیہ ایوبی	I
۳۔	متروک الفاظ کی لغت (جلد دوم) ج تا ق	ڈاکٹر خالد حسن قادری	ایک

معروضات

سید خالد جامعی
ناظم

جریدہ کے شمارہ ۲۵ کا تمام علمی، ادبی اور تحقیقی حلقوں میں پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اردو زبان وادب کی حقیر خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ متروک الفاظ، اس کی تاریخ، اس پر تحقیق اور متروکات سے متعلق دنیا بھر میں چلنے والی تحریکوں کے حوالے سے جو معلومات جریدہ کے شمارے ۲۵ میں مہیا کی گئیں اس سے زبانوں کے عروج وزوال کو دیکھنے، جانچنے اور پرکھنے کی منفرد روایت کا آغاز ہوا اور امید ہے کہ یہ روایت زبانوں کے تنقیدی اور تحقیقی مطالعے کے دوران برقرار رہے گی۔

جریدہ کا تازہ شمارہ متروکات کی لغت جلد دوم پر مشتمل ہے۔ یہ جلد، ج سے ق کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے معجزات کمالات اور مفردات پر مشتمل ایک جامع تحقیقی تذکرہ بھی اس شمارے میں شامل ہے۔ اس تذکرے میں چھٹی صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک اردو کے ذخیرہ الفاظ، زبان وبیان، اسالیب اور لہجوں میں آنے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس جائزے سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اردو میں متروکات کا عمل دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ۱۵۰۰ سو سالہ اور ۱۰۰۰ سالہ قدیم اردو کے مخطوطات ومسودات، شاعری اور نثر کے نمونے آج بھی ایک عام آدمی پڑھ سکتا ہے۔

اردو زبان دنیا کی واحد زبان ہے جس میں دنیا کی تمام زبانوں کے الفاظ، اسالیب اور خصوصیات سموئی ہوئی ہیں گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ دنیا کی دیگر اہم زبانوں کے ساتھ اردو زبان کی خصوصیات اور رسم الخط کا تقابلی مطالعہ بھی اس شمارے کے اہم مباحث میں شامل ہیں۔

متروکات کی لغت کی تیسری جلد عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اس جلد میں متروک ہونے والے ہندی، سنسکرت اور دیگر زبانوں کے الفاظ کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جائے گا اور ان تہذیبی اور تمدنی اقدار کا بھی جائزہ لیا جائے گا جو مغربی تہذیب سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی اقدار، فلسفے، روایات کے عالمگیر تسلط اور غلبے کے باعث متروکات کا درجہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں جس کے نتیجے میں ہماری روایت، تہذیب اور اقدار کے اظہار کی اصطلاحات اور الفاظ متروک ہوتے چلے گئے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں ہمیں یہ معلوم ہو سکے گا اردو زبان میں کس زبان کے الفاظ سب سے زیادہ متروک ہوئے اور اس کی تاریخی، تہذیبی اور تمدنی وجوہات کیا تھیں؟

جریدہ کا خصوصی شمارہ پاکستان کی علاقائی زبانوں اور فنا ہونے والی زبانوں پر تحقیقات پر مشتمل ہوگا۔ اس سلسلے میں مرکزِ تحقیقات لسانیات منگلور سوات Languages (Research Project Center) کے نگراں جناب پرویش شاہین صاحب کا علمی تعاون ہمیں حاصل ہے۔ پرویش شاہین صاحب اپنے مرکز کے زیر اہتمام اب تک ۲۷ زبانوں پر اپنی لسانیاتی تحقیق مکمل کر چکے ہیں۔

(۱) بروشسکی (Burushaski) (۲) ڈوماکی (Dumaki) (۳) شینا (Shina) (۴) واخی (Wakhi) (۵) کوہستانی (Kohistani) (۶) چیلسو (Chilso) (۷) گیاری (Gyari) (۸) بنیری (Baneri) (۹) پہاڑی (Pahari) (۱۰) کشمیری (Kashmiri) (۱۱) گاردی (Gardi) (۱۲) توروالی (Torwali) (۱۳) قاشقادی

پ

(Qashqadi) (۱۴) گوجری (Gojri) (۱۵) داشوی (Dashwi) (۱۶) کنڈیری

(Kanderi) (۱۷) بدیشی (Badeshi) (۱۸) اجڑی (Ajri) (۱۹) قسائی (Qasai)

(۲۰) کلاشہ (Kalasha) (۲۱) پشتو (Pushto) (۲۲) ہندکو (Hindko) (۲۳) پشائی

(Pushai) (۲۴) گوار بتی (Gawarbati) (۲۵) تیراہی (Terahi) (۲۶) ارمڑی

(Armari) (۲۷) بدگی (Badgi) وغیرہ

جناب پرویش شاہین صاحب تقریباً چالیس زبانیں جانتے ہیں، لسانیات پر ان کے ایک ہزار سے زیادہ مقالے اور مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

دم توڑتی ہوئی زبانوں کے سلسلے میں وہ ناروے کے محققین کے تعاون سے شمالی علاقہ جات میں ایسی زبانوں کا سراغ لگا چکے ہیں، جن کے بولنے والے صرف سات یا دس کی تعداد میں رہ گئے ہیں، ان کے ذاتی کتب خانے میں لسانیات پر اکیس زبانوں میں تیس ہزار کتابیں موجود ہیں۔ ان کا عجائب گھر لاکھوں روپے کے نوادرات، مخطوطات اور کتبوں پر مشتمل ہے۔ ان کی زیر نگرانی سو سے زیادہ طالبان لسانیات پر تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔

اردو زبان میں متروکات دستاویزات کی روشنی میں

اردو کے معجزات، کمالات اور تفردات کا جامع تذکرہ

☆ سید خالد جامعی/عمر حمید ہاشمی/سمیہ ایوبی

جریدہ کے شمارہ ۲۵ میں جو متروکات کی لغت، متروک الفاظ کی تاریخ، تحقیق اور تحریکوں کے مطالعے پر مشتمل تھا ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ اردو میں الفاظ و زبان کا تغیر اور متروکات کی شرح دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اگر ایک ہزار سال کے متروک الفاظ کی فہرست تیار کی جائے تو یہ فہرست بہت مختصر ہوگی۔

اردو زبان کا سراغ ہمیں چھٹی صدی عیسوی کے پدوں (حمد) پر مشتمل اس مجموعہ کلام سے ملتا ہے جس کا نام ''چریا اچریا بنت چھایا'' ہے۔ ان پدوں کے بہت سے الفاظ آج بھی مانوس اور مستعمل ہیں۔ مثلاً آس، آنگن، کوڑی، گھڑولی، بدھیا، گگن، سنسار، گھاٹ گھن، پاپ، من، پون، سیج، چنڈال، مرن، جیون بھولا، آگ وغیرہ وغیرہ۔[۱]

اس کے بعد اردو کا ایک نمونہ پرتھی راج کے پروانوں میں ملتا ہے جو بارہویں صدی کے نمونے ہیں۔ یہ اردو بھی آج کا عامی سمجھ سکتا ہے۔[۲]

بارہویں صدی سے لے کر سولہویں صدی کے اواخر تک دستیاب اردو کے تمام نمونے جو شاعری سے متعلق ہیں آج بھی متروکات میں شامل نہیں۔

☆ ناظم، نائب ناظم و معاون تحقیق، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ

سترہویں صدی سے بیسوی صدی تک کے تمام نمونے اردو زبان کے ارتقاء کی داستان سناتے ہیں لیکن اس کے برعکس انگریزی کے عظیم شاعر چاسر کی سات سو سالہ قدیم انگریزی آج کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ شیکسپیئر کی انگریزی اس کے انتقال کے چند برسوں بعد متروکات میں داخل ہوگئی تھی۔ [۳] یہ اعزاز اردو زبان کو حاصل ہے کہ اس کی قدیم ترین تحریروں کے الفاظ، شاعری کے قدیم نمونے آج بھی ایک عامی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ ذیل میں بارہویں صدی سے انیسویں صدی تک کے نمونے درج کیے جارہے ہیں۔ ان نمونوں کا تقابلی مطالعہ یہ ثابت کرے گا کہ اردو زبان میں تغیرات کی شرح دیگر زبانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ قدیم اور جدید اردو میں زمین اور آسمان کا فرق نہیں ہے اس کے برعکس جدید ہندی، جدید انگریزی وغیرہ حیرت انگیز تبدیلیوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ ہسپانوی معلّٰی کے بارے میں اس بات کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ چند عشروں میں معدوم ہو جائے گی کیوں کہ یہ زبان بولنے والے آبادی کی قلت کا شکار ہیں۔ اعلیٰ معیار زندگی کی تلاش اور سرمایہ دارانہ طرز زندگی اختیار کرنے کے باعث شرح پیدائش میں تیزی سے کمی، نے نسل اور زبان کے لیے سنگین خطرات پیدا کر دیے ہیں۔ زبان معلّٰی کے خاتمے کے بعد espanol mestizo وحشیوں کی زبان اور espanol americano عامیانہ زبان باقی رہ جائے گی۔ کیوں کہ عوام افزائش نسل اور خاندان پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ بچوں کو خدا کا تحفہ اور محبت کی لازوال علامت سمجھتے ہیں یہی بچے زبان زندہ رکھتے ہیں۔ [۴]

بارہویں صدی تا سولہویں صدی کی شاعری

☆ راسو بارہویں صدی کے آخر کی تصنیف ہے۔ اس زمانے کے کچھ پروانے ناگری پرچارتی سبھا نے دریافت کیے ہیں۔ یہ پرتھی راج نے اپنے عہد کے جاگیرداروں، ویدوں، عالموں کو لکھے تھے۔ ان میں ایک فرمان آچاریہ رشی کیش دہن دفتری کے نام کا ہے۔ اس میں یہ الفاظ غور کرنے کے قابل ہیں:

تم نے کا کا جی نم کے دوا کی آرام چٹو (تم نے کا کا کی دوا کی ان کو اچھا کیا) اس میں "نے" اردو محاورے کے مطابق ہے۔ یہ فرمان ۱۳۳۵ء سمبت بکرمی کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری کے خیال میں اس سے زیادہ پرانی تحریر کا ملنا ممکن نہیں۔

اردو کا یہ نمونہ جو بارہ سو سالہ قدیم ہے آج بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

☆ شیخ فرید الدین شکر گنج (وفات ۱۲۶۵ء) کی شاعری متروکات میں شامل نہیں جب کہ یہ بارہ سو سال قدیم ہے۔

تن دھونے سے من جو ہوتا پوک
پیش رو اصفیاء کے ہوتے غوک
ریش صبلت سے گر بڑ ہوتے
بوکڑوں سے نہ کوئی بڑے ہوتے
خاک لانے سے گر خدا پائیں
گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں
وقت سحر وقت مناجات ہے
خیز دراں وقت کہ برکات ہے

☆ شیخ حمید الدین ناگوری (وفات ۱۲۷۴ء) کا جملہ تاریخ فیروز شاہی میں ملتا ہے جو اردو کا قدیم نمونہ ہے۔ "برکت شیخ تھیا ک موا اک نہا"

☆ مراٹھی ادب کے بزرگ شاعر اور "بھگود گیتا" کے مفسر گیا نیشوری کے اشعار (م ۱۲۷۵ء) آج بھی قابل فہم ہیں۔

سب گھٹ دیکھی مانک مولا
کیسے کہوں میں کالا دھولا
پنچ رنگ سے نیارا ہوئے
لینا ایک اور دنیا دوئے [۵]

☆ ان کی بہن نکتا بائی گیا نیشوری کی شاعری بھی بارہ سو سال قدیم ہونے کے باوجود آج بھی قابل فہم ہے۔

واہ صاحب واہ صاحب جی سر گرو لال گوسائی جی
ایک سے ایک درشن پائے مہاراج مکتا بائی

☆ حضرت شرف الدین بوعلی قلندر (وفات ١٣٢٣ء) کا شعر اردو کی تازگی سے آگاہ کرتا ہے۔

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روئے
بدھنا ایسی رین کو بھور کدھی نہ ہوئے

☆ اردو ہندی غزلیں پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں جنھیں بیگمات قلعہ 'مُسکھیا'، کہتی تھیں امیر خسرو کے نام سے آج بھی بچے بچے کو ازبر ہیں ان کہہ مکرنیوں کی زبان ایک ہزار برس قدیم ہے لیکن اردو بولنے والوں کے لیے آج بھی یہ زبان اجنبی یا کامل متروک کا درجہ نہیں رکھتی۔ اس کے بعض الفاظ ہر کہہ دمہ سمجھ سکتا ہے۔ خسرو کی پیدائش اور وفات کا سال (١٢٥٣ء۔١٣٢٥ء) ہے۔ خسرو کی شاعری کے نمونے

"ہزاری گفت ہے ہے تیر مارا"
"سخن شاہ مار مار و سر بسر مار"

قدیم دوہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈلی ساقی تیرا چاؤ
منجھ جلتی جنم گیا تیرے لیکھن باؤ
گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے رین بھوی چو دیس

☆ بھگتی تحریک کے نام دیو (وفات ١٣٥٠ء) کی شاعری اور کھڑی بولی میں ان کے

دوہے آج بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔

مائی نہ ہوتی باپ نہ ہوتے کرم نہ ہوتا کایا
ہم نہیں ہوتے تم نہیں ہوتے کون کہاں تے آتا
چند نہ ہوتا، سور نہ ہوتا، پانی یون ملاتا
شاستر نہ ہوتا، وید نہ ہوتا، کرم کہاتے آتا

نام دیو کے ابھنگ (مناجات) سادہ زبان کا شاہکار ہیں۔

میں گریب مسکین تیرا نام ہے ادھار
کریما رحیما اللہ توں گنی (غنی)

☆ گرونانک (وفات ۱۵۳۹ء) کا کلام گرو گرنتھ صاحب میں محفوظ ہے اسے آج بھی پڑھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔

گرو پر سادی پوچھے تو ہوئی بیزا
گھر گھر نام نرنجنا سوٹھا کر میرا
میٹھے کو کڑوا کڑوے کو میٹھا
رانے کو نندا کرتیں ایسا کل مانہی و میٹھا

☆ کبیر داس کے دوہے (وفات ۱۵۱۸ء) آج بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔

سب تن جلتا دیکھ کر بھیا کبیرا داس،
کبیر سر پر سرائے ہے کیا سوئے سکھ چین۔
کبیر کہتا جات ہوں، سنتا ہے سب کوئے
رام کہہ بھلا ہوئے گا نہیں ترا بھلا نہ ہوئے،[۶]

☆ ظہیر الدین بابر (وفات ۱۵۳۰ء)

مج کا نہ ہوا کج ہوس مانک و موتی
فقرا ہلیغہ بولغو سیدور پانی وروتی

مغل ازبک بادشاہ بابر کا پہلا مصرع خالص اردو اور دوسرے مصرع میں لفظ پانی وروتی بھی خالص اردو ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ بابر نے ۱۵۳۰ء میں وفات پائی۔ بابر نامہ ترکی (ازبک) میں تھا لیکن محض سو سال کے اندر اس کے پوتے اکبر متوفی ۱۶۰۵ء اور پڑپوتے جہانگیر متوفی ۱۶۲۷ء کے لیے یہ ایک اجنبی زبان بن چکی تھی اس لیے اکبر کو تزک کا ترجمہ کرانا پڑا یہ ترجمہ فارسی میں عبدالرحیم خان خاناں نے کیا۔

☆ اکبر (وفات ۱۶۰۵ء) شاعری کرتا تھا، اور ہندی برج بھاشا میں شعر بھی کہتا تھا:

جا کو جس ہے جگت میں جگت سرا ہے جاہی
تا کو جنم سپھل ہے کہت اکبر ساہی

(ترجمہ: جسے دنیا میں شہرت حاصل ہے اور جس کی دنیا تعریف کرتی ہے اس کی زندگی کامیاب ہے۔ اکبر بادشاہ یہی بات کہتا ہے۔)

☆ سعدی کاکوروی اکبر اعظم کے زمانے کا شاعر اور قلی قطب شاہ کا معاصر ہے۔ اس کا شعر آج بھی سریع الفہم ہے:

ہمنا تمن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا
ہم یہ کیا تم وہ کیا ایسی بھلی یہ بیت ہے

☆ جہانگیر (وفات ۱۶۲۷ء) اسے اردو سے خاص دلچسپی تھی۔ توزک جہانگیری میں تالاب، گھڑی، سنگھاسن، بلی، تھانہ، بوتا، یکا، کٹوری، کھچڑی، باجرہ، چوکیدار، ٹیکہ، چبوترہ، ادوبلاؤ، نگر مچھ، ڈاک چوکی، جھروکہ، کڑہ، ہریل، سانون خالص اردو الفاظ ہیں۔

☆ شاہ جہاں (وفات ۱۶۶۶ء) اردو اور ہندی میں خط و کتابت بھی کرتا تھا اس کے عہد کا شاعر چندر بھان (۱۵۷۴ء۔۱۶۶۲ء) کی غزل اردو کی سادگی کا مرقع ہے اسے آج بھی ایک عامی بخوبی سمجھ کر لطف اٹھا سکتا ہے۔

خدانے کس شہر اندر برہمن کو لائے ڈالا ہے
نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے
پیا کے ناؤں عاشق کوں قتل باعجب دیکھے ہوں
نہ برچھی ہے نہ کرچھی ہے نہ خنجر ہے نہ بھالا ہے
برہمن واسطے اشنان کے بھرتا ہے بگیا میں
نہ گنگا ہے نہ جمنا ہے نہ ندی ہے نہ نالا ہے [۷]

☆ شمالی ہند کا پہلا نمونہ شاعری بکٹ کہانی (وفات ۱۶۲۵ء) محمد افضل کی تخلیق ہے۔ یہ نظم آج بھی پڑھی اور سمجھی جاسکتی ہے۔

سنو سکھیو بکٹ مری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دوانی
کلیجہ کاڑ کر تجھ کو کھلاؤ
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤ

عاشور نامہ ۱۶۸۸ء کی تصنیف ہے اس کی زبان بھی آسان ہے۔ رواں دواں ہے۔

☆ قلی قطب شاہ وفات (۱۶۱۲ء) کی شاعری آج بھی سمجھی جاسکتی ہے۔

☆ ملا وجہی (وفات ۱۶۶۰ء) کی سب رس آج بھی پڑھی اور سمجھی جاسکتی ہے۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ کے ساتھ ہی فارسی کا زوال اور اردو عروج شروع ہوا حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سرکاری، درباری، علمی، تحقیقی زبان فارسی کو زوال آگیا۔ ڈاکٹر تاراچند Influence of Islam on Indian Culture میں لکھتے ہیں کہ "سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک سامی امتزاج وجود میں آیا۔ مسلمانوں نے اپنی ترکی اور فارسی ترک کردی اور ہندوؤں کی زبان اختیار کرلی۔

سترہویں صدی اوراس کے بعداردو......نظم ونثر کے آئینے میں

نکلا ہے وہ ستمگر تیغِ ادا کوں لے کر
سینے پہ عاشقاں کے اب فتح یاب ہوگا
مجھ کوں ہوا ہے معلوم اے مست جام خونیں
تجھ انکھڑیاں کے دیکھے عالم خراب ہوگا
ہاتف نے یوں دیا ہے مجھ کو ولی بشارت
اس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوگا

شمس ولی دکنی

مت قہر سیتی ہاتھ میں لے دل ہمارے کوں
جلتا ہے کیوں پکڑتا ہے ظالم انگارے کوں
میں آپڑا ہوں عشق کے ظالم بھنور کے بیچ!
تختہ اوپر چلاوتے ہیں جی کے آرے کوں
مرتا ہوں تک رہی ہے رمق آ درس دکھا
جا کر کہو ہماری طرف سے پیارے کوں

شاہ مبارک آبرو

صبا کہیو اگر جاوے تو اس شوخ دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گیا پرسوں ہوئے برسوں
ترس تجھ کو نہیں اے شوخ اتنی کیا ہے ترسائی
تیرے دیدار کو میں دیدۂ تر سوں کھڑا ترسوں
غزل اس طرح سوں کہنی بھی احسنؔ تجھ سوں بن آوے!
جواب اب آبرو کب کہہ سکے مضمون بہتر سوں

م۔ احسن احسن

نو IX

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
دل سے صبر و قرار جاتا ہے
گر خبر لینی ہو تو لے صیاد
ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

غلام مصطفیٰ جان یک رنگ

کاملوں کا یہ سخن مدت سوں مجھ کو یاد ہے
جگہ میں بے محبوب جینا زندگی برباد ہے
بے مدد زلفوں کی اس کے حسن نے قیدی کیا
صیدِ دل بے دام کرنا صنعتِ استاد ہے
خلق کہتی ہے بڑا تھا عاشقی میں کوہ کن
تجھ لب شیریں کی حسرت میں ہر اک فرہاد ہے

شاہ حاتم

کھا پیچ و تاب مجھ کوں ڈسیں اب وہ کالیاں
ظالم اسی لیے تیں نے زلفیں تھیں پالیاں
دیکھا کہ یہ تو چھوڑنا ممکن نہیں مجھے!
چلنے لگا وہ شوخ میرا تب یہ چالیاں!
یہ تھا خیال خواب میں ہے گا یہ روزِ وصل
آنکھیں جو کھل گئیں وہی راتیں تھیں کالیاں
تنہا نہ در کو دیکھ کے گرتے ہیں اشکِ چشم
سوراخ دل میں کرتی ہیں کانوں کی بالیاں

اشرف علی فغاں

چلی اَب گُل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا، گُل اپنا، باغباں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو اے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا، مظہرؔ اپنا، جانِ جاں اپنا

مرزا جانِ جاناں مظہرؔ

سن فصلِ گُل خوشی ہو گلشن میں آئیاں ہیں!
کیا بلبلوں نے دیکھو دھومیں مچائیاں ہیں!

آئینہ روبرو رکھ اور اپنی چھب دکھانا
کیا خود پسندیاں ہیں کیا خود نمایاں ہیں
اب مہربان ہوا ہے تاباںؔ تیرا ستمگر
آہیں تیری کسی نے شاید سنایاں ہیں

میر عبدالحی تاباںؔ

گر کیجیے انصاف تو کی روز وفائیں
خط آتے ہی سب ٹل گئے اب آپ ہیں نا میں
تم جن کی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے ان کی
لیکن ٹک ادھر دیکھو اے یار بھلا میں
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سوداؔ
ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

مرزا سوداؔ

گیارہ XI

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

میر درد

ہوگئی شہر شہر رسوائی
اے مری موت تو بھلی آئی
میر جب سے گیا ہے دل تب سے
میں تو کچھ ہوگیا ہوں سودائی

میر تقی میر

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں
نجیبوں کا عجب کچھ حال ہے اس دور میں یارو
جہاں پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بے کار بیٹھے ہیں
بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

انشاءاللہ خان انشاء

جاتا ہوں تیرے در سے کہ توقیر نہیں یاں
کچھ اس کے سوا اب مری تدبیر نہیں یاں

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر میں جینا
سچ ہے کہ کچھ انسان کی توقیر نہیں یاں

غلام ہمدانی مصحفی

دم بلبلِ اسیر کا تن سے نکل گیا!
جھونکا نسیم کا جونہی سُن سے نکل گیا!
آیا وہ ساتھ غیر کو میرے جنازہ پر
شعلہ سا ایک جیب کفن سے نکل گیا
ساقی بغیر شب جو پیا آب آتشیں
شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا!
سنسان مثلِ وادیٔ غربت ہے لکھنؤ
شائد کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

امام بخش ناسخ

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مومن خان مومن

جاتی رہی زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا
قسمت سے ہی لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ذوق

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے
ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق
یعنی ہنوز منتِ طفلاں اٹھائیے

مرزا غالب

ناز سے جب وہ چلتے ہیں پازیب سے آتی ہے یہ صدا
کافر کہیے اُن کو جو انکار قیامت کرتے ہیں

امیر مینائی

غیر کا ذکرِ وفا اور ہمارے آگے
داغؔ اِس بات سے جلتا ہے کلیجہ کیسا

داغؔ

قدیم وجدید نثری نمونے:

''یہ تن الادھا (ستا) لیکن جیتا بکار، ٹوٹے نہیں بلکہ سنتر بکار روپ دستا ہے۔ ایک تل فرار نہیں، جیول مرکٹ روپ'' شاہ برھانُ الدین جانم۔

''اگر عشق خالق خدانداری بارے عشق مخلوقے مہیا کن اس کا معنا، خدا کی پہچان کامل نہیں تو اول اپنی پہچانت کر'' شاہ میراں جی خدانما۔

''تمام مصحف کا معنی الحمدللہ میں ہے مستقیم، ہور تمام الحمدللہ کا معنی بسم اللہ میں ہے قدیم'' ملا وجہی۔

دکن کے شاہ ولی اللہ قادری کا نام پکارا جاتا ہے جو فارسی کتاب ''معرفت السلوک'' کا اردو ترجمہ جوان کی کاوش کا نتیجہ تھا لے کر ملکہ کے حضور میں جاتے ہیں اور ذیل کے الفاظ پڑھتے ہیں:

''من عرف نفسه فقد عرف ربه کے بیان میں بیان کروں۔ ہور اس کی شرح کوں عیاں کروں'' شاہ ولی اللہ قادری، ترجمہ معرفت السلوک۔

''جو کہ حضرت امام حسن از بسکہ بیوفائی کوفیوں کی دیکھی، بہت ناراض و ناخوش ہوئے، لاچار حاکم شام سے صلح کی اور کئی آدمی ساتھ لے کر مدینہ میں جا رہے'' فضلِ علی فضلی۔

''اور معتمدانِ ہمراہ کے تئیں بیچ خدمت گزاری اس نازنین کے تعین کر کے آپ واسطے تحقیقات مکان جراح کے حویلی سے باہر آیا۔ چناں چہ زبانی ایک شخص کے معلوم ہوا کہ عیسیٰ نامی جراح بکمال کسب طبابت و جراحی کے اگر مردے کے تئیں چاہیے تو عنایات و فضل الٰہی سے زندہ کرے۔ فلانے محلے میں رہتا ہے'' میر عطا حسین تحسین۔ (''نوطرز مرصع'')

''اے جماعت جنوں کی اور آدمیوں کی کیا نہ آئے تھے تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے بیان کرتے تھے اوپر تمہارے نشانیاں میری اور ڈراتے تھے تم کو ملاقات اس دن تمہارے کی سے، کہا انھوں نے گواہی دی ہم نے اوپر جانوں اپنی کے، اور فریب دیا ان کو زندگانی دنیا نے، اور گواہی دی انھوں نے اوپر جانوں اپنی کے، یہ کہ وہ تھے کافر'' شاہ رفیع الدین۔
(ترجمہ سورۂ انعام رکوع ۱۶)

''اے جماعت جنوں اور انسانوں کی، کیا تم کو نہیں پہنچے تھے، رسول تمہارے اندر کے، سناتے تم کو میرے حکم اور ڈراتے اس دن کے سامنے آنے سے، بولے ہم نے مانے اپنے گناہ، اور ان کو بہکایا دنیا کی کی زندگانی نے اور قائل ہوئے وہ اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر'' شاہ عبدالقادر دہلویؒ، (ترجمہ موضح القرآن)

''میرے بزرگ ہمایوں پادشاہ کے عہد سے ہر ایک بادشاہ کی رکاب میں پشت بہ پشت جانفشانی بجالاتے رہے اور وہ بھی پرورش کی نظر سے قدر دانی جتنی چاہے فرماتے رہے'' میر امن دہلوی۔

''چند روز بعد جب وہ لڑکی شعوردار ہوئی تو اپنے دین کی رسائی اور نیک بختی کے باعث دائی سے کہا۔ اے مادرِ مہربان، دنیا مانندِ حباب ہے۔ اس کا مٹنا کچھ بڑی بات نہیں'' سید حیدر بخش حیدری۔

''کہتے ہیں کہ نوشیرواں عادل کے واسطے شکارگاہ میں ایک شکار بھونتے تھے نمک موجود نہ تھا۔ لوگوں نے زمیندار کے پاس آدمی بھیجا کہ نمک لے آوے۔ نوشیرواں بولا کہ نمک قیمت دے کر لیجیو تاکہ رسم نہ بگڑ جائے اور گانوں خراب نہ ہو۔ لوگ بولے اے بادشاہ اتنی سی بات سے کیا خلل پیدا ہوگا۔ نوشیروان نے کہا اولاً ظلم کی بنیاد تھوڑی ہی سی تھی۔ جو آیا اس پر بڑھاتا گیا حتیٰ کہ اس درجہ کو پہنچ گئی'' میر شیر علی افسوس۔ ''باغ اردو''

''سانپ ہر روز دو تین مینڈک کھانے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد سب کو نگل گیا۔ اکیلا بادشاہ رہا۔ سانپ نے پوچھا اے بادشاہ آج میں کیا کھاؤں۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ مینڈک نے کہا۔ اے سانپ کسی جھیل کنارے چل کر اپنا پیٹ بھر لے۔ تب اس نے کہا۔ تمہارے لشکر نے میرے پیٹ میں چھاؤنی کی ہے۔ بادشاہ کا لشکر سے جدا رہنا خوب نہیں۔ اپنی فوج کے ساتھ آپ بھی اسی چھاؤنی میں داخل ہوں۔ تو بہتر ہے۔ تب وہ اپنی موت سمجھ کر چپ ہو رہا۔ سانپ نے اپنے شہسوار کو زمین پر پٹک کر کوڑے دم کے مارے اور کھا گیا'' میر بہادر علی حسینی۔

''اس نے کہا کہ آج تم مجھے میرے آقا کے باورچی خانے میں لے چلو، دولت خانہ اس کے نزدیک ہے۔ اس نے اس ویرانے میں ایک شہر آباد کیا ہے۔ واجبی قیمت ملے گی بلکہ انعام پاؤ گے کہ پھر کہیں اور لکڑیاں بیچنے نہ جاؤ گے۔ انھوں نے کہا کہ ہماری تمام عمر اسی کام میں اور اسی بیابان سے لکڑیاں لے جاتے گزری ہے۔ لیکن آبادی کا یہاں نشان دیکھا نہ سنا۔ ساعد نے کہا ذرا تم آگے بڑھ کر دیکھو۔ اگر میرے کہنے کا کچھ اثر ظاہر ہو تو بہتر۔ نہیں تو تمہارے پھر آنے کا کوئی مانع نہ ہوگا''۔ نہال چند لاہوری، (ترجمہ ''گل بکاؤلی'' ''مذہب

عشق'')

''غرض اس تپشوی کا یہی حال تھا، آٹھویں پہر تپ جپ کا خیال تھا۔ چونسٹھ برس تک وہ بیاباں نورد تھا۔ سر سے لگا کر پاؤں تلک گرد گرد تھا۔ بنا پیتی کھاتا رہا، بھوک پیاس کی ایذائیں سہتا اور روبہ آفتاب ہو کر۔

گرمیوں میں وہ جگر تفتہ جلا کر گردِ آگ
بیٹھا تھا ڈھیر جیسے راکھ کا آوے نظر
اور جاڑوں میں گلے تک پانی میں آکر کھڑا
جپ کہا کرتا تھا شوقِ دل سے ہر شام وسحر

ایسی باتیں سن کر راجہ اندر بہت سوچ پڑا۔ ڈر دل میں ہوا اس کے اس جوگ کو توڑنے کے لیے منو کا پری کو بلا کر بہت سی آؤ بھگت کی اور یہ احوال ظاہر کیا۔ وہ راجہ کے حسنِ سلوک سے بہت خوش ہوئی اور اس مطلب کے سنتے ہی یوں بولی کہ میں وہ پری ہوں کہ اگر میرا سایہ برہما، بشنو، مہادیو پر پڑے دیوانے ہو جاویں'' مرزا کاظم علی، (ترجمہ ''شکنتلا'')۔

''اسی عرصہ میں کسو راجہ کی بیٹی سہیلیوں کے جھنڈ لیے ہوئے اسی تالاب کے دوسرے کنارے پر اشنان کرنے آئی سو اشنان دھیان پوجا کر سہیلیوں کو ساتھ لے درختوں کی چھانوں میں ٹہلنے لگی۔ ادھر دیوان کا بیٹا تھا، اور راجہ کا بیٹا پھرتا تھا کہ اچانک اس کی اور راجہ کی بیٹی کی نظریں چار ہوئیں۔ دیکھتے ہی اس کے روپ کو راجہ کا بیٹا فریفتہ ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے چنڈال کام دیو مجھ کو کیوں ستاتا ہے۔ اور اس راج پتری نے اس کنور کو دیکھ کر سر میں جو کنول کا پھول پوجا کر کے رکھا تھا۔ وہی پھول ہاتھ میں لے، کان سے لگا، دانت سے کتر، پاؤں تلے دبا، پھر اٹھا چھاتی سے لگا لیا۔'' مظہر علی خان ولا۔

''انسان جس وقت اپنے کلام سے فارغ ہوا۔ بادشاہ نے حیوانوں کی طرف خیال کیا، ناگاہ ایک مہین آواز کان میں پہنچی دیکھا تو مکھیوں کا سردار یعسوب سامنے اڑتا اور خدا کی

تسبیح وتہلیل میں نغمہ سرائی کرتا ہے۔ پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حشرات الارض کا بادشاہ ہوں۔فرمایا تو آپ کیوں آیا۔جس طرح اور حیوانوں نے اپنے قاصد اور وکیل بھیجے تو نے اپنی رعیت اور فوج سے کسی کو کیوں نہ بھیجا۔اس نے کہا میں نے ان کے حال پر شفقت اور مہربانی کی۔تا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔بادشاہ نے کہا یہ وصف اور کسی حیوان میں نہیں ہے تجھ میں کیوں کر ہوا؟ کہا مجھ کو اللہ تعالٰی نے اپنی عنایت و مرحمت سے یہ وصف عطا کیا۔اس کے سوا اور بھی بہت سی بزرگیاں اور خوبیاں بخشی ہیں'' مولوی اکرام علی۔

''کل کے دن تھے بادشاہ اور وزیر، آج کے دن بن بیٹھے اندھے، ہو بصیر'' محمد حسین کلیم۔

''اجی آؤ میر صاحب، تم تو عید کا چاند ہو گئے، دلی میں آتے تھے اور دو پہر رات تک بیٹھتے تھے اور ریختے پڑھتے تھے لکھنو میں تمہیں کیا ہو گیا کہ کہیں تمہیں تمہارا اثر آثار معلوم نہ ہوا۔ایسا نہ کیجیو کہیں آٹھوں میں بھی نہ چلوں۔تمہیں علیؑ کی قسم، آٹھوں میں مقرر چلیو......! اجی بی نورن، یہ کیا بات فرماتی ہو۔تم تو اپنے جیوڑے کی چین ہوا پر کیا کہیں جب سے دلی چھوڑی ہے کچھ جی افسردہ ہو گیا ہے اور شعر پڑھنے کو جو کہو تو کچھ لطف اس میں بھی نہیں رہا۔کہ مجھ سے سنئے ریختے میں استاد میاں ولی ہوئے۔ان پر توجہ شاہ گلشن صاحب نے کی۔'' سید انشاء اللہ خان انشاء۔

''چوٹی کوکا جی کی لڑکی گویا کالی ناگن ہے۔پر جب جی چاہے تب کاٹے ہے جو جو خوبی حق نے کوکا صاحب کی لڑکی کو دی ہے شاید نوشابہ کو بھی دی ہو، تو دی ہو'' مرزا محمد حسن قتیل۔

''ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسول ہی کے کلام کی تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں اور اسی پر چلیں۔اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں۔سو سننا چاہیے کہ ایمان کے دو جزو ہیں۔خدا کو جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا

شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے راہ کسی کی نہ پکڑے اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت اور اس کے خلاف کو بدعت''، مولوی اسماعیل دہلویؒ (''صراط مستقیم'')

''چلّے کے جاڑے کڑاکے کی سردی تھی، گویا زمین سے آسمان تک یخ بھر دی تھی۔ سردی تھی، گویا زمین سے آسمان تک یخ بھر دی تھی۔ سری سے سب کا جی جلتا تھا۔ دم تقریر ہر شخص کے منہ سے دھوآں دھار دھوآں نکلتا تھا۔ زمانے کے کاروبار میں خلل تھا۔ ہر ایک دست در بغل تھا۔ ہر سنگ کے سینے میں آگ تھی۔ گواہ شرعی شرر تھا لیکن سردی کو بھی لاگ تھی۔ اور جاڑے کا ایسا اثر تھا کہ سلیں کی سلیں جمی پڑی تھیں، فولاد سے زیادہ کڑی تھیں''۔ مرزا رجب علی بیگ سرور۔

''بادشاہ نے حکم دیا کہ دمنہ کو دارالقضا میں سپرد کرو۔ قاضی اس کا حال دریافت کرے کہ احکامِ سیاست میں جب تک شرائط شرعی تمام ہوں گے کچھ حکم نہ کیا جائے گا۔ دمنہ نے کہا کہ کون حاکم راست کار بادشاہ سے زیادہ ہے اور کون قاضی عادل شہریار سے بالاتر ہے۔ الحمدللہ کہ ضمیر بادشاہ آئینہ ہے باصفا بلکہ جام ہے جہاں نما، کہ صورتِ حال ہر ملازم و رعایا کی اس میں ہویدا ہے''، فقیر محمد گویاؔ (ترجمہ ''اسرار سہیلی''...... ''بستان حکمت'')

''شکر ہے اس پروردگار کا جس نے مجھ کو ایسی دلدل سے کہ ہمہ تن اس میں غرقاب تھا نکالا۔ کیسے علائق میں جکڑ بند تھا کہ نکلنا اس سے سوائے ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا۔ مقدمات اصلی کا فیصل کرنا منصفوں اور صدر رائیوں کے مقدمات کا مرافعہ سننا رجسٹری کے وثائق پر دستخط کرنا۔ مقدمات دورہ میں فتویٰ دینا، کمیٹیوں میں حاضر ہونا، طلباء اور مدرسۂ سرکاری کا امتحانِ ماہواری لینا، احکام اخیر کو اپنے ہاتھ سے لکھنا'' مفتی صدرالدین آزردہ۔

''اس شعر میں حضرت موسیٰؑ کے قصے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ جو لوگ کہ چاشنی انصاف اور مذاقِ شعر سے بہرہ ور ہوں۔ ان کے نزدیک یہ شعر جواب نہیں رکھتا۔''

امام بخش صہبائی، (اردو ترجمہ ''حدائق البلاغت''

''اے میرن صاحب! السلام علیکم، حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے، میر مہدی کو خط کا جواب لکھنے کی''؟

''حضور میں کیا منع کرتا ہوں؟ مگر میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں۔ پھر آپ تکلیف کیوں کریں؟''

''نہیں میرن صاحب اس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں۔ وہ خفاء ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے''

''حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں۔ آپ سے خفا کیوں ہوں گے؟''

''بھائی کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے باز رکھتے ہو؟''

''سبحان اللہ! اے لو! حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے''مرزا اسد اللہ خان غالبؔ۔ (مکاتیب غالب)

''دوپہر کا وقت ہوا، آفتاب سمت الراس پر آیا، زمین تپنے لگی۔ پاؤں رکھتے ہوئے خوف آتا تھا، کہ چھالے نہ پڑ جائیں۔ بیٹھے ہوئے جی ڈرتا تھا کہ سانس کی گرمی سے لب پر بتخالے نہ پڑیں۔ آسمان سے وہ آتش بازی ہونے لگی کہ ہوا نے شعلہ جوالہ کی صورت پیدا کی۔ خاک کے ذروں نے چنگاریوں سے ہیئت بدلی''خواجہ غلام غوث بے خبر۔

''او نورانی چہرے والی یقین کی اکلوتی خوبصورت بیٹی امید! یہ خدا کی روشنی تیرے ہی ساتھ ہے تو ہی ہماری مصیبتوں کے وقتوں میں ہم کو تسلی دیتی ہے تو ہی ہمارے آڑے وقت میں ہماری مدد کرتی ہے''سر سید احمد خان (مضامین سر سید)۔

''جاننا چاہیے کہ علم دو قسم ہے، ایک تصور دوسرے تصدیق۔ اس واسطے کہ جو چیز جانی جاوے بغیر حکم کے، یعنی اثبات یا نفی اس کے ساتھ نہ ہو، بلکہ صرف معنی اور مفہوم اس چیز کا ذہن میں حاصل ہو، اس کو تصور کہتے ہیں''مولانا عبد الحق خیر آبادی۔

''میں نے ہوش سنبھالا، آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زبان دان سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں، انہی صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا'' منشی امیر مینائی۔

''ادھر تو یہ چونچال لڑکا شعراء کے جلسوں میں اور امراء کے درباروں میں اپنے بچپنے کی شوخیوں سے سب کا دل بہلا رہا تھا۔ ادھر دانائے فرنگ جو کلکتہ میں فورٹ ولیم کے قلعے پر دوربین لگائے بیٹھا تھا اس نے دیکھا۔ نظرباز تاڑ گیا کہ لڑکا ہونہار ہے۔ مگر تربیت چاہتا ہے۔ تجویز ہوئی کہ جس ملک پر حکمرانی کرتے ہیں اس کی زبان سیکھنی واجب ہے''۔ محمد حسین آزاد۔

''سلطان خرم نے کوہستان کی تنگنائیوں میں تھانے بٹھا دیے تھے کہ جہاں رانا کی خبر پائیں وہاں فوراً اس کے پکڑنے کو لشکر روانہ ہو۔ محمد شاہ کو ملنگ کے بتخانوں کی تخریب اور راجپوتوں کی تادیب کے لیے روانہ کیا۔ اس نے جاتے ہی تاراج شروع کی اور بہت آدمیوں کو مارا اور قید کیا۔ رائے سندرداس، سروہی کی طرف گیا۔ وہاں رانا کے اہل وعیال کا نشان اس کو بتایا تھا مگر اس کے پہنچنے سے قبل چترمان رانا اہل وعیال کو دوسری جگہ لے گیا تھا''۔ مولوی ذکاءاللہ۔

حکیم سے اور مرزا سے محفل مشاعرہ میں تعارف پیدا ہوا، شدہ شدہ مرزا صاحب کے مکان پر تشریف لانے لگے یہاں تک کہ چندروز سے تو دونوں میں ایسی گاڑھی چھننے لگی تھی گویا ایک جان و دو قالب تھے۔ کلیم کو تو مرزا کے مکان پر جانے کا کبھی بھی اتفاق نہیں ہوا۔ مگر مرزا شام کو تو کبھی کبھی لیکن صبح کو بلاناغہ آتے اور تمام دن حکیم کے پاس رہتے۔ مرزا نے اپنا حال اصلی حکیم پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔'' مولوی نذیر احمد۔

''جب میں سومنات پہنچا اور ہزاروں آدمیوں کو دیکھا کہ ایک بت کی پرستش کے لیے دور دور سے وہاں آتے ہیں اور اس سے مرادیں مانگتے ہیں تو مجھ کو تعجب ہوا کہ جاندار

ایک بے جان چیز کی کس لیے پرستش کرتے ہیں۔ اس بات کی تحقیق کے لیے میں نے ایک برہمن سے ملاقات پیدا کی۔ ایک روز اس سے پوچھا کہ یہ لوگ اس بے حس مورتی پر کیوں اس قدر فریفتہ ہیں؟ اور اس کے سامنے مورت کی سخت مذمت اور حقارت کی۔ برہمن نے مندر کے پجاریوں کو خبر کر دی۔ سب نے مجھ کو آن کر گھیر لیا''، مولانا الطاف حسین حالی۔

''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے! سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبحِ حال نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر وباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاسِ پاک، توحید ابراہیمؑ، جمالِ یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جان نوازی مسیحؑ سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں، شاہنشاہِ کونین کے دربار میں کام آئیں گے۔ آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ۔ (سیرت النبیؐ)

''کسے خبر تھی کہ غالبؔ مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو اردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالبؔ کا بے نظیر تخیل اور نرالا اندازِ بیان وجود میں آئیں گے اور ادبِ اردو کے فروغ کا باعث ہوں گے، سر عبدالقادر۔

''قرآن حکیم کا کھلا کھلا دعویٰ یہ ہے کہ ہر نبی کی زندگی جس طرح شروع ہوئی اور جس طرح ختم ہوئی اور جو کچھ ان پر گزرا اور قولاً وفعلاً جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے، ان میں سے ہر بات بجائے خود ایک دلیل اور برہانِ حق ہے اس سے بڑھ کر اس حقیقت کے اثبات کے لیے اور کوئی دلیل یقینی وقطعی نہیں ہو سکتی کہ خدا ہے اور ساری اچھی اور حسین صفتوں سے

متصف ہے، ابوالکلام آزاد۔

مندرجہ بالا دستاویزات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اردو میں متروکات کی شرح بہت کم ہے اور اردو کی قدیم ترین تحریریں آج بھی ایک عامی پڑھ سکتا ہے۔ متروکات کے ذیل میں اس ست روی کی وجہ اردو زبان کے کمالات، معجزات اور تفرّدات ہیں جنھوں نے اردو زبان میں تیزی سے تبدیلی کے عمل کو روک رکھا ہے۔ اس تحقیقی جائزے میں فراہم کردہ تفصیلات اردو زبان کی عظمت اور عالمی زبانوں میں اس کی منفرد خصوصیات کو بیان کرنے کی حقیر مگر جامع کوشش ہے۔

لفظ اردو کیا ہے؟

اردو زبان کا نام بھی عجیب ہے۔ اس کا ترجمہ عموماً ''لشکر'' کیا گیا ہے۔ اس نام کے بارے میں بہت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ لفظ ''اردو'' وسطی ایشیا، شمال مشرقی ایشیا اور سائبیریا کے یخ بستہ صحراؤں میں مانوس لفظ رہا ہے اور صدیوں سے ترک اقوام وقبائل میں مروج و مستعمل ہے۔

مثلاً تنگوسی اور منگولیائی زبانوں میں اردو کا مطلب ہے وہ شہر جہاں بادشاہ (خاقان) مقیم رہتا ہے۔ چوں کہ ''اویغور'' ترکائی زبانوں میں سب سے قدیم اور زرخیز زبان ہے، اسی لیے اس زبان میں کاشغر کو ''اردو قند'' کہا جاتا ہے۔

وسطی ایشیا میں ''قوز اردو'' نامی شہر موجود ہے۔ یہ تمام معنی ہم ترکائی زبانوں کی عظیم لغت ''دیوان اللغات الترک'' میں دیکھ سکتے ہیں۔

ترکائی اور تنگوسی زبانوں میں اردو کا تلفظ مختلف رہا ہے مثلاً اورد، اوردہ، اوردو وغیرہ۔ منگول، قلماق، قپچق، تنگوسی، تاتاری اور دیگر ترک قبائل جہاں خیمہ زن ہوا کرتے تھے اس علاقے کو وہ ''اردو مطلا'' یعنی سونے کے جیسے لوگوں کا پڑاؤ کہا کرتے تھے۔

یہ تمام عجائبات وکمالات اردو زبان میں فطری طور پر داخل ہیں۔

اردو زبان دنیا کی منفرد ترین زبان ہے۔ اس زبان کی خصوصیات کا تحقیقی جائزہ لینے کی کوئی سنجیدہ کوشش ابھی تک نہیں کی گئی جس کے باعث یہ زبان بولنے والے احساس کمتری کا شکار ہیں اور دن بہ دن اس احساس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ UNESCO سے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق اردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے جو دنیا کے تمام براعظموں میں بولی، لکھی، سمجھی اور پڑھی جا رہی ہے۔ چینی اور انگریزی زبانیں اس فہرست میں پہلے اور دوسرے نمبر پر ہیں لیکن دونوں زبانیں قواعد و ضوابط، اصوات و حروف، لہجے اور تلفظ، صرف و نحو اور رسم الخط کے اعتبار سے دنیا کی مشکل ترین زبانوں میں شامل ہیں۔

مرحوم شاہد احمد دہلوی نے اردو کے ممتاز ماہر لغت و لسانیات جناب احتشام الحق حقی کے خاکے میں ان کے حوالے سے بڑی عجیب و غریب بات لکھی ''اردو عجیب زبان ہے، فقرے کے لحاظ سے ایک لفظ کئی کئی معنی تو دیتا ہے مگر اچھا بمعنی برا، اور برا بمعنی اچھا کسی اور زبان میں کبھی سنا!'' [۸]

احتشام حقی کا یہ نکتہ اردو زبان کی عظمت اور بلاغت کے ضمن میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس نکتے پر جس قدر غور کیا جائے عجائبات کے دفتر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

اردو کا اعجاز فعل کی تیسری صورت:

اردو زبان کی ایک عجیب و غریب خصوصیت جو ترکی اور اویغور زبانوں کے سوا دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں پائی جاتی وہ فعل کی تیسری شکل ہے۔ مثلاً پینا/ پلوانا، جلنا/ جلوانا، تولنا/ تلوانا، مرنا/ مروانا، ہنسنا/ ہنسوانا، رونا/ رلوانا، کھودنا/ کھدوانا، لگنا/ لگوانا، پھنسنا/ پھنسوانا، بھاگنا/ بھگوانا۔

ہم اردو میں کہتے ہیں میں کھانا کھاتا ہوں، کھلاتا ہوں اور کھلواتا ہوں۔ شروع کے دو مفہوم یا فعل کے دو استعمالات دنیا کی تمام زبانوں میں عام ہیں لیکن آخری مفہوم جو کھانا

کھلوانا کے ذریعے بیان کیا گیا اردو، ازبک، ہندی، سندھی، ترکی اور اویغور زبانوں کے سوا کسی اور زبان میں سادگی سے ادا نہیں کیے جا سکتے۔ سادگی سے مراد اس جملے کی محض ایک فعل سے ادائیگی ہے۔

دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں اوپر بیان کردہ فعل کی تیسری قسم کی ادائیگی کا طریقہ بہت پیچیدہ اور مشکل ہے۔ میں کھلواتا ہوں کے لیے دیگر زبانیں دوہرے فعل کا استعمال کرتی ہیں۔ جب کہ اردو میں ایک ہی فعل ''کھلوانا'' یہ فریضہ بہ حسن و خوبی انجام دیتا ہے۔ دنیا کی اہم زبانیں فرانسیسی، انگریزی، عربی اور یہاں تک کہ فارسی بھی فعل کی تیسری شکل ''کھلوانا'' کی سادہ، آسان اور مختصر ادائیگی سے قاصر ہیں۔

۱۔ اگر ہم فرانسیسی میں کہیں کہ میں کھلواتا ہوں تو طویل جملہ بنانا پڑتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے ''کہ میں کسی کے ذریعے سے اسے کھلاتا ہوں''

۲۔ جب کہ ازبک بالکل اردو کی طرح ایک فعل کے استعمال سے معنی بیان کرتی ہے یدرپن یا

۳۔ ترکی زبان میں yedirtrim سے پورے معنی ادا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ ترکائی زبانوں کی قدیم ترین زبان اویغور بھی ایک فعل سے اس جملے کا مکمل مفہوم ادا کرنے پر قادر ہے یعنی ''من یدرہن''

English	اردو
I eat.	۱۔ میں کھاتا ہوں۔
I feed.	۲۔ میں کھلاتا ہوں
I get/make some one to eat	۳۔ میں کھلواتا ہوں۔

French	ازبک
Je mange (MANGER)	من یمن

Je nourris (NOURRIR)

Je fais quelqu'un manger.

Spanish

como

alimento

hago comer / alimentar

Turkish

Ben yerin

yedirin

yedirtirm

پشتو

زخورم

زروٹائے ورکاوم

زٹولوتہ روٹائے ورکاوم

میں سب کو روٹی کھلاتا ہوں۔

من یدرامن

من یدریاپن

فارسی

من می خورم

من خوراندم

من تقی زادے خوارندم

عربی

اطعامُ

اُطعِم

ارتب اطعام

انا ارتب الطعام لخالد (میں خالد کو کھانا کھلوانے کا بندوبست کرتا ہوں۔

انا اکل

انا اطعم

بروشسکی

جاشچبا

جاے سرچابا

جاو سرچابا

سندھی

ماں کھاں تھو

ماں کھارایاں تھو

ماں کھارارایاں تھو

XXVI چھبیس

اردو میں پانچ زبانوں کے حروف تہجی:

اردو اپنے حروفِ تہجی کے اعتبار سے بھی دنیا کی منفرد ترین زبان ہے بعض محققین کے مطابق اردو حروف کی تعداد ۵۰ ہے۔ بعض کے نزدیک صرف ۳۶ ہے، بقیہ چودہ حروف آوازیں کہلاتے ہیں۔

انگریزی حروفِ تہجی ۲۶، ہندی ۴۲، عربی ۲۹ اور فارسی کے حرف تہجی ۳۳ ہیں۔ لہٰذا اردو کے حروف تہجی تمام زبانوں سے زیادہ اور جامع ہیں۔ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جس میں پانچ زبانوں کے حروفِ تہجی اور آوازیں سموئے ہوئے ہیں عربی، فارسی، یونانی، ہندی اور سنسکرت۔ اس طرح اردو دنیا کے کئی بڑے لسانی خاندانوں کے حروف اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ واضح رہے کہ زبانوں کے یہ خاندان دنیا کی اسی فی صد سے زیادہ آبادی کا احاطہ کرتے ہیں اور دنیا کی ۷۰ فی صد زبانوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے اردو دنیا کی اسی فی صد آبادی کے لیے ایک مانوس ہر دل عزیز زبان کا درجہ اختیار کرسکتی ہے غالباً اسی لیے UNESCO کے اعداد و شمار کے مطابق زبانوں کی فہرست میں اسے تیسرے نمبر پر رکھا گیا۔ اردو زبان ایک مکمل لسانیاتی نظام کی حامل زبان ہے۔ یہ نظام زبان کی ہر سطح پر دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلی سطح صوتیات (Phonology)، دوسری سطح لفظیات (Morphology) تیسری سطح جملے کی ساخت (Syntax) ہے۔۔۔ نظام لسانیات کی کارفرمائی کا ان تمام سطحوں پر جائزہ اس مضمون میں تاریخی حوالوں سے مختصراً پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ یہ ثابت ہوجائے کہ اردو دنیا کی منفرد ترین اور زرخیز ترین زبان ہے۔ اس کا رسم الخط انگریزی یعنی رومن رسم الخط اور دیوناگری رسم الخط کے مقابلے میں عظیم الشان اور عالی شان رسم الخط ہے اور اس رسم الخط کے کمالات، معجزات سے دنیا ابھی تک بے خبر ہے۔ اگر اردو اپنا رسم الخط تبدیل کردے تو ان تمام کمالات سے تہی دامن ہوجائے۔

اردو کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اعراب کے لیے الگ سے حروف نہیں

لکھے جاتے بلکہ نشانات ظاہر کیے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت مختصر یہ خصوصیت سامی النسل زبانوں میں مشترک ہے۔ رومن رسم الخط میں حروف کے ذریعے زیر زبر پیش کی آواز کا کام لیا جاتا ہے جس سے رسم الخط بوجھل ہوجاتا ہے۔ سنسکرت میں ماتراؤں کا استعمال ہوتا ہے جو حروفِ تہجی تو نہیں ہوتے مگر حروف کی طرح جگہ گھیرتے ہیں جس سے زبان بوجھل اور مشکل ہوجاتی ہے۔

اردو زبان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس زبان کے بولنے والے دنیا کی تمام زبانوں کے حروف تہجی، مخارج، اصوات، تلفظ اور لہجے ادا کرسکتے ہیں۔ اس میں واحد استثناء تامل زبان کا ایک لفظ ''الڈ'' ہے جو اردو بولنے والے زبان سے تو ادا کرسکتے ہیں لیکن اردو رسم الخط اسے لکھنے سے قاصر ہے۔ لسانیاتی علوم میں صوتیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ صوتیات لسانیات کی اس شاخ کو کہتے ہیں جس میں اعضاء نطق سے پیدا ہونے والی اصوات کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کی مدد سے کسی بھی زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کی شناخت اور ان کا تعین ہوسکتا ہے۔ صوتیات کے مطالعے سے غیر تحریری زبانوں کو تحریر کے لباس سے آراستہ کیا جاسکتا ہے۔ اعضاء نطق سے پیدا ہونے والی ہر ممکن آواز کے لیے صوتی علامتیں مقرر ہیں جو رومن تحریر میں لکھی جاتی ہیں۔ اسے بین الاقوامی صوتی رسم الخط IPA کہا جاتا ہے۔[۹]

لہٰذا ''الڈ'' کے لفظ کو اردو میں بعض علامتوں کے اضافے سے ظاہر کرنا مستقبل قریب میں ممکن ہوگا۔

اردو کے حروف تہجی:

اردو کے حروف تہجی جب ترتیب دیے جارہے تھے تو ان ترتیب کنندگان کی نظریں نہایت گہری، باریک بین اور دور بین تھی۔ حروف تہجی کے کٹھن مرحلے میں انھوں نے آنے والی صدیوں میں مستقبل کے تمام امکانات کے دریچے کھلے رکھے اس دور بینی کا نتیجہ یہ ہے کہ

اردو کے حروف تہجی نہ صرف عربی، فارسی، یونانی، سنسکرت، ہندی، ترکی (ازبک) اور ہندوستان کی مقامی زبانوں کے تلفظ کی ادائیگی کی اہلیت رکھتے تھے۔ بلکہ فرانسیسی، جرمن، منگولیائی، چینی، جاپانی الغرض دنیا کی تمام زبانوں کے اڑتیس خاندانوں کی تقریباً ہر زبان کے الفاظ کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اردو زبان کا ایک اور اعجاز یہ ہے کہ جب اس نے دیوناگری رسم الخط کے بجائے عربی رسم الخط کو اپنانے کا تہیہ کیا تو عربی کی برکت نے اس زبان میں عربی زبان سے زیادہ خوبیاں اور وسعت پیدا کردی۔ یہ زبان اب عربی کے برابر کھڑی ہوسکتی ہے۔

عربی زبان میں چ اور پ کا استعمال:

اردو زبان کی اثر پذیری اور سحر طرازی کا ایک تازہ ترین ثبوت یہ ہے کہ عربی زبان میں ''چ'' اور ''پ'' قبول کرلیا گیا ہے اور اسے عراقی اور سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور عمان کی عربی میں برتا جارہا ہے۔ مثال کے طور پر ٹوتھ پیسٹ کلوزاپ کو بالکل اسی انداز میں عربی میں لکھا جارہا اور برٹش پٹرولیم میں BP کے ساتھ ب پ لکھا جاتا ہے۔

اردو زبان کے انگریزی پر اثرات:

اردو کی اثر پذیری کا معاملہ صرف عربی زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ سکہ دوراں انگریزی زبان بھی اردو زبان سے برابر استفادہ کررہی ہے۔

کولن ڈکشنری کی مدیرِ اعلیٰ کے مطابق ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور ایسا تھا جب انگریزی میں اردو کے تہذیب یافتہ الفاظ شامل ہورہے تھے۔ مثلاً نواب Nabob، میم صاحب، ریاست، ٹھگ، پردہ وغیرہ، لیکن انگلستان میں ایشیائی تارکینِ وطن کی آمد سے انگریزی زبان میں ایشیائی اور اردو الفاظ کے کثرت سے استعمال نے انگریزی زبان دانوں کو مخمصے میں ڈال دیا۔

ان ایشیائی تارکینِ وطن میں زیادہ تر اردو، ہندی اور پنجابی زبانیں بولنے والے

شامل ہیں جو بلا تردد ان زبانوں کے الفاظ انگریزی میں استعمال کر رہے ہیں۔ مثلاً

آج کل انگلستان کے ٹی وی چینلز پر کچھ ایسے پروگرام دکھائے جاتے ہیں جن کا موضوع ایشیائی لوگ اور ان کی ثقافت ہوتا ہے۔ اس طرح کے پروگراموں میں بے تحاشہ ایسے الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں جن سے عام لوگ پہلے کبھی واقف نہ تھے اور رفتہ رفتہ ان الفاظ سے لوگ مانوس ہوتے جا رہے ہیں۔ بعض دفعہ پنجابی زبان کے تضحیک آمیز اور کم تر جملوں کو بھی انگریزی میں استعمال کیا جاتا ہے ان جملوں کے مسلسل استعمال کے نتیجے میں وہ انگریزی کا جزو لاینفک بنتے جا رہے ہیں۔ انگلستان کے ایک ماہر لسانیات عرفان خان نے یونیورسٹی آف نیو کاسل کے ایک اجلاس میں یہاں تک کہہ دیا کہ اس طرح کے لفظوں اور معنوں کے ساتھ ہم ایک نئی بولی کو ابھرتا ہوا دیکھیں گے۔

کولن ڈکشنری کی مدیرِ اعلیٰ نے کہا کہ گزشتہ ۵۰ سالوں سے ثقافتی تال میل کے باعث انگریزی کے پرانے الفاظ کی جگہ نئے داخل ہونے والے الفاظ لے لیں گے کیوں کہ انگریزی زبان فطری طور پر اور نئے الفاظ کو اپنے اندر سمو لینے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہے۔

یونیورسٹی آف نیو کاسل کی ماہر لسانیات ڈاکیرن کوری گن نے کہا کہ الفاظ کا یہ دخول یا لفظوں کا یوں متروک ہو جانا، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نیا ہے، جب کہ یہ عمل کوئی نیا نہیں ہے۔

انگریزی زبان پر پنجابی کا اثر:

برمنگھم میں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ نوجوان جب آپس میں طنزیہ جملے ایک دوسرے پر کستے ہیں تو حیرت انگیز طور پر وہ پنجابی جملے استعمال کرتے ہیں جو ٹی وی کے ذریعے لوگوں میں سرایت کرتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ زبان میں کسی بھی قسم کے الفاظ فوری طور پر داخل ہو جاتے ہیں جب ان کا بولنا عام ہو جاتا ہے۔ پنجابی زبان اور اردو کا رشتہ ماہرین لسانیات کی نظر میں باپ اور بہن کا رشتہ ہے۔ پنجابی زبان کی مقبولیت

آخرکار انگریزی زبان میں اردو زبان کے دریچے وا کر دے گی۔ (روزنامہ ڈان ۲۱ رمئی ۲۰۰۴ء عالمی صفحے پر کولن ڈکشنری کی مدیرِ اعلیٰ، یونیورسٹی آف کاسل کی ماہر لسانیات اور دیگر ماہرین سے گفتگو پر مشتمل رپورٹ کا ترجمہ اور تلخیص نیز بی بی سی کی نشریات میں اس موضوع پر گفتگو کا خلاصہ، یہ گفتگو مئی کے تیسرے ہفتے میں نشر ہوئی تھی۔)

مرکب افعال اور اردو:

اردو میں مرکب افعال ایسے ایسے مرتب اور وضع کیے گئے ہیں کہ اس بارے میں شاید کوئی زبان اردو کا مقابلہ کر سکتی ہو۔ مثال کے لیے ایک معمولی مصدر لکھنا کو لیجیے۔ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے:

(۱) خط لکھو، (۲) خط لکھ دو، (۳) خط لکھ، (۴) خط لکھ چکو

آپ ان چار جملوں کے معنی جانتے ہیں۔ ترکیب نے جو زور اور معنوی امتیاز فعل کو بخشا ہے اس کو بھی محسوس کرتے ہیں۔

لاڈ رمکالے اور لفظ دھرنا:

اردو کی لسانیاتی وقعت جو اسے اسلاف نے عطا کی ایک اور واقعہ سے ثابت ہے۔ علماء کے اس مجمع کے سامنے اس توجیہہ کی ضرورت نہیں کہ مجموعہ تعزیرات ہند شاید جسٹی نین ضابطۂ قانون کے سوا سیاسی قوانین میں سب سے مکمل بلکہ اکمل تسلیم کیا جاتا ہے۔ یورپ کے کئی ملکوں میں اس مجموعہ کو آگے رکھ کر ضابطے مدون کیے گئے۔ باوجود اس کے یہ مجموعہ بھی اردو کا مرہونِ منت ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور لارڈ مکالے جیسا وحید عصر اور بے بدل منشی اردو کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گیا، یہ اشارہ ہے دفعہ ۵۰۸ کی تشریح الف کی جانب جس میں لفظ دُھرنا، قدرے الحاقی تصرف کے ساتھ استعمال ہوا ہے، دھرنا دینا کے معنی آپ کو معلوم ہیں جو ہیں۔

انھوں نے ماخذ کی پروانہ کر کے ماخوذ سے واسطہ رکھا اور اسے اپنے مطلب کا بنا

لیا۔[۱۰]

اگر انھوں نے فارسی اور عربی یا سنسکرت کے لغات کی اندھی تقلید کی ہوتی تو اردو کو یہ لغاتی تمول ہرگز نصیب نہ ہوتا۔ اب جو کوئی ازاحتہ الاغلاط یا تصحیح اللغات وغیرہ کا نام لے تو سمجھ لو کہ وہ اردو کا اہل نہیں۔

مرکب توصیفی ''ستیا ستی'':

اردو زبان نے صفات، میں بھی ایسے مرکب وضع کیے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کن الفاظ میں ان کے ذہن رسا اور جدت آفرینی کی توصیف کرے۔ ''سیتلا منہ داغ، اور ستیا ستی کو ملاحظہ فرمائیے، اس مرکب توصیفی ''ستیا ستی'' کے معنوں میں لکھا گیا ہے، ہندی مسلمان عورت یعنی یہ مرکب مسلمان عورتوں کے استعمال سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''عفیفہ، بیوی، زن، جس کے دامن پر نماز جائز ہو'' یہ معنی وہ ہیں جو مسلمان مؤلف اس لغت کے سامنے لکھتا ہے۔

متقدمین اردو کے عاقلانہ رویے:

صفتِ نسبتی میں انھوں نے نہایت دلچسپ تصرف سے کام لیا۔ ''تاریخ فیروز شاہی'' آپ نے دیکھی ہے۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا مصنف ''ضیاء برنی'' ہے۔ جغرافیہ کے بڑے بڑے ماہر سے پوچھیے کہ برن کہاں واقع ہے۔ وہ سوئیٹزرلینڈ کے نقشے میں تو ایک برن آپ کو بتا دے گا لیکن ہندوستان کے نقشے میں یہ مقام معدوم رہے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ بلند شہر کا قدیم نام ''برن'' ہے۔ انھوں نے قصبہ کا نام تو بدل دیا مگر صفت نسبتی کو ''برنی'' رکھا بلند شہری نہ بنایا۔ اس کا دوسرا رخ بھی دلچسپ ہے۔ آگرہ کا نام اکبر آباد نہ پڑ سکا۔ اکبر کے عہد کے قبل سے سب آج تک آگرہ ہی کہتے ہیں۔ لیکن شاہ نظیر اکبر آبادی کہلاتے ہیں۔ دہلی شاہ جہاں آباد تو بن گئی لیکن اس کے شاعر ''دہلوی'' ہی رہے۔ بات یہ ہے کہ ان کا تصرف مصلحت اور حسِ مشترک پر مبنی تھا۔ ضد اور استبداد پر نہیں اور ان کے نظریے معقولیت پر

مدون تھے۔

اردو بیرونی لفظوں کو اپنا سا بنالیتی ہے:

ذرا غور فرمایے کہ ان بزرگوں کی ذہنیت کتنی دقیقہ رس اور نکتہ پرور ہوگی اور ان کے تصرف لسانی کی قوت عمل کتنی زبردست ہوگی جو بخشنا، خریدنا، آزمانا، بدلنا، فرمانا وغیرہ مصدر ترکہ میں چھوڑ گئے۔ مختصر یہ کہ اردو کے متقدمین نے اس کی تدوین و تنظیم میں جو مسالا ان کے سامنے تھا اس سے بہترین کام لیا جس کی بدولت زبان کو مستقل اور قائم بالذات حیثیت حاصل ہوگئی۔ تصرف لسانی کے معنی صرف اپنانا نہیں بلکہ اپنا سا بنالینا ہیں۔ آپ نے دیکھا عربی لفظ ''بدل'' کو لے کر بدلنا مصدر بنایا۔ اب اس کی فعل کے ہر زمانے اور صیغے میں گردان ہوسکتی ہے۔ یہیں تک نہیں حاصلِ مصدر بنا ''بدلی'' تابع مہمل بھی اس کے ساتھ ملایا گیا جیسے ''ادل بدل'' .... مختصر یہ کہ اس کی وہی حیثیت ہوگئی جو آنا، جانا، کھانا، پینا کی تھی۔ انگریزی میں یہ عمل اب تک جاری ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ وہ زبان برابر ترقی کرتی رہی ہے۔

چارلس ڈکنس اور اردو:

لوٹ، انگریزی نے ہمارے ہاں سے لیا۔ اسے اپنا سا بنالیا کہ فعل کی گردان میں ''ٹولو'' اور ''ٹولوٹ'' بالکل یکساں ہیں۔ چارلس ڈکنس جیسے مستند مصنف نے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور پھر ہمارے ''لٹیرا'' کی جگہ ''لوٹر'' بنایا۔ حال ہی میں ایک لفظ انگریزی میں داخل ہوا ہے۔ ہڑتال سے انھوں نے ہڑتالسٹ بنایا اور جمع کے لیے ''س'' اس پر ایزاد کیا۔ جیسا کہ انگریزی قواعد کا قاعدہ ہے میرا مطلب تصرف سے یہ ہے۔ [11]

اردو زبان بھی تصرف کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہے اور یہی اس کی ترقی، بلندی اور وسعت پذیری کا راز ہے۔

اردو کے کثیر لسانی مرکبات:

اردو کے چند مرکبات پیش کیے جاتے ہیں جو اردو کی قوتِ حیات اور فعل ترکیبی کی صلاحیت کا بین ثبوت ہیں۔ ایسے مرکبات دنیا کی زبانوں میں بہت کم ملیں گے جہاں بہ یک وقت تین چار زبانوں کو "مرج البحرین" کی صورت میں جمع کیا گیا ہو۔ ملاحظہ ہو:

منہ پھٹ، ہتھ چٹ، ہری چگ، نین موتنی، چمکو، کھاؤ، لٹاؤ، بڑبڑیا، کنج پینڈیا، نکھٹو، تلوریا، گلچپلا، کھاؤ، گھپ، لنگوٹیا یار، ہنس مکھ، گلچھرے، کٹھ پتلی، چم چیچڑ، تل چاولی، گنگا جمنی، رونی شکل، ماما، پھبتیاں، تھرڈلا، گرہ کٹ، جیب کترا، گلے باز، شوربے چٹ، منہ زور، جوشیلا، دل لگی، کمرکس، اگن بوٹ، قبول صورت، ڈہلمل یقین، ایماندار، درشنی جوان بیکل، نکڑ گدا، گھن چکر، مریل ٹٹو، دھم دھوسڑ، لٹھ پونکا، لپاڈکی، تکا فضیحتی، ٹالم ٹول، چھٹ بھیا، چپڑ قناتی، لفنگا، لم ڈھینگ، بڑبولا، ٹٹ پونجیا، جھابڑ جھلا، باگڑ بلا، بچونگڑا، لترا، ہیکڑی، لیچڑ، بڑبھس، منہ مرا، بلم ٹیر، پھسکڑا، پھسڈی، پھوکٹ، پھٹوس، دھانسو، چڑ کٹا، دغدغا، بھوندو، لال بجھکڑ، جوتم پیزار، لم ننگو، جھانپڑ، جھونجھل، موچڑے وغیرہ۔

آپ نے دیکھا کہ تصرف و اختراع کے ہاتھ سے عربی، فارسی اور نیز سنسکرت کوئی زبان نہ بچی۔ ان الفاظ میں جو مرکبات ہیں ان میں اسم اور فعل ...... اسم اور صفت ...... اسم اور اسم ہر قسم کے کلموں کو آپ شیر و شکر پائیں گے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب زبان کا بلوغ درجۂ کمال پر ہو۔

ان مرکبات سے یہ پیغام ملتا ہے کہ اردو کو آریہ زبان ہونے کے باوجود نہ سنسکرت کا حلقہ بگوش بننا چاہیے نہ فارسی یا عربی کا دستِ نگر۔

اردو اور فرانسیسی کا فرق:

اردو اور فرانسیسی زبان میں نہایت نازک اور بنیادی فرق ہے اس کی تشریح پنڈت برجموہن نے عمدہ طرح سے کی ہے۔ "عہدِ حاضر کے ایک جید لسان یعنی عالم لسانیات کا قول

ہے کہ تحریری و علمی، زبان کی ہستی کو یخ کی اس پپڑی سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو دریا کی سطح پر بن گئی ہو۔ یخ نے اپنے اجزائے ترکیبی دریا سے لیے حقیقت میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ دریا ہی کا پانی ہے۔ پھر بھی اسے دریا نہیں کہہ سکتے۔ ایک بچہ اسے دیکھ کر سمجھتا ہے کہ دریا نیست و نابود ہو گیا لیکن یہ صرف دھوکہ ہے یخ کی پپڑی کے نیچے پانی برابر بہہ رہا ہے۔[۱۲]

یہ تمثیل جو فاضلِ دیندریاس نے دی فرانسیسی زبان پر صادق آتی ہوگی۔ اردو پر عائد نہیں ہو سکتی۔ یہاں کی علمی تحریری زبان کو اس دریا سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی جس کی سطح جم کر یخ کی پپڑی بن گئی ہو۔ یخ کے کڑاڑے یا برفانی چٹان کو دریا نہیں کہہ سکتے۔ حالاں کہ تینوں کے وجود کی بنا پانی ہی پانی ہے۔[۱۳]

مغیرّات میں اردو کا تفرّد:

اردو زبان کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان کے کسی بھی لفظ کو اپنے تلفظ، قواعد، اصول املاء اور معنی کے سانچے میں ڈھال لیتی ہے۔ لفظ خواہ اپنی اصل زبان میں کسی اور معنی میں مستعمل ہو اردو اس کا سانچہ اور ڈھانچہ بدل دیتی ہے۔ اس اصول کی ترجمانی انشاء اللہ خان انشاء نے ''دریائے لطافت'' میں بڑی لطافت سے کی ہے۔

''مخفی نہ ماند کہ ہر لفظے کہ در اردو مشہور شد عربی باشد یا فارسی یا ترکی یا سریانی یا پنجابی یا پوربی۔ از روئے اصل غلط باشد یا صحیح۔ آں لفظ اردوست۔ اگر مؤافقِ اصل مستعمل است ہم صحیح و اگر خلافِ اصل است ہم صحیح۔ صحت و غلطی آں موقوف بر استعمال پذیرفتن در اردوست۔ زیرا کہ ہر چہ خلاف اردو است غلط است گو در اصل صحیح باشد و ہر چہ مؤافق اردو ست صحیح باشد گو در اصلِ صحت نہ داشتہ باشد''۔

ترجمہ: یاد رکھنا چاہیے کہ ہر لفظ جو اردو میں مشہور ہو گیا، اردو ہو گیا خواہ وہ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی از روئے اصل غلط ہو یا صحیح وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے مطابق ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر اصل کے خلاف مستعمل ہے تو بھی صحیح

ہے۔ اس کی صحت اور غلطی اردو میں اس کے استعمال میں آنے پر منحصر ہے کیوں کہ جو اردو کے خلاف ہے غلط ہے خواہ وہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو"

تارید، موّرد، تفریس وتعریب:

انشاء نے ان چند فقروں میں تہذیب لسان کے ضابطے کا لب لباب پیش کر دیا ہے۔ اسی اصول پر اردو بنی اور پروان چڑھی۔ اسلاف کا دستور العمل یہی تھا۔ یہ تصرفات اردو جن کو میں ایک لفظ "تارید" سے تعبیر کروں گا تفریس وتعریب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور رکھیں گے جب تک اردو زندہ اور چالو زبان ہے۔ کیوں کہ اول تو وہ عربی یا سنسکرت کی طرح صرفی زبان نہیں اور دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد ہی کاٹ چھانٹ اور تصرف ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ آیا زبان کی ساخت کا یہ گر اردو والوں نے ہندی سے سیکھا جس کا بہت امور میں سنسکرت سے انحراف بدیہی ہے۔ [۱۴]

تارید یعنی غیر زبان کے لفظ کو ضروری تصرف سے اردو بنا لینا اور موّرد وہ لفظ ہے جو اس طریق پر اردو بنایا گیا ہو۔ [۱۵] تفریس غیر زبان کے لفظ کو فارسی بنا لینا اور تعریب غیر زبان کے لفظ کو عربی بنانا کہلاتا ہے۔

اردو کے سترفی صد الفاظ مغیّرات، مولد اور مبدّل ہیں:

ابن درید نے "جمہرۃ اللغۃ" میں لسانی اعتبار سے عربی الفاظ کی اقسام پر بحث کی ہے۔ ان میں المولد (نئے پیدا ہونے والے الفاظ)، الاعجمی (غیر عربی الفاظ)، المعرب (عربی بنائے گئے الفاظ)، الدخیل (مستعار الفاظ) اور المصنوع (گھڑے گئے الفاظ) پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ [۱۶]

ابن درید کی تقسیم میں مغیّرات کی اصطلاح شامل نہیں ہے لیکن نامور لغت نویس سید عبدالرشید بن عبدالغفور الحسینی المدنی التتوی موئف رسالہ معربات رشیدی نے تغیرات پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس کا نسخہ تا حال دستیاب نہیں۔ فرہنگ رشیدی میں مولد اور مغیر

مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ [۱۷]

مغیر سے مراد وہ لفظ ہے جو اصل لفظ میں کچھ تبدیلی کر کے بنایا گیا ہو۔

عمل تغیر میں بعض حروف کی تبدیلی واقع ہونے کی بناء پر بعض مولفین نے مغیر کو مولد کی طرح مبدل کا نام دیا ہے۔ [۱۸] لیکن عربی کی متداول کتب لسانیات میں بطور اصطلاح مغیر کی تعریف نہیں ملتی اس کی اقسام اور حدود کا تو ذکر ہی کیا۔

قرآن میں ۱۴۹ الفاظ عجمی ہیں:

عربی زبان جو اپنے سوا سب کو عجم کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتی لسانیات کے معاملے میں خود کفیل نہ ہو سکی لہٰذا اسے عجمیوں یعنی دنیا بھر کے گونگوں سے استفادہ کرنا پڑا اور عربی زبان میں عجم کے بے پناہ الفاظ در آئے۔ رسالت مآب خاتم المعصومینؑ نے عربوں کے اس فخر و غرور کے بُت کو خطبہ حجۃ الوداع میں ریزہ ریزہ کر دیا۔ عربوں کا یہ دعویٰ کہ پوری دنیا عجم ہے محض دعویٰ تھا حقیقتاً عربی زبان میں دیگر زبانوں کے دخیل اور معرب الفاظ کثرت سے شامل تھے۔

قرآن کریم میں عجمی الاصل الفاظ کی کل تعداد ۱۰۴ ہے اور ۴۹ ایسے غیر عربی اعلام بھی قرآن میں آئے ہیں یوں ان سب کی مجموعی تعداد ۱۵۳ تک پہنچتی ہے۔ [۱۹]

ان الفاظ میں سریانی، حبشی، عبرانی، فارسی، آرامی، یونانی، نبطی الفاظ شامل ہیں۔ جناح (گناہ)، دینار، سراب، زنجبیل، کافور کنز، مسک، مرجان، سرابیل (پاجامہ)، سراج (چراغ)، فیل (ہاتھی)، بیع، ہنور، ابریق، بجیل، مجوس خالص فارسی الفاظ ہیں۔

انگریزی میں ستر فی صد الفاظ فرانسیسی ہیں:

انگریزی زبان میں ۷۰ فی صد سے زیادہ الفاظ فرانسیسی زبان کے ہے۔ اس کے بعد ہسپانوی، اطالوی، یونانی زبان کے الفاظ کی کثرت ہے۔ اردو زبان میں کسی بھی ایک زبان کے الفاظ انگریزی کی طرح اتنی کثرت سے شامل نہیں ہیں۔ اردو نے گل دستے کی

طرح ہر پھول سے استفادہ کیا ہے۔ اس لیے اس کی شکل وصورت زبانوں کے خاندان میں نہایت منفرد ہے۔ اس معاملے میں اردو زبان کا کوئی ثانی نہیں۔ اردو زبان میں مغیّرات، مولّد اور مبدّل الفاظ کثرت سے شامل کیے گئے اور اب یہ زبان میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ اجنبی محسوس نہیں ہوتے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اردو میں دخیل، مغیر، مولد، مبدّل، مورد یا، گھڑے گئے الفاظ کی تعداد ستر فی صد سے زیادہ ہے لیکن اس موضوع پر اردو زبان میں کام نہ ہونے کے برابر ہے، اس کی بنیادی وجہ محققین کی غیر ملکی زبانوں سے عدم واقفیت اور اب تحقیق سے روز بروز کم ہوتی ہوئی دلچسپی ہے۔

عربی زبان میں اس موضوع پر نہایت قابل قدر تحقیقی کام ہوا ہے۔ ''ثعالبی کی فقہ اللغہ''، ''ابن درید کی جمہرۃ اللغہ''، ''جوالیقی کی المعرب''، ''مطرزی کی المغرب فی اللغۃ'' جو المغرّب فی ترتیب المعرب کے نام سے موسوم ہے، خفاجی کی شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، اور طوبیہ العینی الحلبی البستانی کی ''تفسیر الالفاظ دخیلہ فی اللغۃ العربیہ مع ذکر اصلھا بحروفہ، ادی شیر کی الفاظ الفارسیہ المعرّبہ'' اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ Studien uber der persichen Fremdwoerter in klassisch جو ۱۹۱۹ء میں گوٹینگن سے شائع ہوا تھا۔ (شعبۂ تصنیف وتالیف وترجمہ کے زیر اہتمام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس گراں قدر مقالے کے اردو ترجمے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے پی ایچ ڈی کے مقالے Hindustani Phoenetics پیرس ۱۹۳۰ء کا ترجمہ بھی شائع کیا جائے گا)

اردو بولنے والوں کے آلات نطق کے کمالات:

اردو کی ایک اہم خاصیت اس کی رسم ادا اور تلفظ کا خاص انداز اور خاص لہجہ ہے جو

اڑتیں XXXVIII

ہر زبان کے الفاظ کو ادا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اس کے باوجود بعض گروہوں میں بعض مقامی خصائص ایسے ہوتے ہیں جو صحیح علم کے باوجود مکالمہ کو صحیح نہیں ہونے دیتے۔ اس کی وجہ آلاتِ نطق کی بناوٹ کی خصوصیت اور عادت ہے جس کا مداوا، صحبت اور مزاولت کے سوا کچھ نہیں۔ ایک مفرد نظیر سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔ سید انشاء نے دریائے لطافت میں جو گفتگو اور لہجہ میر غفر غینی کا لکھا ہے اس سے اس امر پر تیز روشنی پڑتی ہے۔ میر غفر غینی کے آلاتِ نطق کچھ ایسے واقع ہوئے تھے کہ 'ل' اور 'ڑ' وغیرہ کی آواز صحیح ادا نہ کر سکتے تھے۔ بلکہ ان حروف کی جگہ 'غ' اور 'ف' وغیرہ کی آواز ناگزیر تھی۔ سحرالبیان کے اس شعر کو:

چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی
کڑے کو کڑے سے بجاتی ہوئی

وہ یوں کہتے تھے:

چغی دان سے دامن اٹھاتی ہوئی
کفے کو کفے سے بجاتی ہوئی

اس لہجے کی وجہ سے ان کا نام ہی غفر غینی پڑ گیا ایسی ہی کیفیت قوموں کی ہے۔ [۲۰] مختلف ملکوں یا ایک ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والوں کا لہجہ خصوصی طور پر خاص حروف کی آواز نکالنے میں مختلف ہوتا ہے۔ صحت تکلم اہل زبان کے لہجے سے وابستگی رکھتی ہے اور یہ امتیاز ہر ملک اور ہر زبان میں موجود ہے۔ غفر غینی لہجہ اردو بولنے والے گروہوں میں شاذ و نادر ملتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں تغیر و تبدل کے نتیجے میں مغیرّات تشکیل پاتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ تو ادائیگی میں سہولت کی جستجو ہے پھر علاقائی وجوہ ہیں کہ بعض علاقوں کے لوگ بعض حروف کی ادائیگی میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ مرور زمانہ کی بناء پر الفاظ کے تلفظ میں جو تبدیلی رونما ہوتی ہے وہ بھی مغیرّات کی تشکیل کا سبب بنتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک زبان پر دوسری زبان کے جو صوتی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کے نتیجے میں بھی

مغیرّات نمودار ہو جاتے ہیں۔ [۲۱] معربات یہ اعزاز صرف اردو زبان کو حاصل ہے کہ اردو بولنے والے پچاس حروف تہجی کے ذریعے دنیا کے تمام تلفظ ادا کر سکتے ہیں۔ عمومی طور پر خواہ اہل زبان ہو یا غیر اہل زبان جو بھی اردو حروف تہجی سے واقف ہے تھوڑی سی مشقت سے اردو زبان درست تلفظ سے ادا کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں اردو زبان کو خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس کے بولنے والے دنیا کی ہر زبان کے تمام لہجے ادا کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں۔

صوتی تاثرات سے مفاہیم میں تبدیلی:

اردو زبان کی ایک نہایت اہم خصوصیت گفتگو میں توڑ کے فرق اور ردو بدل سے کلمے کے معنی کا بدل جانا ہے۔ کبھی اسم سے فعل اور فعل سے اسم بن جاتا ہے۔ اگر چہ کتابت وہی جوں کی توں رہتی ہے مثلاً انگریزی مین کنٹریکٹ اور کونٹریکٹ۔ مکالمے میں ایک اور چیز بھی ہے جو کلام کے معنی اور متکلم کے عندیہ پر جید اثر رکھتی ہے، یعنی لہجے سے الفاظ پر زور ڈالنا جسے انگریزی میں امفیسس کہتے ہیں اس کا تعلق کلام سے ہے کلمے سے نہیں۔ اس کی تشریح ایک جملے سے بخوبی ہو جائے گی جس میں یہی کلمات کا صوتی زور مختلف معنی پیدا کر دیتا ہے وہ جملہ ہے۔

میں کل دہلی جاؤں گا۔

۱۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا؟'' (آپ نے یہ کس سے سنا، میں نے تو ایسا ارادہ نہیں کیا۔)

۲۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا!'' (یہ کون کہتا ہے کہ کل جاؤں گا ابھی جانے کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

۳۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا!'' (اور لوگ کل جائیں گے میرا ابھی طے نہیں پایا)۔

۴۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا۔'' (اور کوئی جائے نہ جائے میں ضرور جاؤں گا)

۵۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا۔'' (آج یا پرسوں نہیں، کل جاؤں گا)

۶۔ ''میں کل دہلی جاؤں گا!'' (بمبئی یا بنگلور نہیں دہلی جاؤں گا)

آپ نے دیکھا کہ لہجے اور صوت کے اتار چڑھاؤ میں ان چاروں لفظوں میں کیا معنی پیدا کیے۔ جملہ استفہامیہ ندائیہ سے خبریہ اور انشائیہ ہوگیا اسی نہج پر اور آدھی درجن صورتیں اس جملے کی نکل سکتی ہیں۔ فصاحتِ متکلم کی حقیقت بس یہی اور اتنی ہے۔ یہ بھی اردو زبان کا خاص کمال ہے۔ [۲۲]

مترادفات کا ذخیرہ:

اردو کے تموّل کا اندازہ مختلف الفاظ کے مترادفات اور مختلف کیفیات کے اظہار کے لیے مختلف مترادف الفاظ کا انتخاب ہے۔ ایک معمولی لفظ ''خوف'' کو لیجیے اس کے کتنے مترادف الفاظ، مرکبات، وضع یا اختراع کیے یا تصرف سے کام میں لائے گئے اور ان کو وہ معنی پہنائے کہ نفسیات کا ماہر دنگ رہ جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

دبدا، جھجک، ہچکچک، سانسا، کھٹکا، دھڑکا، سہم، سناٹا، دھچکا، ڈر، سنسنی، لرزہ، دھک، ہول، ہلہلا، سکتہ، دہشت، بھونچکا، بے سدھ، ٹھنڈے پسینے، ہاتھ پیر چھوٹ گئے، دھک دھک، دل ڈوبنا، دل بیٹھنا، نبض ڈوبنا، اوسان خطا ہونا، ہوش اڑنا، ساکت ہونا، خون جم جانا، خوف ہڈیوں میں اتر جانا، کھڑکا، ٹھٹکا، تِلّی پھیلنا، ہاتھ پیر ٹھنڈے ہونا، آنکھیں پتھرانا، سن ہوجانا، سنسنانا، چپ لگنا۔

یہ سب کلمے خوف کے مختلف درجوں کو واضح کرتے ہیں اور پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہماری زبان کا دامن کتنا فراغ ہے۔ [۲۳]

''مرتکا'' سے اول بدل ہوتے ہوتے ماٹی بنا۔ اس بھاشا کی ماٹی کو انھوں نے مٹی بنالیا اور اس سے نہایت اہم مرکب توصیفی تیار کیا یعنی نمیالا۔

ریختی اردو کی صنف خاص:

ریختی کا وجود دنیا کی کسی زبان میں نہیں ملتا۔ یہ صنف بھی اردو کی خاص ہے۔ عموماً

اکتالیس XLI

اسے لکھنوی تہذیب کے زوال کا شاخسانہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس کے موجد بھی اہل لکھنو قرار دیے گئے لیکن برجموہن کیفی کی رائے مختلف ہے۔ ''اس میں بھی لکھنؤ الزام کا اتنا مستوجب نہیں جتنی دلی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابتذال اور بدعنوانی کی محرک ریختی ہوئی اور ریختی کی ایجاد میں لکھنؤ قطعاً معصوم ہے۔ ریختی رنگین یا انشا کی ذات سے اٹھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر لکھنؤ کی اخلاقی اور معاشرتی آب وہوا ایسی نہ ہوتی تو انھیں ریختی کی ایجاد کا خیال بھی نہ آتا کیوں کہ دلی میں اور بھی ریختی گو شاعر ہوئے ہیں۔ ایک محشر ہی تھے جو غالباً میر صاحب کے آخری زمانہ میں یا اس سے کچھ بعد اپنی ریختیوں کا جزدان بغل میں مار کر دلی سے لکھنؤ پہنچے۔ بات یہ ہے کہ آصف الدولہ کا فیض آباد سے لکھنؤ آنا تھا کہ برے بھلے چھوٹے بڑے ہر قسم کے آدمی تمام شمال مغربی ہند سے کھچ کر لکھنؤ پر چڑھائی کر کے آگئے اور بے چارے لکھنؤ کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ کھوٹے کھرے، اچھے برے کی تمیز کر سکتا۔ پہلے جس کے ہتے چڑھ گیا۔ وہی اس کے دل ودماغ پر چھا گیا''۔ [۲۴]

ریختی اب قصہ پارینہ بن گئی ہے اور مغرب کی تہذیب، فلسفہ انسانی حقوق و معاشیات، مابعد الطبیعات، علمیات، روایات، فلسفہ آزادی، فلسفہ مساوات، ثقافت، معاشرت، اخلاقی اقدار اور سرمایہ دارانہ نظام کے قیام کے بعد سرمایہ دارانہ شخصیت، تہذیب اور معاشرت نے ذرائع ابلاغیات کے ذریعے ہر فن کو ''ریختی'' بنا دیا ہے۔

اردو زبان کے آغاز میں صوفیاء اور درویشوں کا بنیادی کردار ہے اس لیے اردو کا مزاج شروع سے مذہبی رہا ہے۔ ریختی کا دور بھی اردو شاعری میں بہت مختصر رہا اور زوال لکھنؤ کے ساتھ ہی یہ صنف سخن بھی لحد میں اتر گئی لیکن مغرب نے اردو شاعری کی اس صنعت کو ذرائع ابلاغیات کے ذریعے سفلی جذبات اور بہیمانہ احساسات کے نگار خانے میں تبدیل کر دیا ہے جہاں خواہش نفس ہی الٰہ ہے اور اس کی پرستش مغرب کا متفقہ عقیدہ ہے۔

اردو اپنی نوعیت کی واحد زبان:

دنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ زبان بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتی کہ وہ دوسری زبانوں کے اثرات یا الفاظ سے یکسر خالی ہے اردو زبان بھی اس قانون فطرت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُردو زبان میں خود اس کا اپنا کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سارا سرمایہ دوسری زبانوں سے آیا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اردو کی بنیاد ہی مختلف زبانوں کے اشتراک پر رکھی گئی ہے۔ چناں چہ اردو زبان کا کوئی ایک فقرہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس میں دو تین زبانوں کے الفاظ شامل نہ ہوں۔ مثلاً

ترکی (ازبک) الفاظ: اردو، بیگم، توپ، اتالیق، قلی، قورمہ، خاتون، باورچی

عربی الفاظ: صندوق، کرسی، قلم، کتاب، دوا، علاج،

فارسی الفاظ: گل وغنچہ، برگ وبار، آب اور خاک

پرتگالی الفاظ: پیپا، بالٹی، تولیہ، نیلام، فیتہ، مستول، پادری

رومانوی لفظ: کمرہ

چینی الفاظ: چائے، تام جھام، چوں چوں (چوں چوں کا مربہ) چیکو

ملائی الفاظ: باپ اور گودام ملایا میں بھی انہیں معنوں میں اسی طرح بولے جاتے ہیں۔

یونانی الفاظ: فیلسوف اور اصطرلاب، ڈرامہ

سنسکرت الفاظ: پنڈت، رشی، ورشا

مقامی الفاظ: کھانا، اٹھنا، بیٹھنا، لکھنا، پڑھنا قدیم مقامی بولیوں اور بھاشا یا ہندی سے لیے گئے ہیں۔

اس کے باوجود اردو کی تعمیر دوسری زبانوں سے الگ تھلگ اپنے طور پر ہوئی ہے دوسری زبانوں سے استفادہ کیا ہے لیکن کسی کی تقلید یا تتبع کو اپنا شعار نہیں بنایا۔ اس نے اپنی

ساخت، مزاج اور سیرت کو کبھی دوسری زبانوں کے تابع نہیں کیا۔ اس کی اپنی ایک علیحدہ مستقل حیثیت ہے اور وہ اپنی ظاہری و معنوی خصوصیات و محاسن کے اعتبار سے دنیا کی اہم زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔ [۴۵]

اردو عربی فارسی کا تقابل:

اردو شاعری نے وزن بحر اور اصناف سخن مثلاً غزل قصیدہ۔ رباعی اور مثنوی وغیرہ میں بے شک فارسی عربی دونوں کی پیروی کی ہے لیکن اپنے اثر، لب ولہجہ اور موضوع کے اعتبار سے اردو ادب یا شاعری فارسی اور عربی سے الگ مزاج رکھتی ہے نثر میں اردو افسانہ، ڈرامہ، ناول اور تنقید وغیرہ کے شعبے ایسے بلند معیار کو پہنچ گئے ہیں کہ موجودہ فارسی یا عربی ان سے آنکھ نہیں ملا سکتی۔ اردو نے اپنی ساخت، مرکبات کے اصول اور قواعد میں ہر زبان سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن بہ حیثیت مجموعی وہ کسی کی پابندی نہیں رہی بلکہ اس نے اپنی لغت۔ اپنا اسلوب، صرفی ونحوی قاعدے۔ واحد جمع اور تذکیر و تانیث کے اصول الگ بنا لیے ہیں اور انہیں کی پابندی اردو کی فصاحت و بلاغت اور حسن و اثر کا معیار متعین کرتی ہے۔ اردو نے ان زبانوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا ہے جو ٹکر کی زبانیں آپس میں کرتی ہیں۔ اردو نے جو الفاظ دوسری زبانوں سے لیے ہیں ان کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا بلکہ پوری آزادی اور خود مختاری کے ساتھ دیکھا بھالا۔ جانچا پرکھا ہے جو اس کے مزاج کے موافق تھے انہیں جیسے تھے ویسے ہی رہنے دیے۔ جو مزاج کے خلاف پڑے انہیں بے دھڑک کاٹا پیٹا چھانٹا۔ گھسا گھسایا۔ اور چھیل چھال کر اپنی پسند کا بنا لیا۔ کانٹ چھانٹ اور تبدیل و تصرف کا یہ عمل جسے اردو بنانا یا مورد کرنا کہنا چاہیے۔ [۲۶]

اردو کسی کی مقلد نہیں:

اردو کے بیشتر الفاظ اگرچہ دوسری زبانوں سے لیے گئے ہیں لیکن ان کے استعمال میں اردو والے اصل زبان کے اصول کے پابند نہیں ہیں کیوں کہ اردو مخلوط اور مشترک زبان

ہونے کے باوجود کسی زبان کی مقلد یا تابع نہیں ہے۔ حروف تہجی سے لے کر الفاظ کی ساخت۔ جملوں کی بناوٹ، تذکیر و تانیث اور واحد جمع کے اصول اور الفاظ کے استعمال تک میں اس کا اپنا معیار اور اس کا اپنا مخصوص لب ولہجہ ہے۔ مولوی عبدالحق اردو زبان کے مزاج و ساخت کے اس پہلو کو ذہن میں رکھ کر لکھتے ہیں ''یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جب کوئی لفظ ہماری زبان میں آ گیا اور اس طرح بس گیا تو وہ غیر زبان کا نہیں رہتا۔ ہمارا ہو جاتا ہے۔ اسے اگر ہم نکال دیں تو سوائے ہماری زبان کے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں رہتا۔ دوسری زبان میں مل جانے سے نہ اس کی وہ پہلی سی صورت اور چہرہ مہرہ رہتا ہے اور نہ سیرت و خصلت۔ وہ اگر اپنی اصلی زبان کی طرف جائے گا تو پہچان بھی نہ پڑے گا اور کوئی اسے وہاں گھسنے نہ دے گا مولوی عبدالحق کا بیان کردہ اصول نیا نہیں یہ اصول انشاء اللہ خان انشاء نے ''دریائے لطافت'' میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے اس اصول میں اردو کی روح مکمل طور پر سمو دی گئی ہے۔

اس اختلاط اور دخیل الفاظ کے اس طریق کار سے اردو گھاٹے میں نہیں رہی بلکہ اس میں ایک زبردست وسعت، قوت روانی اور توانائی پیدا ہو گئی ہے کہ ادیب و شاعر کو ہر قسم کے خیالات کو نئے ڈھنگ سے ادا کرنے اور صحیح و موزوں لفظ کے انتخاب میں جو سہولت ہے وہ شاید ہندوستان کی کسی دوسری زبان نہ ہو۔ [۴۷]

اردو کا بین الاقوامی مزاج:

(ا) اردو ایک مخلوط زبان ہے۔ اس کا مزاج اس لحاظ سے بین الاقوامی ہے کہ اس میں دنیا کی اکثر زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اس بین الاقوامی مزاج کے باعث اردو کے مزاج میں سختی۔ خشکی اور یک رنگی نہیں بلکہ لچک، شگفتگی اور رنگا رنگی ہے۔

(ب) اردو کسی زبان کی مقلد یا تابع نہیں ہے بلکہ صورت و سیرت دونوں اعتبار سے ایک الگ اور مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

(ج) غیر زبانوں کے جو الفاظ اردو میں شامل ہیں وہ سب کے سب اپنے اصلی معنوں

اور صورتوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ بہت سے الفاظ کے معنی، تلفظ، املا اور استعمال کی نوعیت بدل گئی ہے۔

(د) اردو ایک مخصوص لب ولہجہ کی حامل ہے نہ صرف قواعد بلکہ فصاحت و بلاغت کا بھی وہ اپنا جداگانہ معیار رکھتی ہے۔

کیا اردو آریائی خاندان کی زبان ہے؟

اسلام اور قرآن کے توسط سے فارسی وار دو دونوں سامی خاندان کی زندہ زبان عربی سے متاثر ہوئی ہیں لیکن ان کا بنیادی تعلق آریائی خاندان کی زبانوں سے ہے اردو کی قواعد کے صرفی ونحوی اصول اور لفظ سازی کے قاعدے زیادہ تر آریائی طرز پر بنائے گئے ہیں اس لیے علمائے زبان نے اسے آریائی خاندان کی ایک شاخ بتایا ہے۔ لیکن مولانا ابو الجلال ندوی اور ڈاکٹر خالد حسن قادری کی تحقیقات اس کے برعکس ہیں۔ اس سلسلے میں جریدہ کا شمارہ ۲۱، شمارہ ۲۲ اور شمارہ ۲۳ کا مطالعہ ضروری ہے۔ [۲۸]

کیا اُردو کسی دوسرے رسم الخط میں لکھی جا سکتی ہے:

زبان اور رسم الخط دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، ان میں جسم و روح کا تعلق ہے اور رسم الخط زبان کا لباس نہیں بلکہ اس کی جلد کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ خیال گمراہ کن ہے کہ کسی زبان کو دوسری زبان کے رسم الخط میں پوری صحت کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے اگر یہ ممکن ہوتا تو ہر زبان کے لیے ایک جداگانہ رسم الخط کی ضرورت نہ ہوتی، تمام زبانیں ایک ہی قسم کے حروف یا رسم الخط کی ضرورت نہ ہوتی، ساری زبانیں ایک ہی قسم کے حروف یا رسم الخط سے اپنا کام چلا لیتیں۔ مثلاً چند الفاظ دیکھیے۔

HEAD(۱)   HID(۲)   HELL(۳)   HILL(۴)

اگر انہیں اردو میں لکھا جائے تو "ہڈ" اور "ہل" کے سوا کسی اور طرح لکھنا ممکن نہ ہوگا، ظاہر ہے کہ یہ مجبوری ادائے تلفظ میں حارج ہوگی، اب ذرا ان لفظوں کو دیکھیے۔

(۱) I، EYE(۲) AIR، HEIR HEAR(۳) BIRTH، ERTH

(۴) WHOLE، HOLE (۵) DIE، DYE (۶) FOUL، FOWL

(۷) LOSE، LOOSE (۸) LAWYER، LIAR (۹) FOR، FAR

(۱۰) SEE، SEA (۱۱) SUN، SON.

انہیں اردو میں علی الترتیب۔ آئی، ہیر، برتھ، ہول، ڈائی، فاوَل، نور، لائر، فار، سی، اور سن لکھا جائے گا اور یہ سمجھنا مشکل ہوگا کہ انگریزی کا کون سا لفظ اس جگہ مراد ہے انگریزی۔ ہم صوت اور ہم تلفظ الفاظ ایک دو نہیں ہزاروں ہیں۔ اس لیے وہ اردو رسم الخط میں معنوی الجھن پیدا کریں گے۔ ایک مثال اور دیکھیے۔

MAN، MEAN، MAIN

میں سے انگریزی میں ہر ایک اپنا جدا تلفظ اور معنی رکھتا ہے لیکن اردو رسم الخط میں یہ سب ''میں'' کی صورت میں لکھے جائیں گے اور ان کے تلفظ و معنی تک پہنچنا دشوار ہوگا۔ بعض انگریزی الفاظ تو ایسے ہیں کہ انھیں کسی طرح اردو میں لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ مثلاً

Sure، Cure، Pure

اُردو میں ''پیور''، ''کیور''، ''شیور'' کی شکل میں لکھے جائیں گے اور اپنا تلفظ یکسر کھو بیٹھیں گے انگریزی کے BATCH اور BADGE، CATCH کی صورت اردو میں ترتیب وار ''کیچ، بیج، اور بیچ، ہو جائے گی اور یہ اردو کے بامعنی لفظ بن جائیں گے۔

انگریزی میں حروف علت (VOWEL) یعنی O، I، E، A اور U کی آوازیں اکثر الفاظ میں ایک سی ہو جاتی ہیں مثلاً OUGHT، SIR، EARLY، ALL اور UGLY وغیرہ ظاہر ہے کہ اُنھیں اردو رسم الخط میں الف یا ع سے لکھا جائے گا اور تلفظ و معنی دونوں کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔

یہی دشواریاں اردو کو انگریزی حروف میں لکھنے سے پیدا ہوں گی۔ اردو میں حروف

ہجّی یعنی آوازوں کی تعداد کثیر ہے۔ ظاہر ہے کہ انگریزی کے چھبیس حروف ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ بہت سی آوازیں ایسی ہیں جو انگریزی یا رومن رسم الخط میں موجود نہیں ہیں مثلاً۔

د، ڑ، ژ، ت، ط، ع، غ، خ، ق وغیرہ کی آوازوں کو لیجیے اور دل، پہاڑ، تمام، طالب، وسیع، غریب، خدا، کو انگریزی میں لکھیے تو بالترتیب ان کی صورت یہ ہوگی KHUDA،GHRIB،WASI،TALIB،TAMAM،PAHAR،DIL یعنی دل کو ڈل، پہاڑ کو پہار، تمام کو ٹمام، طالب کو ٹالب، وسیع کو وسی، غریب کو گریب اور خدا کو کھدا لکھا جائے گا۔ اس سے تلفظ و معنی دونوں بری طرح مجروح ہوں گے۔ اگر THAT کی مثال دے کر یہ کہا جائے د کی آواز TH سے، غ کی آواز GH سے اور خ کی آواز KH سے پیدا کرلی جائیں گی تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ

دھ، گھ، کھ وغیرہ کی آوازیں کہاں سے آئیں گی؟ چناں چہ اگر مندرجہ ذیل الفاظ انگریزی میں لکھے جائیں۔

غُل، گُھل، دم، تھم، خر، کھر وغیرہ

تو ان کی صورتیں یہ بنیں گی اور اوپر کے لفظوں میں سے صرف ایک ہی سمجھا جائے گا۔

KHAR, THAM, GHUL

ایسی ہی مشکلات، ا اور ع، ح اور ہ، ث، ص، س اور دوسری مشابہ الصوت حروف کی آوازوں میں پیش آئیں گی اور ان کے ذریعے صحیح تلفظ و معنی کا اخذ کرنا ناممکن ہوگا۔ ان امثال و تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان کا رسم الخط اس کے اپنے مزاج اور ساخت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اسی میں صحیح طور پر پڑھی جاسکتی ہے اور اسی میں لکھی جاسکتی ہے۔ [۲۹]

زبانوں کی اقسام:

زبان میں بول چال کی بنیادی منزل فرد کی زبان ذاتی بولی idiolect ہے اس کے بعد مختلف سماجی گروہوں کی Dialect اور Colloquial یا بولیاں ہوتی ہیں جو مخصوص علاقوں

سے متعلق ہوتی ہیں۔ پھر زبان Language کا ظہور ہوتا ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی اعلیٰ اور ادنیٰ زبان کا تعین ہوتا ہے۔ بمبئی، دہلی، ہریانہ، دکن، گجرات، بمبئی، لکھنو اور پنجاب کی بولیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔ لیکن علمی، ادبی، تحقیقی اور تعلیمی زبان ایک رہتی ہے۔

دنیا کی تمام زبانوں میں زبان (Language) دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے۔

(۱) زبان معلّی (High Language) انگریزی میں اسے Kings English یا High Language، ہسپانوی میں Castillano ہسپانوی معلّی (قشطالوی)، فرانسیسی میں La Langue Parissien فرانسیسی معلّی اور جرمن میں اسے Hochdeutsch جرمن معلّی کہتے ہیں۔ (۲) عامیانہ زبان (Low Language) کو ہسپانوی میں Mestizo، وحشیوں کی زبان espanol / universal / americano اور عامیانہ زبان اور فرانسیسی میں La Langue / Basse / Crepus/ Simple کہتے ہیں۔ جرمن میں اسے Plattdeutsch جرمنِ عامہ کہتے ہیں لیکن ہندوستان کا معاملہ مختلف ہے۔

سنیتی کمار چٹرجی نے کھڑی بولی کو پانچ اسالیب میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) اردو، (۲) اونچی ہندی یا ناگری ہندی، (۳) ہندوستانی (۴) ورنا کیولر ہندوستانی

(۵) بازاری ہندی یا بازاری ہندوستانی (Low Hindi) [۳۰]

زبانوں کی مقامی بولیوں کے علاوہ سماجی بولیاں Social dialects، اور ذاتی بولیاں Cast dialects بھی ہوتی ہیں۔ ذاتی بولیاں مختلف ذاتوں سے مخصوص ہوتی ہیں، چناں چہ کولیوں کی مرہٹی، سنار، واڈول، پربھو اور برہمن مرہٹی علیحدہ بولیاں ہیں۔

اس طرح برہمنوں میں چتپاون برہمنوں، یجروید ی برہمنوں یادگنی اور دیسی برہمنوں کی بولیوں میں بھی صوتی وصرفی نحوی اختلافات پائے جاتے ہیں۔

گجراتی کا بھی یہی حال ہے۔ بمبئی شہر میں گجراتی کی پانچ بولیاں عام ہیں احمد آبادی گجراتی، سورتی گجراتی، پارسی گجراتی، بوہرہ گجراتی اور کچھی اور مارواڑی گجراتی جن میں اول الذکر

معیاری یا خالص گجراتی تسلیم کی جاتی ہے۔[۳۱]

اردو کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ عامیانہ اردو اور اردوئے معلیٰ کے علاوہ اس کی کئی اقسام اور بھی ہیں۔

قلعہ معلیٰ جہاں اردو معیاری اسلوب میں بولی جاتی تھی وہاں بادشاہ وقت بہادر شاہ ظفر شعر ادب کی محفلوں میں اردو کا جادو جگاتے تھے، ان کے بھانجے صاحب عالم مرزا فخر الدین عرف مخرو الملقب بہ مرزا چپاتی اردو زبان کی مختلف اقسام کے بارے میں بتاتے ہیں۔

اردو زبان کی سات اقسام:

''اول نمبر پر تو اردوے معلیٰ ہے جس کو ماموں حضرت اور اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے والے بولتے تھے۔ وہاں سے شہر میں آئی اور قدیم شرفا کے گھروں میں آچھپی (۲) دوسرا نمبر قُل آعوذی اردو کا ہے جو مولویوں، واعظوں اور عالموں کا گلا گھونٹتی رہتی ہے۔ (۳) تیسرے خود رنگی اردو۔ یہ ماں ٹینی باپ کلنگ والوں نے رنگ برنگ کے بچے نکالے ہیں۔ اخبار اور رسالوں میں اسی قسم کی اردو، ادب کا اچھوتا نمونہ کہلاتا ہے۔ (۴) چوتھے ہڑدنگی اردو مسخروں اور آج کل کے قومی بلّم ٹیروں کی منہ پھٹ زبان ہے۔ (۵) پانچویں لفنگی اردو ہے جسے آکا بھائیوں کی لٹھ مار، کڑا کے دار بولی کہو یا پہلوانوں، کرخن داروں، ضلع جگت کے ماہروں، پھبتی بازوں اور گلیر وں کا روزمرہ۔ (۶) چھٹے نمبر پر فرنگی اردو ہے جو تازہ ولایت انگریز۔ ہندوستانی عیسائی، ٹوپ لگائے ہوئے کرانی، دفتر کے بابو، چھاؤنیوں کے سوداگر وغیرہ بولتے ہیں۔ (۷) پھر ایک سر بھنگی اردو ہے یعنی چرسیوں، بھنگڑوں، بینواؤں اور تکیے داروں کی زبان[۳۲]

کون سا تلفظ معیاری ہے دہلی یا لکھنؤ؟

معیاری تلفظ وہ ہے جو بازاری اور علاقائی اثرات سے پاک ہو۔

One free from vulgarism and provincialism

لیکن سوال یہ ہے کہ کون سا تلفظ معیاری ہے یا دوسرے لفظوں میں اردو کی کون سی بولی معیاری ہے۔

آدھا کتا آدھا ہرن:

انشاء اللہ خان انشاء دلی کی علاقائی بولیوں پر سخت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ''آدھا کتا آدھا ہرن'' ہیں۔

قدماء میں خان آرزو نے عبدالواسع کی غرائب اللغات پر اپنی کتاب ''نوادر الالفاظ'' میں یہی اعتراض کیا ہے کہ وہ علاقائی خصوصیات کے تابع ہے اس لحاظ سے وہ زبان جو اس نے پیش کی جاہلوں کی زبان ہے۔ آرزو اسے ''زبان جہال'' کہتے ہیں۔

دلی معیار ہے!

میر امن باغ و بہار کے مقدمے میں لکھتے ہیں ایک بار گی تباہی پڑی رئیس وہاں کے میں کہیں تم کہیں ہو کر جہاں سینگ سمائے نکل گئے جس ملک میں گئے وہاں کے آدمیوں کے ساتھ سنگت سے بات چیت میں فرق آیا اور بہت سے ایسے ہیں کہ دس پانچ برس کو سبب سے دلی گئے اور رہے وہ بھی کہاں تک بول سکیں گے۔ جو شخص سب آفتیں سہہ کر دلی کا روڑا ہو کر رہا اور دس پانچ پشتیں اسی شہر میں گزاریں اور اس نے دربار امراؤں کے اور میلے ٹھیلے عرس چھڑیاں سیر تماشہ اور کوچہ گردی اس شہر کی مدت تک کی ہوگی اور وہاں سے نکلنے کے بعد اپنی زبان کو لحاظ میں رکھا ہوگا اس کا بولنا البتہ ٹھیک ہے''۔ میر امن زبان دہلی کے معاملے میں میر تقی میر کے ہم خیال ہیں۔ میر صاحب دلی اجڑنے پر لکھنؤ گئے تو راستے میں تانگے والے سے بات نہ کی کہیں زبان خراب نہ ہو جائے۔ باغ و بہار کے مقدمے میں وہ میر کی فکر دوسرے اسلوب میں بیان کرتے ہیں۔

زبان دان کون؟

مرزا رجب علی بیگ سرور لکھنوی نے میر امن کی دہلوی زبان کے معیاری ہونے پر

اعتراض کیا۔ ''میرامن نے دلی کے روڑے اٹکائے ہیں محاوروں کے ہاتھ پیر توڑے ہیں''۔ داغ دہلی کی اردو کے سوا اردو کو معیاری نہیں مانتے۔ معیاری تو دور کی بات ہے وہ اہل دہلی کے سوا کسی کو زبان داں بھی نہیں سمجھتے۔ ان کا شعر ہے:

بعضوں کو گماں یہ ہے کہ ہم اہل زبان ہیں
دلی نہیں دیکھی تو زبان داں یہ کہاں ہیں

سند دہلی نہیں گوالیری ہے:

شمالی ہند میں بھی اگرہ کے دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے دہلی کی اردو کھڑی بولی پر گوالیار، آگرہ، متھرا کی برج بھاشا کا ایسا اثر پڑا تھا کہ اٹھارویں صدی میں ''خان آرزوؔ'' نے ''زبان گوالیری'' سے سند لی اور دلی کی بول چال کے مقابلے میں اسے فصیح قرار دیا گیا۔ [۳۳]

کوریائی، چینی اور جاپانی زبانوں کی مشکلات:

چینی زبان دنیا کی دوسری بڑی اور اہم ترین زبان ہے لیکن چینی زبان ایک بہت بڑے معمے کی مثال ہے۔ یہ زبان شروع شروع میں علامات کے ذریعے لکھی جاتی تھی لیکن بعد میں خاص خاص مرکب الفاظ بنا کر انھیں نام دے دیے گئے جن سے مختلف آوازیں ادا کی جا سکیں۔

یہ مرکب الفاظ حروفِ تہجی نہیں کہلاتے بلکہ انھیں علامات character کہا جاتا ہے لہٰذا چینی زبان میں حروف تہجی کی کوئی حیثیت نہیں اور مرکب الفاظ سیکھے اور جانے بغیر زبان نہیں سیکھی جا سکتی۔ مثال کے طور پر پہلی یا دوسری جماعت کے ایک چینی طالب علم کے لیے لازم ہے کہ وہ تقریباً دو ہزار مرکب الفاظ یا character ذہن نشین کر لے اس سے اسے آگے بڑھنے میں آسانی ہوگی ورنہ راستہ بڑا کٹھن ہوگا۔ اسی طرح اس زبان میں اخبار کا مطالعہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کم از کم پانچ ہزار مرکب الفاظ سے بخوبی واقف نہ ہوں۔

کم وبیش یہی صورت حال جاپانی کوریائی زبان کو بھی درپیش ہے۔ کوریائی زبان میں عموماً دو لفظوں کو ملا کر معنی بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً آنسو لکھنا ہو تو وہ پانی اور آنکھ کے مرکب الفاظ سے آنسو کا اظہار کریں گے۔ آنسو جیسے قیمتی اظہار کے لیے کوریائی زبان میں کوئی لفظ نہیں اردو اس ضمن میں مالا مال ہے۔

اردو، ہندی اور انگریزی رسم الخط کا تقابلی جائزہ:

اردو	ہندی	انگریزی
ا	[illegible]	A
ب	[illegible]	B
ک	[illegible]	C
ڈ	[illegible]	D
ف	[illegible]	F

ان حروف کو بچوں سے لکھوائیے اور خود لکھ دیکھیے۔ اردو حروف ہندی، انگریزی کے مقابلے میں آسان ثابت ہوں گے اور کم وقت اور کم جگہ میں بنائے جا سکیں گے۔ یہاں ایک اور پہلو کی وضاحت ضروری ہے، اردو میں حروف تہجی کی تعداد زیادہ ہے لیکن تعداد کی زیادتی کے باوجود ان کا بنانا اور ان پر قابو پالینا آسان ہے۔ [۳۴]

اردو حروف کی پندرہ بنیادی شکلیں:

حروف تہجی غور سے دیکھیے:

(۱) ا (۲) ب، پ، ت، ٹ، ث (۳) ج، چ، ح، خ، (۴) د، ڈ، ذ، (۵) ر، ڑ، ز، ژ (۶) س، ش، (۷) ص، ض (۸) ط، ظ، (۹) ع، غ (۱۰) ق، (۱۱) ک، گ (۱۲) ل، (۱۳) م (۱۴) ہ (۱۵) ی

ان میں صرف پندرہ شکلیں بنیادی ہیں، اگرچہ ان پندرہ حروف پر قابو پالیا جائے تو

ان کی مدد سے تمام دوسرے حروف بہ آسانی بنائے جاسکتے ہیں۔ اس لئے کہ باقی حروف صرف لفظوں یا مرکز کے اضافے سے بن جاتے ہیں اردو کے حروف بناوٹ کے لحاظ سے حد درجہ سادہ اور اشکال کے اعتبار سے ناگری اور انگریزی سے بھی تعداد میں کم ہیں۔ ایک اچھا استاد چند دن میں سارے حروف بچوں کے ذہن نشین کرا سکتا ہے۔ [۳۵]

اردو حروف چہرے سے پہچانے جاتے ہیں:

اردو رسم الخط کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ حروف کئی کئی شکلیں بدلتے ہیں اس لیے ان کے پہچاننے اور لکھنے میں دشواری ہوتی ہے، یہ اعتراض بھی غور وفکر کا نتیجہ نہیں بلکہ رسم الخط کی ظاہری صورت کو دیکھ کر وارد کر دیا گیا ہے، اردو میں حروف یقیناً اپنی شکلیں بدلتے ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل لفظوں کو دیکھیے:

باسط، طبیب، رباب، لباس، سامان، تسنیم، قلم، عقل، اخلاق

ان میں "ب"، "س" اور "ق" کی شکلوں پر غور کیجیے، لفظ کے آخر میں پورا حرف آیا ہے یعنی اصل شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، لفظ کے آغاز اور وسط میں شکل بدلی ہے، لیکن یہ تبدیلی دونوں جگہ ایک سی ہے۔ گویا حروف نے صرف ایک شکل بدلی ہے۔ [۳۶]

اردو کے گیارہ حروف شکل نہیں بدلتے:

یہ خیال بھی غلط ہے کہ اردو کے تمام حروف شکلیں بدلتے ہیں اردو کے حروف تہجی میں

ا، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، ط، ظ، و

ایسے ہیں جو ہر صورت میں پورے کے پورے لکھے جاتے ہیں، مندرجہ ذیل الفاظ پر نظر ڈالیے:

ا۔ اسیر، تالاب، نانا (۲) دوڑو، کدورت، اولاد (۳) ڈول، کبڈی، ٹھنڈ (۴) ذکر تذکرہ، کاغذ (۵) رشید، کرنال، افکار (۶) پٹیر، گڑبڑ، پہاڑ (۷) زہرہ، مزار، مرکز

(۸) ژالہ، مژدہ، رپورتاژ (۹) طلب، مطلب، بط (۱۰) ظاہر، مظہر، لفظ (۱۱) وحید، توحید، قابو [۳۸]

انگریزی رسم الخط کی مشکلات:

انگریزی میں سب سے پہلے بچے کو A سے لے کر Z تک بڑے حروف سکھائے جاتے ہیں۔ حالاں کہ ان کا مصرف انگریزی میں صرف اتنا ہے کہ وہ کسی اسم خاص اور جملے کے آغاز میں بالعموم استعمال ہوتے ہیں۔ دو چار مقامات پر اور ان کا استعمال ہوتا ہے۔ بڑے حروف کے بعد، ان حروف سے بالکل مختلف شکل کے حروف a, b, c, d وغیرہ بنوائے جاتے ہیں، حروف کی شکلیں اصل میں یہاں بدلی ہیں، پہلے حروف سے ان کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے، چناں چہ جتنا وقت پہلے حروف کے سکھانے میں صرف ہوگا اتنا ہی ان کے سکھانے میں لگے گا لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوئی، یہ حروف تو صرف لکھنے کے لیے سکھائے گئے ہیں۔ پڑھنے کے حروف ٹائپ میں، مندرجہ بالا دونوں قسم کے حروف سے الگ ہوں گے a, b, c, d, e وغیرہ، گویا جب تک کوئی بچہ انگریزی کے چھبیس حروف کو تین طرح سے لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، وہ انگریزی حروف تہجی جاننے کا دعویٰ ہی نہیں کرسکتا۔ [۳۷]

انگریزی کے اٹھہتر حروف لازمی ہے:

یعنی انگریزی کے اکثر حروف کم از کم تین طرح اور بعض چار طرح سے لکھے جاتے ہیں، چناں چہ جب تک کوئی بچہ انگریزی کے چھبیس حروف کو تین طرح سے یعنی اٹھہتر شکلوں میں پہچاننا اور لکھنا نہ جانتا ہو وہ انگریزی لکھنے پڑھنے کے لائق ہی نہیں ہوسکتا۔ بایں ہمہ کس قدر ستم ظریفی ہے کہ اس مشکل ترین حرف شناسی کو آسان سمجھا جا رہا ہے اور اردو کے آسان رسم الخط کو بغیر سوچے سمجھے مشکل ترین بتایا جا رہا ہے، یہ لاعلمی اور غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے۔ [۳۸]

ہر حرف کا نام اسی آواز سے جس کی علامت ہے:

اردو میں دنیا کی اور زبانوں کی طرح متحرک اور ساکن دونوں طرح کی آوازیں ہیں اور حروف غیر متحرک آوازوں کی علامتیں ہیں، اس لیے حرفوں کے نام ایسے رکھے گئے ہیں جو آوازوں کی کسی حرکت کو ظاہر نہیں کرتے اور اس طرح اردو رسم الخط ان بے اصولیوں اور دشواریوں سے محفوظ ہے جن کا سامنا انگریزی اور ناگری رسم الخط کو ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں حرف کا نام اسی آواز سے شروع ہوتا ہے جس کی وہ علامت ہے اور اس طرح حرفوں کے نام ان کی آوازوں کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

اردو رسم الخط انگریزی سے بہتر ہے:

انگریزی زبان صدیوں سے رومن حروف میں لکھی جا رہی ہے اور اس کے رسم الخط میں اصلاحیں بھی ہوتی رہی ہیں مگر اب بھی اس میں اتنی خرابیاں موجود ہیں کہ اردو کا موجودہ رسم الخط اس سے کہیں بہتر ہے۔ اس دعویٰ کی تفصیلی بحث بہت پھیلاؤ چاہتی ہے یہاں صرف چند باتیں مختصر طور پر بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ کہا جاتا ہے کہ اردو کی تحریر میں جو چیز سب سے زیادہ دشواری پیدا کرتی ہے وہ ہے کہ اس میں بعض آوازوں کے لیے کئی کئی حروف استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ بات صرف اس حد تک صحیح ہے کہ اردو میں تین آوازوں کے لیے دو دو حرف، ایک کے لیے تین حرف اور ایک کے لیے چار حرف ہیں، مگر ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو ایک سے زیادہ آوازوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے بعض لفظوں کو لکھنے میں تو کچھ دقت ہو سکتی ہے مگر ان کو پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ صرف چند لفظ ایسے ہیں جن میں ن کا حرف میم کی آواز دیتا ہے مگر ایسا صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کسی لفظ میں ساکن نون کے بعد متحرک ب آتی ہے۔ جیسے سنبزہ، عنبر، سنبل، اس

کے خلاف انگریزی کی تحریر میں جہاں ایک ایک آواز کے لیے کئی کئی حرف ہیں وہاں ایک ایک حرف کی کئی کئی آوازیں بھی ہیں، اس لیے جو دقت بولے ہوئے لفظوں کے لکھنے میں پیش آتی ہے وہی لکھے ہوئے لفظوں کو پڑھنے میں بھی پیش آتی ہے اور انگریزی لکھنا، پڑھنا اردو لکھنے پڑھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

۲۔ اردو میں ہر آواز ایک مفرد حرف سے ادا کی جاتی ہے، انگریزی میں مرکب اور دہرے حرفوں سے بھی بہت کام لیا جاتا ہے اور ایسے حرفوں کی آوازیں بھی ہمیشہ ایک سی نہیں رہتیں، مثلاً Ch کہیں چ کی آواز دیتا ہے کہیں ''ک'' کی اور کہیں ''ش'' کی۔

۳۔ اردو میں عربی لفظوں کی ابتداء میں کبھی کبھی الف لام لگا دیا جاتا ہے جو تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتا ہے اور ان دو حرفوں میں کبھی ایک بھی دونوں کوئی آواز نہیں دیتے۔ اسی طرح فارسی کے چند لفظ ہیں جن میں واؤ کا حرف کوئی آواز نہیں دیتا جیسے خواب، خواہش۔ مگر ان دونوں چیزوں کے لیے قاعدے مقرر ہیں۔ انگریزی میں خاموش حروف جو بالکل بے ضرورت ہوتے ہیں، کثرت سے آتے ہیں ہر جگہ آسکتے ہیں اور کسی مقررہ قاعدے کی پابندی نہیں کرتے۔

۴۔ اردو میں حرفوں کی حرکتوں کو ظاہر کرنے کے لیے تھوڑی سی مفرد علامتیں ہیں۔ ہر علامت صرف ایک حرکت کے لیے اور ہر حرکت کے لیے صرف ایک علامت ہے۔ انگریزی میں حرکتوں کی یہ علامتیں، جو حرفوں کی شکل میں لکھی جاتی ہیں۔ وہ بھی حروف صحیح کی طرح مفرد، مرکب، دوہری اور بے ضرورت سبھی طرح کی ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اس کے باوجود نہ کسی حرکت کے لیے کوئی ایک علامت مخصوص ہے نہ کسی علامت کے لیے کوئی ایک حرکت مخصوص ہے۔ مثلاً Flow, Rood, For, Go, Shoulder ان پانچ لفظوں میں

ایک ہی حرکت کے لیے پانچ علامتیں استعمال کی گئی ہیں یعنی ,ou, ow, oa
oe, o اس کے خلاف shoe, poet, does اور foe ان چار لفظوں میں
ایک ہی علامت oe چار مختلف حرکتوں کا کام دے رہی ہے۔

۵۔ اردو میں حرکت کی علامت ہمیشہ متحرک حرف کے ساتھ آتی ہے۔ انگریزی میں
اس کے خلاف بھی ہوتا ہے مثلاً Date, Joke, Time ان لفظوں میں
D اور J,F متحرک حرف ہیں۔ اس لیے حرکتوں کی علامتیں صرف انھیں حرفوں
کے بعد ہونا چاہیے تھیں۔ K,N اور T ساکن حروف ہیں۔ ان کے بعد حرکت کی
ایک علامت یعنی E کا آنا خلاف اصول بات ہے۔ [۳۹]

اردو کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا رسم الخط بہت کم جگہ گھیرتا ہے اس کے حروف
کو ملا کر لکھا جاتا ہے۔ اردو کے حروفِ تہجی کی تعداد ۵۰ ہے اس میں گیارہ حرف ایسے ہیں جو ہر
حال میں مکمل طور پر لکھے جاتے ہیں، ان کے علاوہ تمام حروف مختصر ترین شکل اختیار کر لیتے ہیں
لیکن اپنا بنیادی تشخص برقرار رکھتے ہیں۔ دنیا کی ۷۰ فی صد زبانیں رومن رسم الخط میں لکھی
جاتی ہیں۔ یہ خط زیادہ جگہ گھیرتا ہے جس کی وجہ سے طباعت کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔
مثلاً انگریزی زبان میں ۴×۷ کا ایک صفحہ جتنی جگہ گھیرتا ہے اردو اس کے نصف حصے میں سما جاتی
ہے۔

ایک انگریزی لفظ چھیانوے طریقوں سے لکھا جاسکتا ہے:

اردو کے فارسی رسم الخط اور انگریزی کے رومن رسم الخط کا مقابلہ اور موازنہ جو مختصر
اور سرسری طور پر یہاں کیا گیا ہے اس پر غور کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ اردو میں تحریر کی جو
دقت بیان کی جاتی ہے وہ انگریزی میں بدرجہا زیادہ ہے۔ مثلاً انگریزی کا ایک معمولی اور کثیر
الاستعمال لفظ ہے Conceive اس میں ابتدائی حرف C کی جگہ K اور D بھی لکھا جاسکتا
ہے۔ O کی جگہ U بھی آسکتا ہے۔ دوسرے C کی جگہ S بھی ہوسکتا ہے۔ EI کی جگہ

EE، IE اور EA بھی لکھا جا سکتا ہے اور آخری حرف E کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ بارہ تبدیلیاں ہیں جو اس ایک لفظ کی تحریری صورت میں کی جا سکتی ہیں۔ یعنی ان میں سے ایک یا زیادہ تبدیلیوں کے ساتھ اگر یہ لفظ لکھا جائے تو انگریزی کے موجودہ رسم الخط کے اعتبار سے اس کا یہی تلفظ باقی رہ سکتا ہے۔ اب اگر ایک ہی آواز کے حرفوں کو بدل بدل کر اس لفظ کو لکھیں تو اس کی چھیانوے صورتیں بن سکتی ہیں۔ اس بحث سے صاف ظاہر ہے کہ رومن حرفوں کی ذات میں یہ صفت داخل نہیں ہے کہ ان کو اختیار کر لینے سے پڑھنے لکھنے کی دقتیں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ [۴۰]

انگریزی کے اسی فی صد الفاظ کئی صورتوں میں لکھے جا سکتے ہیں:

انگریزی کے رسم الخط کی خرابی کی مثال میں جو لفظ اوپر پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام لفظوں کی حالت بالکل اسی کی سی نہیں ہے مگر انگریزی کے تقریباً اسی فی صد الفاظ ایسے ضرور ہیں جو ایک سے زیادہ اور بعض حالتوں میں بہت زیادہ صورتوں سے لکھے جا سکتے ہیں یعنی ان کا جو املا صحیح سمجھا جاتا ہے وہ کسی قاعدے پر مبنی نہیں ہے بلکہ صرف ایک رسمی اور روایتی چیز ہے۔ جسے حافظے کی مدد سے یاد کرا دیا جاتا ہے۔

انگریزی تلفظ کی خطرناک کمزوریاں:

اگر انگریزی کے رسم الخط کی ان تمام بے قاعدگیوں پر جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اصولی حیثیت سے نظر کی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ انگریزی میں تھوڑے سے لفظوں کو چھوڑ کر باقی تمام الفاظ کی حالت یہ ہے کہ ان کو سن کر صحیح صورت سے لکھ دینا یا لکھا ہوا دیکھ کر صحیح تلفظ سے پڑھ لینا ممکن نہیں۔ اس طرح انگریزی کا رسم خط اتنا مشکل دکھائی دے گا کہ اس کا پڑھنا لکھنا تقریباً محال معلوم ہونے لگے گا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسی رسم الخط کے ساتھ انگریزی ان عظیم زبانوں میں ہے جن کے پڑھنے اور لکھنے والے کی تعداد دنیا کی بیشتر زبانوں سے زیادہ ہے۔

رومن رسم الخط مشنریوں نے کیوں ترک کیا؟

یہ بات واضح ہوگئی کہ اردو رسم الخط ہر لحاظ سے بہتر ہے اور رومن رسم الخط کو اردو کے وجودہ رسم الخط پر ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ غیر ملکوں کی عیسائی مشنریوں نے جو نہ اردو کے طرف دار تھے نہ ہندی کے اور جنھیں نہ اردو کو فروغ دینا تھا نہ ہندی کو، جب شمالی ہند میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام شروع کیا تو ایک مدت تک اپنا تبلیغی لٹریچر رومن حرفوں میں چھاپتے رہے۔ مگر جب رومن رسم الخط کسی طرح مقبول نہ بن سکا تو آخر کار اس کو چھوڑ کر اردو، ناگری حرفوں میں اپنی کتابیں چھاپنے لگے جو تجربہ ایک مرتبہ کیا جا چکا ہے اس کو دہرانے کی کیا ضرورت ہے۔

رسم الخط بدلنے سے زبان کی ہیئت ہی بدل جاتی ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ موجود ہو تو بحث کی ضرورت نہیں۔ مِسر، گپت، سَر یواستو کے سے کثیر الاستعمال لفظوں کو جو ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے نام ہیں اور تو اور خود ہندو اور وہ بھی تعلیم یافتہ ہندو مِسرا، گپتا، سیریواستوا بولنے لگے ہیں۔ یہ رومن رسم الخط ہی کی برکت تو ہے۔ تانگا کو ٹانگا، تاتا کو ٹاٹا اور دالمیا کو ڈالمیا کر دینا بھی رومن حروف کا کارنامہ ہے۔ صرف یہی چند مثالیں یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ رومن حرف ہمارے لفظوں کی صورت بگاڑ کر زبان کی شکل ہی بدل دیں گے۔[۴۱]

ناگری رسم الخط کی مشکلات:

सरकार (سرکار) आदर्श (آدرش) क्रिया (کرشنٹر)

प्रकाश (پرکاش)

ان لفظوں میں ہندی کا حرف र (ر) چار خاص شکلوں میں استعمال ہوا ہے اور ہر شکل ایک دوسرے سے مختلف ہے، اسی طرح ہندی میں ''الف'' کی آواز अ اور अ दो شکلوں سے ظاہر کی جاتی ہے اور دونوں میں سے کوئی ایک جہاں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں

یعنی आदर्श (آدرش) کو आदरश کی شکل میں بھی لکھنا درست ہوگا۔ یہی حال "جھ" کی آواز کا ہے۔ झम झम (جھم جھم) کو ज्हम ज्हम کی شکل میں بھی لکھا جاسکتا ہے۔

نون غنہ کی آواز بھی ہندی میں کئی شکلوں سے پیدا کی جاتی ہے، ان لفظوں کو دیکھیے۔

(چاند) चाँद (گنگا) गंगा (کرشنا) क्रिष्णा

ہر لفظ میں نون غنہ کی آواز الگ الگ شکلوں سے پیدا کی گئی ہے علاوہ ازیں جس طرح اردو میں بعض حروف صرف اپنا چہرہ ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندی میں بھی حرف کا صرف ابتدائی حصہ بنایا جاتا ہے جیسا کہ حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔

(کچا) कच्चा (لڈو) लड्डू (کلن) कल्लन

(سجن) सज्जन

یعنی اردو میں جہاں تشدید کا استعمال ہوتا ہے، ہندی میں وہاں آدھا حرف لکھا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہندی میں آدھا حرف اکثر لکھا جاتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ اس کا کوئی اصول مقرر نہیں ہے جیسے

(کشٹ) कष्ट (گند) गन्द (ویاکل) व्याकुल

आत्मा (آتما) शब्द (شبد) وغیرہ۔

اس لحاظ سے اردو رسم الخط آسان ترین خط ہے۔ [۴۲]

ناگری خط کی کمزوریاں:

ناگری ڑ اور ڑھ کے لیے کوئی حرف نہیں ہے۔ ڈ اور ڈھ کے نیچے ایک نقطہ لگا کر یہ آوازیں ادا کرلی جاتی ہیں۔ اسی طرح چند قریب المخرج حرفوں کے نیچے نقطہ لگا کر خ، ذ، ز، ض، ظ، غ، ف، ق کی آوازیں ادا کرنے کا نہایت آسان طریقہ رائج تھا۔ لیکن اتر پردیش

کی ریاستی حکومت اور ملک کی مرکزی حکومت نے تعلیم، کتابت، طباعت وغیرہ کے بڑے بڑے ماہروں کے مشورے سے ناگری خط میں جو اصلاحیں کی ہیں ان کی رو سے اب یہ طریقہ ترک کردیا گیا ہے۔ اس طرح متعدد آوازیں ناگری رسم الخط سے خارج ہوگئیں اور اردو کے ہزاروں اور انگریزی، فرانسیسی وغیرہ کے سینکڑوں لفظ جن میں یہ آوازیں شامل ہیں اگر ناگری خط میں لکھے جائیں تو ان کی ہیئت ہی بگڑ جائے گی۔ فیض، پھیج، غالب، گالب، اور غزل، گجل ہوجائے گی۔ خزانہ رکھجانا، خربوزہ رکھربوجا اور افریقہ راپھریکا بن جائے گا۔ ٹیلی فون رٹیلی پھون، فرانس رپھرانس، فزکس رپھجکس ہوجائے گا۔

اردو کے نو منفرد حروف:

اردو میں ہم صوت الفاظ کی تعداد چودہ ہے۔ یہ خصوصیت اردو کے سوا کسی اور زبان کو حاصل نہیں۔

(۱) ا، ع، (۲) ت، ط (۳) ث، س، ص، (۴) ذ، ز، ژ، ظ، ض (۵) ح، ہ

اوپر کے ان پانچ گروہوں کی نمائندگی کے لیے ایک ایک حرف تو رکھنا ہی پڑے گا، صرف نو حروف یا ان کی آوازیں ایسی رہ جاتی ہیں جن کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ یہ اردو رسم الخط میں دقت پیدا کرتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نو حروف دنیا کی تمام زبانوں کے تمام خاندانوں کے تلفظ اور ہجے ادا کرنے کی مکمل اہلیت رکھتے ہیں۔ اس کے ذریعے مستقبل میں اردو کا دامن بہت وسیع ہوجائے گا۔ [۴۳]

انگریزی رسم الخط کی خامی:

انگریزی زبان میں ''چ، د اور ش'' کی آوازیں مستعمل ہیں، سینکڑوں ہزاروں الفاظ ہیں جن میں یہ آوازیں نکلتی ہیں، مثلاً

(۱) Future، Picture، Match، Chapter وغیرہ۔

(۲) Those، This، That وغیرہ۔

باسٹھ LXII

Admission،She،Motion(۳)

لیکن چ، د اور ش کی آوازوں کے لیے انگریزی زبان میں کوئی حرف مقرر نہیں ہے، حالاں کہ یہ آوازیں طرح طرح سے پیدا کی جاتی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کسی رسم الخط کا کھلا ہوا نقص ہے، اردو رسم الخط اس نقص سے پاک ہے، وہ ساری مستعمل آوازوں کے لیے مستقل حروف رکھتا ہے۔

انگریزی آوازوں کے نظام سے محروم زبان:

انگریزی زبان میں تو آوازوں کا کوئی نظام ہی نہیں ہے۔ نشانات کچھ ہیں، آوازیں کچھ نکلتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ اس زبان کے املا اور تلفظ پر قابو پانا سخت مشکل ہے۔ جب تک ہر لفظ کے معنی کے ساتھ اس کا املا اچھی طرح ذہن میں محفوظ نہ ہو لکھنا مشکل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے لفظ کے معنی کے ساتھ ساتھ ہجے بھی رٹائے جاتے ہیں۔ جس شخص کو جتنے لفظوں کے ہجے یاد ہوں گے عام طور پر وہ اتنے ہی الفاظ لکھنے پر قادر ہوگا، تجربہ بتاتا ہے کہ انگریزی کے جو الفاظ ہمارے استعمال میں آتے رہتے ہیں صرف انھیں کے ہجے ہمیں یاد رہتے ہیں اور انھیں کو ہم آسانی سے لکھ سکتے ہیں۔ باقی الفاظ کے املا میں ہمیں بار بار لغت کی ضرورت ہوتی ہے، انگریزی لغت میں ہر لفظ کے ساتھ اس کا تلفظ اسی لیے تو لکھا جاتا ہے کہ لفظ میں جو حروف استعمال ہوتے ہیں ان کے متعلق یہ معلوم کر لینا کہ وہ کس قسم کی آواز پیدا کریں گے بہت مشکل ہوتا ہے۔ [۴۴] چند مثالیں دیکھیے:

۱۔ انگریزی میں ''س'' کی آواز کے لیے بظاہر S کا حرف استعمال ہونا چاہیے اور اکثر ہوتا ہے جیسا کہ Sun، Sense وغیرہ میں لیکن Receipt اور (Centre میں س کی آواز "C" سے پیدا کر لی گئی ہے۔

۲۔ ''ش'' کی آواز بظاہر SH سے پیدا کی جاتی ہے جیسا کہ Shoe, She, Shave سے ظاہر ہے لیکن ''ش'' کی آواز اس کے علاوہ بھی متعدد طریقوں

سے پیدا کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل لفظوں کو دیکھیے :

(۱) Admission (۲) Tuition (۳) Patient (۴) Ocean (۵) Sure (۶) Machine (۷) Pressure (۸) Fashion (۹) Schedule

جس بچے کو یہ بتایا گیا ہو کہ ''ش'' کی آواز "Sh" سے پیدا ہوتی ہے وہ کس قیاس پر سمجھ لے گا کہ مندرجہ بالا لفظوں میں ''ش'' کی آواز کن کن حروف سے پیدا ہوگی چناں چہ جب تلک ہجے رٹے ہوئے نہ ہوں کسی بچے کے لیے ان الفاظ کا لکھنا محال ہے، اگر اس طرح کے ایک دو لفظ ہوتے تو کوئی بات نہ تھی۔ ہزار ہا الفاظ ہیں جن میں یہ دشواری پیدا ہوگی۔

۳۔ ''ک'' کی آواز کے لیے K اور Q، حروف موجود ہیں اس کے باوجود Cat اور Tact میں ک کی آواز "C" سے ظاہر کی گئی ہے۔

۴۔ ''ز'' کی نمائندگی کے لیے Z موجود تھا لیکن Has اور Please میں ز کی آواز S کی مدد سے پیدا کی گئی ہے۔

۵۔ ''ف'' کی آواز صرف F سے نہیں بلکہ Ph اور Ough سے بھی ظاہر کی جاتی ہے جیسے Prophet اور Rough میں۔

۶۔ ''ج'' کی آواز کی نمائندگی G اور J دونوں حرف کرتے ہیں جیسے Judge اور General میں۔

۷۔ ''چ'' کی آواز کے لیے کوئی حرف موجود نہیں ہے پھر بھی کبھی Ch سے اور کبھی Ture سے اسے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً Match اور Picture وغیرہ میں۔

سب جانتے ہیں کہ انگریزی میں حروف سے آواز کا کچھ زیادہ تعلق نہیں ہوتا اسی لیے کسی خاص لفظ میں جو حروف استعمال ہوتے ہیں انھیں حافظے میں رکھنا ضروری ہوتا ہے، حروف اور آوازوں کی ایسی بدنظمی شاید ہی کسی اور زبان میں پائی جاتی ہو، سینکڑوں الفاظ ہیں جن میں حروف لکھے جاتے ہیں لیکن آواز نہیں دیتے جیسے Match میں T اور Knife میں

K۔ یہ چیزیں عام طور پر ایسی الجھن پیدا کرتی ہیں کہ ہر لفظ کے ہجے پر قابو پائے بغیر انگریزی کا رسم الخط بہت مشکل ہے اس مشکل کے باوجود اس زبان کی ترقی میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔[۴۵]

ناگری رسم الخط کی خامیاں:

ناگری میں بھی بعض آواز کے لیے کئی کئی نشانات سے کام لیا جاتا ہے،

۱۔ش کی آواز کے لیے ष اور श

۲۔نون غنہ کے لیے म ، ण ँ ं

۳۔ت کی آواز کے لیے ट اور ट

اسی طرح رکی آواز کے لیے متعدد نشانات ہیں۔

اردو رسم الخط کا وصف یہ ہے کہ اس میں حروف علت کم ہیں۔ اعراب آوازوں کے لیے لفظوں کی جگہ کام کرتے ہیں۔ زیر، زبر یا پیش کے معمولی نشانات بطور اعراب استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ اردو تحریر جگہ بہت کم گھیرتی ہے، اردو کے برعکس ہندی میں جگہ جگہ منترائیں اور پائیاں لگانے کے لیے بار بار ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے اور حروف جگہ بھی خاصی لیتے ہیں، جگہ زیادہ لینے کا مطلب یہ ہوا کہ وقت بھی زیادہ لگتا ہے۔[۴۶]

انگریزی حروف علت:

انگریزی میں کہنے کو تو Y,U,O,I,E,A کو حروف علت کہا جاتا ہے اور اعراب کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن عملاً انگریزی تحریر میں ان کی صورت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ کوئی قیاس کام نہیں کرتا اور صحیح تلفظ تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے، چند الفاظ بطور مثال دیکھیے: (۱) Good, Shoot (۲) Red, Read (۳) Unity, Shut, Put (۴) Pin, Sir (۵) Early, Escape (۶) Eye, Ice (۷) By, Yes Ugly

ان الفاظ میں O,E,U,I اور Y کی آوازوں پر غور کیجیے، نہ کوئی اصول ہے نہ

تنظیم، ایک ہی حرف کی ایک ہی آواز کہیں زبر کا کام دے رہی ہے کہیں زیر کا اور کہیں پیش کیا، ایک ہی حرف کہیں کھچ کر پڑھا جا رہا ہے کہیں یونہی اور کہیں سرے سے خاموش ہے۔ ایسی صورت میں یہ خیال کرنا کہ انگریزی الفاظ کا تلفظ متعین کرنا آسان ہے صحیح نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حروف کی آوازیں جس بے ربطی اور بے معنویت کے ساتھ انگریزی رسم الخط میں استعمال ہوتی ہیں، مشکل سے کسی دوسری زبان میں نظر آئیں گی اس کے باوجود انگریزی دنیا بھر میں سیکھی جا رہی ہے۔[۴۷]

وہ حروف جو آواز نہیں دیتے:

اردو میں بعض حروف آواز نہیں دیتے پھر بھی لکھے جاتے ہیں۔ جیسے ''خواہش'' کی ''و'' اور ''عبدالرشید'' میں ال.......... اردو میں اس قسم کے الفاظ کی تعداد کثیر نہیں ہے، تھوڑے سے الفاظ ہیں جو اس زمرے میں آتے ہیں، حروف تو صرف دو یا تین ہیں۔ ال کا استعمال صرف عربی ترکیب میں ہوتا ہے اور عربی ہی کے اصول کے مطابق وہ بولے اور پڑھے جاتے ہیں، لیکن انگریزی میں تو آواز نہ دینے والے حروف بے شمار لفظوں میں آتے ہیں اور ایک نہیں کئی کئی آتے ہیں جیسے Committee اور High میں۔ بایں ہمہ اس میں دشواری محسوس نہیں کی جاتی۔

عربی کے حروف اور اردو:

عربی کے ہر لفظ میں تین حرف بنیادی ہوتے ہیں ان حرفوں کو اس لفظ کا مادہ کہتے ہیں جس مادے سے کوئی لفظ بنتا ہے اس کا اس مادے سے تعلق بہر حال باقی رہتا ہے۔

۱۔ علم، معلم، تعلیم، تعلم، معلّمہ، معلوم، عالم، علیم، متعلم، علام، علامہ، علوم۔

۲۔ عقل، عقیل، معقول، تعقل، عقلیہ، عاقل، عاقلہ، عقلیت۔

ان میں ''ع'' کی شمولیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ الفاظ اصلاً عربی کے ہیں۔ پہلے گروہ کے الفاظ میں ''ع ل م'' اور دوسرے گروہ کے الفاظ میں ع، ق، ل بنیادی حروف

ہیں۔ چناں چہ اگر ''علم'' اور ''عقل'' کے معنی بتادیے جائیں یا اسے ان دولفظوں کے معنی پہلے سے معلوم ہوں تو پھر وہ باقی الفاظ کے معنی تک خود بخود پہنچ جائے گا، گویا ایک لفظ کے ذریعے وہ اس لفظ سے بنے ہوئے درجنوں الفاظ کی تفہیم پر قابو پالے گا۔ یہ اردو الفاظ کا خاص وصف ہے، جو بہت کم زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ [۴۸]

اردو کے نو حروف کا مقصد:

اگر ''علم'' اور ''عقل'' کو الف سے لکھیں تو ''الم'' اور ''اقل'' ہو جائیں گے، الم اور اقل کے لفظ خود عربی کے ہیں اور اردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً ''رنج والم'' اور ''ذواضعاف اقل'' اسی طرح علیم اور عقلیت کو ''الف'' سے لکھا جائے تو ان کی صورت ''ایلم'' اور ''اقلیت'' کی ہو جائے گی۔ مشکل یہ ہے کہ یہ الفاظ بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ اس سے کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ الف اور ع کے استعمال سے تو آدمی ان کے معنی میں فرق کر لیتا ہے لیکن جب یہ فرق مٹ جائے گا تو جگہ جگہ معنی کی تفہیم میں الجھن پیدا ہوگی۔ اگر دو چار الفاظ کا مسئلہ ہوتا تو کہہ دیا جاتا کہ کچھ دنوں بعد معنی کے تعلق سے ان پر قابو پا لیا جائے گا لیکن اردو میں ہم صوت یا مشابہ الصوت الفاظ کثرت سے ہیں اور املا کا فرق ختم ہو جانے سے ان کے معنی متاثر ہوں گے یعنی جب

اہل وعمل، تعمل وتامل، امارت وعمارت، توسل وتوصل، سدا وصدا، سفر وصفر، ماثوم ومعصوم، ثواب صواب، نذیر ونظیر، ظرف وذرف، ظن وزن، کسرت وکثرت، عام اور آم، لعل اور لال، سریر اور صریر، نال اور نعل، جعل اور جال، باد اور بعد، باز اور بعض، عرض اور ارض، حال اور ہال، حل اور ہل، جالی اور جعلی، صورت اور سورت، مامور اور معمور، تانا اور طعنہ، ذکی اور زکی۔

وغیرہ کے املوں میں یکسانیت پیدا ہو جائے گی تو صرف یہی نہیں کہ ان کے ماخذ کا پتہ لگانا مشکل ہوگا بلکہ ان کے معنی تک پہنچنے میں بھی دقت ہوگی۔ املا میں اگر تبدیلی کر دی

جائے تو حضرت کو ہزرت، صاحب کو ساہب، حفیظ کو ہفیز، طرح کو ترہ، عرض کو ارز وغیرہ کی صورت میں دیکھیں گے تو انھیں ایک طرح کی الجھن ہوگی۔ [۴۹]

کیا اردو سے نو حرف خارج کر دیے جائیں:

اگر اردو سے نو آوازیں ع، ط، ث، ص، ذ، ظ، ض، ہ، ژ، خارج کر دی جائیں اور لفظ کے تلفظ یا آواز دینے والے حروف کی حرکت کو بنیاد بنا کر اس کا املا لکھا جائے تو اردو کے ہزاروں الفاظ کی ظاہری صورت مسخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو جائے گی اور اس کا اثر معنوی صورت پر بھی پڑے گا۔

۱۔ فی الحال کو فلحال، فی الواقع کو فلواقع اور فی الوقت کو فلوقت لکھا جائے گا۔

۲۔ عبدالرشید، خواہش، الصلوۃ کو عبدرشید، خایش اور سلات لکھا جائے گا۔

۳۔ سمیع، بجیع اور دقیع وغیرہ رمی، بجی، وقی، ہو جائیں گے۔

۴۔ رکعت، وقعت، بدعت وغیرہ کا لکھنا مشکل ہو جائے گا اور اگر لکھا گیا تو وہ رکات وقات اور بدات ہو جائیں اس لیے کہ ع، کی جگہ الف استعمال ہوگا۔

۵۔ قاعدہ، مشاعرہ اور معمر وغیرہ کو قاادہ، مشاارہ، اور مامر لکھا جائے گا۔

۶۔ فوراً، ابتداً، رسماً، وغیرہ کا املا فورن، ابتدان اور رسمن ہو جائے گا۔

۷۔ عربی کے مروجہ الفاظ شریف، مجید وغیرہ کو شریفن، مجیدن لکھا جائے گا۔

۸۔ عیسیٰ، توسیع، اسماعیل وغیرہ ایسا، توسی اور اسمائیل میں بدل جائیں گے۔ [۵۱]

نو لاشوں کا نظریہ:

اردو کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی کی مصمتی آوازوں مثلاً ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اردو کے نظام تہجی میں ان کی حیثیت محض حروف کی ہے چوں کہ ان آوازوں کا تلفظ اردو میں ادا نہیں کیا جاتا" حالاں کہ یہ موقف درست نہیں ہے کہ ان الفاظ کا تلفظ اردو میں ادا نہیں کیا جاتا۔ اس لیے بعض محققین نے انھیں صوتی نقطۂ

نظر سے ''مردہ لاشیں'' کہا ہے۔ مگر یہ غلط موقف ہے اور دنیا کی زبانوں کے اڑتیس خاندانوں سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ان حروف کے بغیر ہزاروں لفظوں کی شناخت ہو سکتی ہے یہ حروف نکال دیے جائیں تو لفظوں کی شناخت کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال کے مسائل گمبھیر صورت اختیار کر لیں گے۔

اردو کی نو لاشیں:

اردو کی تحریر کو اور زیادہ آسان بنانے کے خیال سے بعض لوگوں کی تجویز ہے کہ ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ژ یہ نو حروف اردو کے حروف تہجی سے خارج کر دیئے جائیں اسلیے کہ جو آوازیں ان حرفوں سے ادا کی جاتی ہیں ان کے لیے دوسرے حروف موجود ہیں۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ان کو مردہ لاشیں قرار دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں کا ہر حرف ایک مخصوص آواز کی علامت ہے جو کسی دوسرے حرف سے ظاہر نہیں کی جاسکتی۔

یہ حروف جو بظاہر بے کار معلوم ہوتے ہیں ان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ لفظ جو تلفظ میں یکساں اور معنوں میں مختلف ہیں جب لکھ دیے جاتے ہیں تو املے کے اختلاف سے اپنے معنی خود بتا دیتے ہیں۔ جیسے نال اور نعل، نظیر اور نذیر، ثواب اور صواب، کسرت اور کثرت، علم اور الم، عام اور آم، حائل اور ہائل، لعل اور لال، ذکی اور زکی، اسیر اور اثیر، سریر اور صریر، ہار اور حار، صور اور سور، جال اور جعل، صدا اور سدا، باد اور بعد، صد اور سد، تان اور طعن، باز اور بعض، عرض اور ارض، عیال اور ایال، سفر اور صفر، حال اور ہال، تانا اور طعنہ، زن اور ظن، ماموراور معمور، صورت اور سورت، حل اور ہل، جالی اور جعلی، عرضی اور ارضی۔ جن لفظوں کے تلفظ یکساں اور معنی مختلف ہیں اگر ان کا املا بھی یکساں ہو جائے تو جو غلط فہمیاں ابھی صرف کانوں کے ذریعے سے ہوتی ہیں وہ آنکھوں کے ذریعے سے بھی ہونے لگیں گی۔

لاشوں کے فوائد:

یہی حروف ہم کو اس بات کا پتہ لگانے میں مدد دیتے ہیں کہ کون سا لفظ کس لسانی

خاندان کا ہے اور کس ملک سے آیا ہے۔ لفظوں کے خاندانی، ملکی اور نسلی امتیازات پر غور کرنے سے بیش قیمت تاریخی اور جغرافی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور قوموں اور ملکوں کے باہمی تعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ ان حرفوں کے ترک کر دینے سے بہت سے لفظوں کی صورت بدل جائے گی اور اس سے ایک طرف اس طرح کی معلومات اور انکشافات کا ایک دروازہ بند ہو جائے گا اور دوسری طرف جب لفظوں کا اصل کا پتہ نہ لگ سکے گا تو نہ ان کے بنیادی معنی معلوم ہو سکیں گے نہ لغوی اور مجازی معنوں کا تعلق نظر آئے گا۔ نہ عام اور خاص مفہوم کا ربط سمجھ میں آئے گا۔ اس طرح اردو رفتہ رفتہ وہ خصوصیتیں کھو بیٹھے گی جو ایک بلند پایہ علمی، ادبی اور معیاری زبان کا طرۂ امتیاز ہوتی ہیں اور جو ادیبوں، شاعروں نقادوں اور زبان دانوں کی صدیوں کی مسلسل کوششوں سے اردو کو حاصل ہو چکی ہیں۔

اردو یا رومن رسم الخط:

چ اور ش کی آواز کے لیے رومن میں کوئی حرف نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ آوازیں Admission اور Picture وغیرہ قسم کے ہزاروں الفاظ میں پائی جاتی ہیں، لیکن یہ طے کرنا مشکل ہے کہ کن کن حروف سے یہ آوازیں پیدا ہوں گی۔

Christian Match Mixture

ان الفاظ میں ''چ'' کی آواز الگ الگ طریقوں سے پیدا کی گئی ہے۔ ش کی آواز آٹھ دس طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے یہی حال دوسری آوازوں کا ہے، اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس رسم الخط میں اردو کا لکھنا کتنا مشکل ہوگا؟ سب جانتے ہیں کہ رومن میں حروف کی آوازوں اور الفاظ کے تلفظ کا کوئی مستقل نظام نہیں ہے، ہر لفظ کے ہجے یاد کرنے پڑتے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو کو رومن میں لکھ کر اس کے اصل تلفظ اور لہجے کو برقرار رکھنا مشکل ہوگا۔ سینکڑوں الفاظ کا تلفظ مسخ ہوگا۔ علاوہ ازیں اردو میں عربی اور ہندی کی بہت سی آوازیں شامل ہیں، ان آوازوں کو علامتوں کے ذریعے ہم پہچان لیتے ہیں کہ کون سا لفظ کس زبان

سے آیا ہے، مثلاً ڑ، بھ، پھ، کھ، وغیرہ اور ع، ث، ص وغیرہ کو لے لیجیے جن لفظوں میں آوازیں اور ان کے نمائندہ حروف آئیں گے وہ علی الترتیب ہندی اور عربی کے ہوں گے۔ رومن میں ان کی آوازیں کہاں سے لائیں جائیں گی؟

اردو کے تمام افعال مقامی ہیں:

عربی و فارسی اور اردو کے علمائے زبان نے ذخیرہ الفاظ کو بلحاظ قواعد تین خاص گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔اسم

۲۔فعل

۳۔حرف

ان میں صرف اسم کا ذخیرہ ایسا ہے جس میں مقامی زبانوں کے الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، ترکی اور دوسری زبانوں کے الفاظ بھی بکثرت شامل ہیں، لیکن ''جسے زبان میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور جس کے بغیر بامعنی فقرہ وجود میں نہیں آسکتا اس کی نوعیت اسم کے ذخیرے سے بہت مختلف ہے اردو کے سارے افعال اور ان کے مصادر مثلاً پڑھنا، لکھنا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا اور کھانا پینا وغیرہ یکسر مقامی ہیں یہی کیفیت ''حرف'' (Preposition) کی ہے اردو میں عام طور پر استعمال ہونے والے سارے حرف جار مثلاً نے، کو، سے، میں تک، ساتھ وغیرہ بیرونی نہیں مقامی زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اردو میں فعل اور حرف کی یہ مقامیت ظاہر کرتی ہے کہ اردو کا حقیقی اور اساسی تعلق باہر کی زبانوں سے نہیں علاقائی زبانوں سے ہے یہ تعلق صدیوں پرانا ہے۔ [۵۱]

اردو، جاپانی، روسی، جرمن، عربی، فرانسیسی اور ہسپانوی حروف تہجی کا تقابل:

اردو کے حروف تہجی پر قدرت رکھنے والا فرد دنیا کی تقریباً ہر زبان کو ادا کرنے کا فطری طور پر حامل ہو جاتا ہے۔

مثلاً جاپانی زبان میں ٹ اور ڈ ڑ نہیں ہیں۔ اسی طرح فارسی میں ٹ ڈ ڑ تمام حروف جو دو چشمی ھ سے لکھے جاتے ہیں اور انہیں سنسکرت (ہندی) حروف کہا جاتا ہے۔

ہندی میں خ، ف، ق، ژ، ز، ذ، غ نہیں ہیں۔

ازبک (ترکی) میں ٹ ڑ ڈ اور دو چشمی ھ والے حروف نہیں ہیں۔

روسی میں ٹ، ڈ، ڑ، ج، غ، ح، ہ، نہیں ہے۔

ہسپانوی میں ٹ، ڑ، ج، ژ نہیں ہے۔

فرانسیسی میں ٹ، ڈ، ڑ، ج، ز نہیں ہے۔

جرمن میں ٹ، ڑ، ج نہیں ہے۔

عربی میں گ، چ، ڈ، ژ ڑ، پ اور دو چشمی ھ والے حروف نہیں ہیں۔

اردو کے ذخیرہ الفاظ میں باہر سے آنے والے الفاظ اسم (Noun) کے زمرے میں آتے ہیں لیکن اردو زبان میں شامل دوسری قسم کے الفاظ مثلاً فعل وحروف (Verb and Preposition) تقریباً تمام مقامی اور علاقائی زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ عربی و فارسی سے اردو نے اسم تو لیے ہیں لیکن ان کا استعمال روزمرہ گفتگو میں نہیں ہوتا۔ حروف و افعال پر ان کا اثر نہ ہونے کے برابر۔ عربی فارسی کے اسم صرف علمی و ادبی زبان میں مستعمل ہیں۔ بول چال کی زبان اور عام گفتگو میں بھی بیرونی زبانوں کے اسم شاذ استعمال ہوتے ہیں اور مقامی زبانوں کے فعل وحروف پر عام بول چال کا انحصار ہے لیکن علمی و ادبی گفتگو اور علمی و ادبی کاموں کے لیے غیر مقامی اسم استعمال ہوتے ہیں یہ کمال بھی صرف اردو زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔ [۵۲]

اعراب کے بغیر صحیح تلفظ:

اردو زبان کی ایک عجیب خوبی یہ ہے کہ اعراب کے بغیر بھی قاری عموماً صحیح تلفظ ادا کر لیتا ہے مثلاً لفظ خَط، خِط، خُط اعراب کے بغیر لکھا ہو تو اسے بلا تامل خط ہی پڑھیں گے اگر

کبھی ہمارا ذہن بھٹک کر ٹِط یاٹط کی طرف چلا جاتا ہے تو یہ خیال کہ ہماری زبان میں ٹِط یاٹط کوئی لفظ نہیں ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

اگر لفظوں پر اعراب لگے ہوئے ہوں تو ایک حرف شناس آدمی بغیر مطلب سمجھے ہوئے بھی اردو کی عبارت پڑھ سکتا ہے۔ آخر اعراب بھی تو ہمارے رسم الخط کا ضروری جزو ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ابتدائی درسی کتابوں کے علاوہ اعراب کا استعمال بہت کم کرتے ہیں اور اردو بولنے والے یہ مہارت پیدا کر لیتے ہیں کہ بغیر اعراب کے کسی تحریر کو روانی کے ساتھ پڑھ لیں۔

اردو کی انفی آوازیں اور ان کی خصوصیات:

Nasalization کے عمل کا اردو صوتیات میں حسب ذیل انداز میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ انفی مصمتے (Nasal Consonants)

۲۔ انفی مصوتے (Nasalized Vowels)

۳۔ انفیاتی ہم آہنگی (Homorganic Nasalization)

۱۔ اردو کے تمام مصوتے (Vowels) انفیائے جا سکتے ہیں۔ گو لفظ کے اندر ہر مقام پر یہ ممکن نہیں۔ مثلاً ڈاٹ / ڈانٹ، باٹ / بانٹ، مے / میں، گئی / گئیں، تھی / تھیں۔

غیر ضروری انفیانا اردو میں ناشستہ تلفظ کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ Nasalization معنی کی تبدیلی اور افعال کی تعداد و تجنیس کی وضاحت کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

جہاں تک انفی مصمتوں کا تعلق ہے، اردو میں صرف دو مصمتے ہیں: ''م'' اور ''ن'' ''ن'' کی آواز جب کسی دوسرے مصمتے سے قبل واقع ہوتی ہے تو ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ [۵۳]

اردو کی چھ کوزی آوازیں:

اردو میں کوزی یا معکوسی (Retroflex) آوازوں کی تعداد چھ ہے، ٹ ٹھ، ڈ ڈھ، ڑ ڑھ۔ یہ آوازیں خالص ہندوستانی بلکہ آریائی بھی نہیں بیشتر دراوڑی لسانی روایت کی دین ہیں۔ شاید اسی لیے یہ شمالی ہند کی آریائی زبانوں میں اس قدر نمایاں نہیں جتنی کہ دراوڑی زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہندی کے برعکس سنسکرت کی بعض معکوسی آوازوں کو اردو نے اپنے ارتقاء کے کسی دور میں قبول نہیں کیا۔

اردو کا کوئی لفظ ''ڑ'' یا ''ڑھ'' سے شروع نہیں ہوتا:

ان میں ڈ ڈھ، ڑ ڑھ کی تقسیم اردو کے نظام صوت میں ضمنی انداز میں پائی جاتی ہے۔ جسے ایک جدول کے ذریعے پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ آوازیں مشدد بھی ہوتی ہیں اور انفی بھی جیسے ڈ، ڑ، نڑ، نڈ یہ آوازیں لفظوں کی ابتداء میں، درمیان میں اور لفظوں کے آخر میں آتی ہیں۔

''ڈ'' کی آواز صرف لفظوں کے شروع میں آتی ہے۔ ڈر، ڈال، ڈول، آخر میں ہمیشہ نون غنہ کے ساتھ آتی ہے۔ انگریزی کے مستعار لفظ مستثنیات میں سے ہیں۔ مثلاً روڈ، بورڈ، کارڈ۔

اردو کا کوئی لفظ ڑ یا ڑھ سے شروع نہیں ہوتا۔

ڈھ کی آواز صرف الفاظ کی ابتداء میں پائی جاتی ہے۔ یہ وسطی طور پر مشدد ہوتی ہے۔ ڈ کے ساتھ (مثلاً بڈھا) لفظ کے اختتام پر یہ ڑھ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مثلاً علی گڈھ پر علی گڑھ فصیح ہے۔ ''ڈھ'' اور ''ڑھ'' کا باہمی ربط ان مثالوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔ بڈھا یا بوڑھا، گڈھا یا گڑھا، اور ٹھڈی یا ٹھوڑی۔ [۵۴]

اردو، عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی میں مصمتوں کے خوشے:

اردو کئی لحاظ سے آمیختہ زبان ہے۔ لیکن اس کی صوتیات کے چوکھٹے میں مستعار الفاظ کی ہڈیاں پسلیاں توڑ مروڑ کر درست کر دی جاتی ہیں۔ اردو لشکری زبان ہونے کے باوجود اپنا منفرد انداز اور بانکپن بھی رکھتی ہے۔ اس کی انفرادیت سب سے زیادہ مصمتوں کے خوشے Consonatal Clusters میں نظر آتی ہے۔ اردو صوتیات کا عام رجحان (Clusters) خوشوں کے خلاف ہے۔ اتفاق سے عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی جن زبانوں سے اس نے اپنی لغت کا خزانہ بھرا ہے Clusters سے بھری پڑی ہیں۔ یہ Clusters عام طور پر الفاظ کے شروع میں آتے ہیں اور کبھی کبھی خاتمے پر بھی۔ جب کہ خاتمے کے خوشے کا اردو احترام کرتی ہے۔ لفظ کی ابتداء کے خوشے اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ [۵۵]

اردو کے دس حروفِ علت:

اردو کے بنیادی حروف علت تعداد میں دس ہیں۔ اس لحاظ سے اردو خالص ہندوستانی زبان ہے۔ یعنی اس نے عربی، فارسی کے مخصوص حروفِ علت کو قبول نہیں کیا۔

حروف علت اپنی مکمل شکل میں ''ا''، ''ی'' اور ''و'' کے مرکبات سے بنتے ہیں لیکن ماترائی شکل (علامتی شکل) کا اظہار اردو رسم الخط سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے زیر، زبر، پیش (چھوٹے حروف علت) کو ''ا'' ''ی'' اور ''و'' کے مختلف نشانات کے ساتھ اس طرح مرکب کیا گیا ہے کہ اردو کی تمام ممکن آوازوں کو ادا کیا جا سکتا ہے۔

اردو کے تمام حروف علت غنہ کے طور پر استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ غنہ کے لیے ''ں'' کا استعمال کرنا چاہیے۔ خالی (ن) لفظ کے درمیان آئے تو اس کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ [۵۶]

بیگماتی زبان:

جرمنی اور یورپ کے بعض ممالک میں یہودیوں کی بول چال کی زبان اب تک یدش تھی (اسے بعد میں ادبی حیثیت بھی حاصل ہوگئی تھی) یہ جرمن زبان کی ایک شاخ سے مخلوط ہو کر بنی ہے۔ اس کا دوسرا نام ''عورتوں کی جرمن'' تھا۔ ایک مدت تک مردوں کے لیے اس زبان کا استعمال یا اس زبان کی کتاب پڑھنا شرم کی بات خیال کیا جاتا تھا کیوں کہ ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی مقدس زبان عبرانی سے واقف ہوں۔ عورتوں کے لیے عبرانی کا جاننا لازم نہ تھا اس لیے وہ اپنی نماز اور دعائیں وغیرہ اس عوامی زبان میں پڑھ سکتی تھیں۔ لیکن مردوں کے اس زبان میں دعائیں وظیفے وغیرہ پڑھنے کے یہ معنی تھے کہ وہ عبرانی سے ناواقف ہیں جو یہودی تہذیب میں سخت عیب بلکہ ایک قسم کی معصیت سمجھی جاتی تھی۔

اب بھی تمام زبانوں میں کچھ نہ کچھ یہ فرق کیا جاتا ہے لیکن ہماری زبان اردو میں یہ فرق بہ نسبت دوسری متمدن زبانوں کے بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اتنا زیادہ کہ عورتوں کی زبان ہی الگ ہوگئی تھی۔ ان کی زبان بیگماتی زبان کہلانے لگی۔ اسے ریختی بھی کہا گیا۔ اس کی بڑی وجہ پردہ ہے۔ پردے میں رہ کر انھوں نے اپنی دنیا ہی الگ بنالی تھی۔ ان کے شغل بھی جداگانہ ہیں۔ [۵۷]

اس طرح اردو عورتوں کی زبان کے معاملے میں بھی منفرد خصوصیت کی حامل ہے۔ مولوی عبدالحق کا یہ بیان تاریخی طور پر درست نہیں۔ یدش کو عورتوں کی زبان قرار دینا محلِ نظر ہے۔ تاریخی شواہد اس کی نفی کرتے ہیں۔ انھوں نے اس ضمن میں مصادر کا حوالہ نہیں دیا لیکن یدش سے متعلق جو حوالے دستیاب ہیں اس میں اسے عورتوں سے مخصوص نہیں کیا گیا۔ یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ پردہ کی وجہ سے عورتوں کی زبان الگ ہوگئی۔ پردہ تمام خلافتِ اسلامیہ میں رائج ہوا لہٰذا ہر جگہ زبان بیگمات الگ ہونی چاہیے لیکن کہیں ایسا نہ ہوا۔ ہندوستان میں بیگماتی زبان اور ریختی کے فروغ کی تاریخی، ثقافتی اور نفسیاتی وجوہات تھیں

جب وہ وجوہات ختم ہوگئیں تو ان کے بطن سے جنم لینے والی زبان بھی تاریخ کے دفتر میں گم ہوگئی۔ بیگماتی زبان کا غلغلہ لکھنؤ میں زیادہ رہا، ہندوستان کے بیشتر علاقے ان علائق سے مبرا رہے۔

سومیریوں کی بیگماتی زبان:

۲۰۵۰ء اور ۲۷۵۰ء ق م تک عراق و سندھ کے درمیان آمد و رفت رہی ہے۔ یہ زمانہ عراق کے اندر سومیریوں کے زوال اور سامیوں کے عروج کا زمانہ ہے ان دنوں عراق میں دو زبانیں بولی جاتی تھیں:

۱۔ ایمے لگا (مردانہ زبان) تورانی زبان جسے سومیری مرد بولتے تھے۔

۲۔ ایمے سل (زنانہ زبان) سومیریوں کی عورتوں کی زبان سامی لوگ یہ زبان بولتے تھے۔ یہ زبان عربی، عبرانی اور حبشی کی ہم نسل مگر تورانی آمیز تھی۔ [۵۸]

سومیریوں کے یہاں پردے کا رواج نہ تھا اس کے باوجود خواتین اور مردوں کی زبان الگ تھی لہٰذا مولوی عبدالحق کا یہ کہنا کہ بیگماتی زبان کا سبب پردہ اور اسلامی طرز زندگی ہے۔ تاریخی طور پر درست نہیں۔

لفظوں کا تنزل:

اردو زبان کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ اس میں دوسری زبانوں سے آنے والے بعض لفظ عظیم الشان بلکہ مقدس مقام سے گر کر بالکل مختلف بلکہ ذلیل معنی میں استعمال ہونے لگتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

لن ترانی: یہ کلمہ خدا کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کی جانب خطاب ہوا تھا مگر اب بے جا شیخی اور ڈینگ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

صلوٰۃ: اس لفظ کے معنی ہیں رحمت، درود اور یہ لفظ پیغمبر اسلامؐ کے نام سے خاص تعلق رکھتا تھا اور رکھتا ہے لیکن اردو میں اس کے معنی ہوئے برا بھلا کہنا، گالی گلوچ۔

رام کہانی: نام تھا سری رام چندر جی کی زندگی کے حالات کا۔ اب فضول، طول کے معنی میں یہ مرکب لفظ استعمال ہوتا ہے۔

دیو: پہلے دیوتا یعنی غیر معمولی قوائے روحانی اور فوق البشر اوصاف رکھنے والے کو کہتے تھے۔ اب اندر سبھا کا لال دیو آپ جانتے ہیں۔

یہی حال یار غار اور قل آعوذی، گرو گھنٹال، بگلا بھگت، چالاک، شیخی اور مشیخت وغیرہ کا ہے۔ لفظوں کے معنوی تنزل کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ یہاں اسی قدر کافی سمجھی جاتی ہیں۔[۵۹]

اردو زبان کی نفاست کے شاہکار:

اردو زبان لفظوں کے استعمال میں خاص نفاست اور ثقافت کی حامل ہے لہٰذا مختلف پیشوں کے لیے لفظوں کا انتخاب نہایت چھان پھٹک کر کیا گیا ہے۔ یہ خوبی دوسری زبانوں میں بہت کم ہے۔ بھنگی کی افادیت اور نفس کشی ظاہر ہے۔ اس نے مہذب اور شائستہ اردو کے دامن میں مہتر، حلال خور، جمعدار اور پہلوان نام پائے۔ نہایت ناکامیاب شخص کو بختاور اور کند ذہن اور ناسمجھ کو خوش فہم اور نحوست لانے والے کو سبز قدم، اندھے کو حافظ اور سور داس کہا گیا۔ ایسے شخص کو جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ہر شخص کے تمسخر اور پھبتی کا شکار ہو نقل محفل کہا گیا۔ بحث یا معاملے میں فریق مقابل کے نامعقول عذر کو عذر لنگ نام دیا گیا۔ دیہات کے رہنے والے کو اس کی حیثیت کی تمیز کے بغیر چودھری کہتے ہیں اور کمہار کو بھگت جی۔ اسی نوع میں آتا ہے سنگترے کو رنگ ترہ اور شراب کو رام رنگی کہنا۔[۶۰]

لفظ کا اپنی اصل چھپانا:

اردو زبان کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ اس میں بعض لفظوں کی اصل دریافت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جس خاندان کے وہ ظاہراً معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں وہ اس سے نہایت مختلف الاصل ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں مقیش کو لے لیجیے لغات میں اس کے معنی یہ

دیے گئے ہیں:

''مقیش۔ ع، وہ شے جس پر چاندی یا سونے کے چپٹے اور باریک لپٹے ہوں۔ چاندی کی چوڑی، چاندی کے تار۔

ہماری زبان میں محض چاندی سونے کے تاروں کو مقیش کہتے ہیں۔ یہ لفظ ٹھیٹ عربی نہیں۔ معرب تسلیم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس کی شکل اور صورت عربی الفاظ کی سی ہے۔ اردو لغات میں مقیش کو اردو لکھا ہے۔ وہ اردو ہو یا عربی یا معرب، اس کی اصل چھپی ہوئی ہے۔ اس کا ماخذ اس کے وجود سے ظاہر نہیں۔ اس کو میں اصل چھپانا کہتا ہوں۔

سنسکرت میں میکش آفتاب کا نام ہے اور کیش بالوں کو کہتے ہیں۔ دونوں لفظوں سے مرکب کے معنی ہوئے سورج کی کرن۔ جب مقیش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ایک طرف سے ڈورے میں گتھ دیتے ہیں اور پوشاک کے حاشیے پر باہر کو نکلا ہوا ٹانک دیتے ہیں تو مسالے کی اس چیز کو کہتے بھی کرن ہیں۔ یہ خفا اس وقت ہوتی ہے جب ایک لفظ اپنے وطن سے دور اور باہر چلا جاتا ہے۔ حکیم سید مہدی کمال لکھنوی اس لفظ مقیش کو ہندی بتاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک لفظ کتن ہے۔ اہل ہند نے سب سے پہلے روئی کات کر اس کا کپڑا بنایا۔ یہ کتن عرب میں جا کر قطن بنا اور یورپ میں جا کر کاٹن۔

یہ تو ہوا لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا کہ فوجی اور نیم فوجی اعلیٰ عہدہ داروں کی وردی میں آستین پر جو خاص نشانات کپڑے کے کاٹ کر سی دیتے ہیں جن سے ان کی منصبی حیثیت معلوم ہوتی ہے اور جنھیں انگریزی میں بیج کہتے ہیں۔ اس بیج کا بلاّ کیوں کر بن گیا؟ [۶۱]

مترادف کا غیر مترادف ہو جانا:

اردو زبان کی ایک اور خوبی بعض مترادف لفظوں کا متفرق المعنی ہو جانا ہے جیسے غریب اور اجنبی۔ اب غریب مفرد حالت میں اجنبی کے معنی نہیں دیتا۔ اس کے معنی ہو گئے، مفلس، نادار، ترتیب میں وہی اجنبی کے معنی دے گا۔ جیسے شامِ غریباں، گورِ غریباں، غریب الدیار۔

غیر مترادف کا مترادف ہو جانا:

بہانہ اور حیلہ کو لیجیے۔ بہانہ کے معنی تھے اور ہیں محض عذر، معذرت جب کہ حیلہ کے معنی میں دھوکے دھڑی کا جز شامل تھا جو اب اس میں سے نکل گیا اور اب یہ دونوں لفظ مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ کہاوت ہے ''حیلے روزی بہانے موت''۔

ایک لفظ کے کئی معنی:

اردو زبان کی ایک اہم خوبی ایک لفظ کا مختلف معنوں میں استعمال ہے۔ یہ دوسری زبانوں میں بہت کم ہے اور برائے نام اس سے اردو زبان کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

''پر'' ایک لفظ ہے جو تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) اوپر (۲) مگر (۳) جس سے پرندہ اڑتا ہے۔

بیٹھک: (۱) ملاقات کا کمرہ اور ایک قسم کی ورزش

تھان: (۱) ململ کا تھان، بیس گز یا مقررہ لمبائی کا سالم ٹکڑا جو بنانے والے بناتے ہیں۔ (۲) گھوڑے کے بندھنے کی جگہ۔ (۳) مزار، درگاہ جیسے سید کا تھان۔

لٹھا: (۱) ایک قسم کا کپڑا۔ (۲) لکڑی کا بہت موٹا اور لمبا پورا۔

مگر: (۱) حرف استثنا بہ معنی لیکن (۲) پانی کا ایک بڑا جانور (۳) کان کا زیور۔

گنج: (۱) سر کے بال کا اڑ جانا (۲) خزینہ (۳) یکساں چیزیں جو ایک دوسرے میں سما جائیں۔

بالا: (۱) قد (۲) اونچا، اعلیٰ، (۳) بچہ (۴) چکمہ، دھوکا۔ [۶۲]

اعراب کے اختلاف سے معنی میں اختلاف:

اردو کی ایک اور خوبی جو عربی زبان سے مستعار ہے وہ یہ ہے کہ لفظ وہی رہتا ہے

جن حروف سے وہ بنا ہے ان میں فرق نہیں آتا۔صرف اعراب بدل جاتے ہیں جس سے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔جیسے:

حُکم ، حِکَم ،حَکَم ، قَدر ، قَدَر ، طَور ، طُور ، بَین ، بِین ، بَیَن ، مُل ، مِل ، بَل ، بِل ، پَل ، پِل ، پُل ، سَن ، سِن ، سُن ، چھَن ، چھِن ، چھُن ، بَن ، بِن ، بُن ، گھُن ، گھِن ، گھَن ، جِن ، جَن ، اِن ، اُن ، رَن ، گَن ، گُن ، دِین ، تُو ، تو ، مِیل ، مَیل ، مُیل ، مُول ، مول[۶۳]

اختلافِ زبان اختلافِ معنی:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں ایک معنی دیتا ہے اور دوسری زبان میں دوسرے: جیسے مور اردو میں ایک نہایت شاندار بڑے پرندے کا نام ہے اور فارسی میں چیونٹی کا۔کان اردو میں سننے کا قدرتی آلہ اور فارسی میں معدن ،کبھی کبھی اردو میں بھی ایسا ہوتا ہے۔

اردو کی ایک اور خوبی ایک لفظ کے دو مقاموں پر دو معنی ہونا:

چالاک جب فرض کیجیے گھوڑے کے ساتھ استعمال ہو تو اس کی بہت اچھی صفت ہے لیکن آدمی کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا عیب بتاتا ہے۔ یہاں اس کے معنی ہوں گے دغا باز، فریبی اور چور بھی۔

یتیم الفاظ:

اردو کی ایک اور خصوصیت بعض ایسے لفظ (مرکب یا مفرد) ہیں جن کی اصلیت کا پتہ نہیں چل سکتا۔یعنی ان کا مادہ اور ماخذ نا معلوم ہے۔جیسے:

چیر غٹو ، الل ٹپو، اول جلول، الم غلم ، اللے تللے ،نٹ کھٹ، چھچھا لیدر، چپر قناتیا۔

اردو کی ایک خاص خوبی جانوروں کے بچوں، اجتماعیتوں اور آوازوں کے لیے الگ الگ لفظوں کا وجود ہے، یہ خوبی دنیا کی دوسری زبانوں میں کمیاب ہے اور اب رفتہ رفتہ نایاب ہوتی جارہی ہے۔

میمنا ر بکری کا بچہ، پاٹھا ر ہاتھی کا بچہ، پلا ر کتیا کا بچہ، بچھیرا، بچھیری ر گھوڑی کے بچے، کٹڑا (کٹڑی) ر بھیس کے بچے، ہرنوٹا (چکارا) ر ہرن کا بچہ، گھٹیا ر سور کا بچہ، برہ ر بھیڑ کا بچہ، پٹھا ر الو کا بچہ، بلونگڑہ ر بلی کا بچہ، بچھڑا (بچھیا) ر گائے کے بچے، چوزا ر مرغی کا بچہ، سنپولا ر سانپ کا بچہ۔ فلفظ گھٹیا پر غور کی ضرورت ہے۔ اس کا تعلق مذہبی جذبات سے ہے۔ [۶۴]

خاص اجتماعوں کے لیے خاص نام:

خاص جاندار یا غیر جانداروں کے مجموعے کے لیے اردو میں خاص لفظ مقرر ہیں جو اسم جمع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے:

طلباء کی جماعت، رندوں کا حلقہ، بھیڑ بکریوں کا ریوڑ ر گلا، گوؤں کا جونا، مکھیوں کا جھلڑ، ستاروں کا جھرمٹ یا جھومر، عورتوں کا جھرمٹ یا جھومر، آدمیوں کی بھیڑ، جہازوں کا بیڑا، ہاتھیوں کی ڈار، کبوتروں کی ٹکڑی، چیڑ ر بانسوں کا جنگل، درختوں کا جھنڈ (بہت سے ساتھ اڑتے ہوئے پرندوں کے لیے بھی)، اناروں کی کنج، بدمعاشوں کی ٹولی، سواروں کا دستہ، ٹڈی دل ر چیونٹی دل، انگور کا گچھا، کیلوں کی گہل، ریشم کا لچھا، مزدوروں کا جتھا، فوج کا پرا، لکڑیوں کا گٹھا، روٹیوں کی تھی، کاغذوں کی گڈی، خطوں کا طومار، کلابتوں کی گنجی، بالوں کا گچھا، پانوں کی ڈھولی، امتریاں ر آموں کا بڑا باغ، فالیز ر خربزے یا کھیرے ر ککڑی کا بڑا کھیت۔ [۶۵]

آوازوں کے لیے منفرد الفاظ:

اردو کی فراخ دلی اور صوتیاتی عظمت ان لفظوں سے واضح ہوتی ہے جو مختلف جانوروں وغیرہ کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ ایسے چند الفاظ یہاں لکھے جاتے ہیں۔

شیر ڈھارتا ہے، ہاتھی چنگھاڑتا ہے، گھوڑا ہنہناتا ہے، گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہے، گدھا رینکتا ہے، کتا بھونکتا ہے، بلی میاؤں کرتی ہے، گائے رانبھتی ہے، سانڈ ڈکارتا ہے، اونٹ بلبلاتا ہے، بکری ممیاتی ہے، کوئل کوکتی ہے، چڑیاں چوں چوں کرتی ہیں، کوا کائیں

کائیں کرتا ہے، کبوتر غٹر غوں کرتا ہے، مکھی بھنبھناتی ہے، مرغی کڑکڑاتی ہے، الو ہوکتا ہے، مور جھنکارتا ہے، طوطا رٹ لگاتا ہے، مرغا ککڑوں کوں کرتا ہے، پرندے چُر چراتے ہیں، اونٹ بغبغاتا ہے (مستی میں)، سانپ پھنکارتا ہے، گلہری چچیاتی ہے، مینڈک ٹراتا ہے، جھینگر جھنگارتا ہے، بندر گھگھیاتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی آوازیں خصوصیت رکھتی ہے ان کے لیے جدا جدا الفاظ مقرر ہیں۔ [۶۶]

آوازوں کی صوتیات:

بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، ہوا کی سنسناہٹ، توپ کی دنادن، صراحی کی گٹ گٹ، گھوڑے (کے چلنے) کی ٹاپ، رپوں کی کھنک، ریل کی کھڑ کھڑ، گویوں کی تانا ری ری، طبلے کی تھاپ، تنبورے کی آس، گنبد کی گونج، گھڑیال کی ٹن ٹن، چھکڑے کی چوں چوں چکی کی گھمر وغیرہ۔

خاص کیفیات کی ترجمانی:

پھر خاص چیزوں کی جوہری کیفیت کے اظہار کے لیے خاص لفظ ہیں جیسے:

موتی کی آب، کندن کی دمک، ہیرے کی ڈلک، چاندی کی چمک، گھنگھرو کی جھن جھن، دھوپ کا تڑاقا، بو کی بھبک، عطر کی لپٹ، پھول کی مہک۔ [۶۷]

زبان کی اشتقاقی قوت اور فطرت سے موانست:

اردو زبان میں یہ طاقت اور صلاحیت غیر معمولی ہے۔ ایک رنگوں کے ناموں ہی کو لیجیے کوئی دو لفظوں سے نہیں بنا۔ صرف تعریف کا عمل حاوی رہا۔ پھر ان ناموں میں فطرت کتنی جھلک رہی ہے اودا، ہرا، نیلا، پیلا وغیرہ تو تھے ہی، گیہواں، چمپئی، جامنی، دھانی، شنگرفی، فالسائی، لاجوردی، موتیا، بیجنی، سردئی، پیازی، گلابی، اور کاکریزی کو دیکھیے اور اردو کی تصریفی اہلیت اور فطرت پسندی کی داد دیجیے۔ [۶۸] یہ صلاحیت دیگر زبان میں مفقود ہے۔

اردو مصوتے دس ہیں:

اردو میں بنیادی مصوتوں کی تعداد دس ہے۔ بظاہر اردو میں مصوتوں کے لیے صرف تین علامتیں ہیں "ا"، "و"، "ی"۔ ی کے دو روپ ہیں ی اور ے۔ ان میں سے واؤ اور یائے دوہری علامتیں ہیں۔ یعنی مصوتوں کے علاوہ یہ نیم مصوتوں کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً وہاں، یہاں، وہ، یہ وغیرہ کے شروع میں۔ باقی رہا الف یہ خالصتاً مصوتوں کے لیے وقف ہے۔ اردو میں تین اعراب ہیں، زیر، زبر اور پیش جن کا استعمال ابتدائی جماعت کے قاعدوں تک محدود ہے۔ اس کے بعد پڑھنے اور لکھنے میں ان کا چلن نہ ہونے کے برابر ہے۔ غرض اتنی کم علامتوں سے اردو میں ہم دس بنیادی آوازوں کا کام لیتے ہیں۔ بحث یہ نہیں کہ یہ ہماری زبان کی قوت ہے یا کمزوری بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ زبان کے مطالعے میں سب سے پہلی بات جس پر لسانیات زور دیتی ہے یہی ہے کہ اس کی آوازوں کے بارے میں پوری واقفیت و آگہی حاصل کی جائے۔ تبھی صحیح معنوں میں معلوم ہوگا کہ ہم جو موقع و محل کی رعایت سے دِین کو کبھی دین اور کبھی دین، میرا کو میرا اور کبھی میرا تو کو کبھی تو اور کبھی تو یا میل کو میل یا میل، پھر مول کو مول یا مُول پڑھتے ہیں تو وہ بلا وجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے آوازوں کا ایک پورا نظام ہے جسے ذرا سی کوشش سے سمجھا جا سکتا ہے۔[۶۹]

آوازیں زیادہ علامتیں کم:

اردو کی ایک اور خوبی مصوتوں کے معاملے میں ظاہر ہوئی کہ اس میں آوازیں زیادہ ہیں علامتیں کم، لیکن مصمتوں کا حال اس کے برعکس ہے۔ ان میں بعض آوازیں ایسی ہیں کہ ان کے لیے دو دو نہیں بلکہ تین چار علامتیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر (h) کے لیے ھ اور ح (t) کے لیے ت اور ط (s) کے لیے س، ث اور ص، یا پھر (z) کے لیے ذ، ز، ظ اور ض موجود ہیں۔[۷۰]

اردو لفظوں کی اصل برقرار رکھتی ہے:

اگر تابع، طابع، ثواب، صواب، یا زن، ظن جوڑوں میں ایک لفظ کے معنی دوسرے سے مختلف ہیں۔ یعنی ت اور ط، ث اور ص، یا ز اوظ آوازیں معنی کی تفریق میں مدد دیتی ہیں تو اردو میں ایسا ازروئے قانون نہیں بلکہ ازروئے اصل ہے۔ اصل سے یہاں مراد ان الفاظ کی اصل زبان سے ہے۔ اردو میں یہ مستعار الفاظ ہیں۔ ان کی اصل زبان میں ث اور ص یا ز اور ظ میں فرق ہے۔ اس لیے یہ آوازیں وہاں معنی کی تفریق میں مدد دیتی ہیں۔ اگر اردو میں معنی کا فرق قائم رہا تو وہ اس لیے کہ یہ فرق اصل زبان سے چلا آتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ اردو میں بھی ث، ص، یا ز، ظ الگ الگ آوازیں ہیں۔ یہ بات صوت کی بنیادی اہمیت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی کہی جاسکتی ہے کہ حرف کی سطح پر کچھ قبول کرنا ایک چیز ہے اور صوتی سطح پر کچھ قبول کرنا دوسری۔ اردو نے ایک چیز لے لی ہے دوسری کو رد کر دیا ہے۔[۱۷]

زبانوں میں تبدیلی، تغیرات اور متروکات:

الفاظ کا لین دین تعلیم اور تربیت کے ماتحت لسانی تبدیلی، قواعد کی پابندی، ادیبوں اور شاعروں کی کوشش سے استحکام معیار اور عوامی ضروریات کے زیر اثر تلفظ میں تبدیلی، نئے الفاظ اور تراکیب کا وجود میں آنا، قواعد نویسوں اور علم لغت کے ماہروں کی سخت گیری یہ ساری چیزیں زبان کے ڈھانچے میں تبدیلیاں پیدا کرتی رہتی ہیں اور تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ہر دور اپنی ضروریات اور محرکات کے زیر اثر اپنی زبان کا معیار بدل دیتا ہے جس وقت یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں تمام ثقہ اور معیار پرست لوگ ان تبدیلیوں کی صرف مخالفت ہی نہیں کرتے بلکہ انھیں غلط قرار دیتے ہیں، زبان کی خرابی سے تعبیر کرتے ہیں اور جہالت سے موسوم کرتے ہیں لیکن زبان کا دھارا بہتا رہتا ہے۔ جب آٹھویں تویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں عہدِ وسطی کی آریائی پراکرتوں میں زبردست تبدیلیاں ہونے لگیں اور عوام قواعد کے سانچے میں ڈھالی ہوئی علمی اور ادبی زبان سے گھبرا کر اپنے فطری جذبات کے

ماتحت نئے الفاظ بنانے اور بولنے لگے، قواعد کے قوانین کو توڑ کر نئی زبان استعمال کرنے لگے تو علماء اور قواعد داں چیخ اٹھے اور انھوں نے کہا زبان خراب ہو رہی ہے۔ انھوں نے اس تبدیل شدہ زبان کا نام ''اپ بھرنش'' رکھا جس کے معنی ہیں گرا پڑا، افتادہ بگڑا ہوا، لیکن اس بگڑی ہوئی حالت نے بھی شاعر اور ادیب پیدا کیے اور چند صدیوں کے اندر انھیں اپ بھرنشوں کے بطن سے جدید ہند آریائی زبانیں پیدا ہوئیں۔ قدیم پراکرتوں اور اپ بھرنشوں کی تاریخی حیثیت رہ گئی، ان کا رواج جاتا رہا اور ان کے قائم کیے ہوئے لسانی معیار ختم ہو گئے۔ ایسا ہی اس سے پہلے اس وقت بھی ہو چکا تھا جب گوتم بدھ کے زمانے میں سنسکرت کے مقابلے میں عام بول چال کی زبان پالی کو علمی اور مذہبی زبان قرار دیا گیا۔ پالی زبان نے زبردست عروج حاصل کیا لیکن ہندو بنیاد پرستی نے پالی زبان اور بدھ مذہب کو طاقت کے بل پر تہس نہس کر دیا اور بدھ بھکشوؤں کی ہڈیاں پیس کر سفوف بنا دی گئیں اور اس سفوف کو اڑا دیا گیا۔ شیکسپیئر کا کلام جب اس کے مرنے کے بعد چھپا تو بہت سے لوگوں نے سمجھا کہ اسے انگریزی زبان پر عبور نہ تھا۔ چناں چہ بعد میں کئی ایسے ایڈیشن شائع کیے گئے جن میں شیکسپیئر کی اصلاح کر دی گئی تھی۔ اس کا سبب یہی تھا کہ دونوں ادوار کی زبانوں میں اتنا فرق ہو گیا تھا کہ جدید معیار قدیم کو غلط قرار دیتا تھا۔ اس ساری گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے تغیر کو غلطی نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کی صحت کا اصل معیار رواج ہے جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اردو زبان میں بھی تبدیلی، تغیر اور متروکات کا عمل جاری و ساری ہے لیکن اردو کا قدیم سانچہ اور ڈھانچہ تبدیلیوں کے باوجود اپنی اصل پر قائم ہے اردو میں متروکات کی شرح دنیا کی تمام زبانوں کے مقابلے میں سب سے کم ہے۔ چھٹی صدی عیسوی اور بارہویں صدی عیسوی کے اردو کے نمونے آج بھی ایک عالم اور عامی بہ آسانی پڑھ سکتے ہیں۔ [۴۲]

اردو کی ایک اور خوبی:

میر انیس تک بعض الفاظ اور محاورات کے لیے یہ کہنے پر مجبور ہوتے تھے کہ صاحبو!

یہ میرے گھر کی زبان ہے، اور ان کی عظمت اور عزت کے پیش نظر لوگ خاموش رہ جاتے تھے۔ اردو زبان کی یہ خوبی ہے کہ اس نے اس موقف کو بھی قبول کرلیا اور میر انیس کا فرمایا ہوا مستند ہوگیا اور زبان میں داخل ہوگیا۔ اس سند کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ معاملہ صرف میر انیس تک محدود نہ تھا۔ اردو کی ٹکسال سے ڈھلنے والے جس سکے نے بھی زبان دانی کا دعویٰ کیا اور خود کو اہل زبان اور سند کے طور پر پیش کیا۔ اردو نے بے تابانہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیا۔ اس معاملے میں کوئی زبان اردو کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اردو کے حروف صحیح کا تجزیہ:

حسب ذیل تجزیہ لائق توجہ ہے۔

۱۔ خالص ہندی آوازیں: ٹ، ڈ، ڑ، کھ، چھ، تھ، ٹھ، پھ، گھ، جھ، ڈھ، دھ، بھ، ڑھ۔

۲۔ خالص عربی آواز: ق

۳۔ خالص فارسی آوازیں: ژ

۴۔ عربی فارسی مشترک آوازیں: خ، غ، ف، ز

۵۔ فارسی ہندی مشترک آوازیں: ک، چ، ت، پ، گ، ج، د، ب، ن، م، ش، س، ر، ل، و، ہ، ی

۶۔ عربی ہندی مشترک آوازیں: ب، ت، ج، د، ر، س، ش، ک، ل، و، ہ، ی

۷۔ ہندی، عربی فارسی مشترک آوازیں: ب، ت، ج، د، س، ش، ک، ل، م، ن، و، ہ، ی

اردو شاعری کا تمام تر صوتی نظام مذکورہ بالا آوازوں کے تار و پود پر قائم ہے۔ حروف صحیح کے ان سنگ پاروں کو اردو کے دس حروف علت سے جوڑا جاتا ہے جن میں سے چار (ِ، ی، اے، اَے) منہ کے اگلے حصے سے برآمد ہوتے ہیں اور پانچ (اَ، اُ، او، اُو، اَو) منہ کے پچھلے حصے سے اور ایک (ٗ) درمیانی حصے سے۔ [۷۳]

ستاسی LXXXVII

اردو شاعری اور کوزی آوازیں:

اردو کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی بھی زبان کی کسی خصوصیت کو کبھی اختیار کرلیتی ہے اور کبھی مطلقاً ترک کر دیتی ہے۔ پھر ترک ترک پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اردو شاعری کا سابقہ خاص طور پر ہندی کی کوز (ٹ، ڈ، ڑ) اور ہائے مخلوط والی آوازوں (کھ، چھ، دھ وغیرہ) سے پڑا ہے۔ تاریخ صوتیات شعر تمام تر ان آوازوں کو ہضم کرنے کی داستان ہے۔ یہ داستان مرزا معز موسوی خان فطرت کی۔

از زلف سیاہ تو بدل دم پری ہے

در خانۂ آئینہ گتا جوم پری ہے

سے شروع ہوتی ہے اور میرؔ و نظیرؔ کے کوز آوازیں رکھنے والے الفاظ (ڈاگ، ڈانس، ڈول، ڈھنڈ، ڈھیر، ڈھینڈس، لنڈھا، ڈھب، بھڑک اور رنگامٹ) سے گزرتی ہوتی غالبؔ و اقبالؔ کے فارسی صوتی آہنگ پر ختم ہوتی ہے۔ جب کبھی ہندیت اور ہندی لہجہ غالب آجاتا ہے تو اس کا یہ ٹھاٹھ ہوتا ہے،

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

غالب و اقبال کے یہاں کوزی آوازیں نہیں ملتیں:

اور جب غالبؔ اردو کے لہجے پر چھا جاتے ہیں تو یہ فردوسِ گوش بن جاتا ہے۔ صفحے کے صفحے الٹتے چلے جائیے ٹ، ڈ، ڑ کی آوازیں اردو شاعری کے مقدس یعنی دیوان غالب میں نہیں ملتیں۔ یہی حال اقبال کا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٹ، ڈ، ڑ (کوز آوازیں) بذات خود ناہنجار اور بد آہنگ ہوتی ہیں۔ ہمیں اس سے اختلاف ہے۔ یہ تصور ایرانی، عربی، فرانسیسی یا اطالوی ہو سکتا ہے، ہندوستان کی آریائی زبان کا شعری ادب ان آوازوں سے مملو ہے۔ [۷۴]

حروف کی آوازوں میں تقسیم:

اردو حروف صحیح، مسموع اور غیر مسموع آوازوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ تمام حروف علت مسموع آوازیں ہیں اور موسیقی کی جان ہیں۔ ان کے علاوہ گ، گھ، ج، جھ، ڈ، ڈھ، د، دھ، ب، بھ، ن، م، غ، ژ، ڑ، ڑھ، ر، ق، ی، ل، و۔

مسموع حروف صحیح ہیں یعنی اردو شاعری کے تانوں بانوں میں کل دس حروف علت۔ بائیس حروف صحیح، کل بتیس مسموع آوازیں ہیں۔ غیر مسموع آوازیں تعداد میں کل پندرہ ہیں۔ ک، کھ، چ، چھ، ٹ، ٹھ، ت، تھ، پ، پھ، خ، ش، س، ف، ہ۔

ان آوازوں سے ہماری شاعری میں صوتی وادیاں بنتی ہیں کیوں کہ موسیقی کی بنیاد مسموع آوازوں بالخصوص حروف علت پر ہوتی ہے۔ [۷۵]

غنائیت اور حروف علت کا رشتہ:

غزل میں جس قدر غنائیت ہوگی اسی قدر اس کے الفاظ میں حروف علت کی بہتات ہوگی۔ حروف علت کے بعد ترجیح مسموع حروف صحیح کو دی جائے گی اور غیر مسموع آوازوں کا تناسب عام طور پر ۳/۱ سے زیادہ نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر میرؔ یا غالبؔ کی مشہور نغمہ ریز غزلوں کا جائزہ لیجیے۔

۱۔ ع۔ الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا۔

۲۔ ع۔ نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے۔

تو حسب ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں: ہر صورت میں حروف علت کی تعداد سب سے زیادہ ملتی ہے۔ اس کے بعد مسموع حروف صحیح آتے ہیں اور سب سے آخر میں غیر مسموع دو غیر مسموع آوازوں کا اتصال بہ مشکل ملے گا جب کہ مسموع مرکب بھی آتے ہیں۔ [۷۶]

اردو رسم الخط کی خصوصیت:

اردو اور فارسی شاعری میں بعض ایسی صفتیں ملتی ہیں جن کا تعلق صرف رسم الخط سے ہے۔ مثلاً ایک صنعت جسے ''عاطلہ'' کہتے ہیں یہ ہے کہ شعر یا عبارت میں کوئی نقطہ دار حرف نہ آنے پائے۔ اس طرح صنعت ''تحتانیہ'' اور صنعت ''فوقیانہ'' بھی ہیں۔ ان صنعتوں میں علی الترتیب صرف نیچے اور صرف اوپر نقطے رکھنے والے حروف لائے جاتے ہیں۔ ایک اور صنعت موصل ہے جس میں تمام الفاظ ایسے لائے جاتے ہیں جن کے حروف تحریر میں متصل رہتے ہیں۔ شعر کے نظری مطالعہ سے بعض ایسی خوبیاں (بالخصوص اس کا آہنگ اور نغمگی) نظر انداز ہو جاتی ہیں جن کو بلند آواز سے پڑھ کر سن کر ہی محسوس کیا جاسکتا ہے اور لطف اٹھایا جاسکتا ہے۔ اردو کی یہ خصوصیات رومن رسم الخط میں قیامت تک پیدا نہیں ہوسکتی۔

اردو کے نظام اصوات پر عربی اور فارسی کا اثر:

اردو ایک ریختہ زبان ہے جس کی بنیاد میں ہند آریائی اصوات کا نظام ہے لیکن اس پر عربی فارسی کے لسانی اثرات اتنے شدید ہیں کہ ان کا نفوذ اصوات تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن خالص عربی صوت ''ق'' اور خالص فارسی صوت ''ژ'' کے علاوہ عربی فارسی کے مشترک اصوات ف، ز، خ اور غ بھی اس کے صوتی نظام میں شامل ہوگئی ہیں۔ اس وجہ سے اردو کا صوتی نظام ہندوستان کی دوسری بڑی زبانوں کے صوتی نظام سے قدرے مختلف ہے۔ کسی زبان کا نظام اصوات دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے (۱) مصمتے (۲) مصوتے۔

اردو زبان کے رسم الخط میں مصمتوں کی جملہ ۴۹ شکلیں ملتی ہیں۔ (ہکار مصمتوں کو ملا کر) لیکن صوتی نقطۂ نظر سے ان کی تعداد صرف ۴۱ ہے۔ اردو میں صوتی اعتبار سے:

(۱) ت اور ط میں کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ عربی میں ان کے مخارج الگ ہیں اور ادائیگی کے طریقوں میں بھی فرق ہے۔

(۲) ث، ص اور س

(۳) ذ، ز، ض اور ظ کی بھی یہی صورت ہے۔ مصوتہ ع کا تلفظ ''ء'' کی طرح کیا جاتا ہے چوں کہ بعض علاقوں میں خ اور ق کا فرق ملحوظ رکھا جاتا ہے اس لیے یہ دو علیحدہ مصمتے قرار دیے جاسکتے ہیں۔

مصمتوں کی گروہ بندی دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔

۱۔ بہ اعتبار مخارج ۲۔ بہ اعتبار ادائیگی۔

مخارج کے اعتبار سے اردو مصمتوں کی دس اقسام ہیں۔

۱۔ دولبی (Bi-Labic) پ رپھ، ب ربھ، م رمھ اُن کے ادا کرنے میں دونوں ہونٹ ملتے ہیں۔

۲۔ لب دندانی (Labio-Dental) ف، و، اور وھ یہ اوپر کے دانتوں اور نیچے کے ہونٹ کی مدد سے ادا ہوتے ہیں۔

۳۔ دندانی (Dental) ت رتھ، د ردھ ان کی ادائیگی میں زبان کی نوک اوپر کے دانتوں سے ٹکراتی ہے۔

۴۔ لثوی (Alvbolar) ن رنھ، ل رلھ، ر، س، ز، ان کے ادا کرنے میں زبان کی نوک اوپر کے مسوڑھوں یا دانتوں کے پیچھے لگتی ہے۔

۵۔ کوز (Retroflex) ٹ رٹھ، ڈ رڈھ، ڑ رڑھ۔ ان آوازوں کو نکالنے میں زبان کی نوک تالو کی طرف مڑتی ہے۔ ڑ اور ڑھ کی ادائیگی میں زبان کی نوک تالو سے مس کھا کر نیچے گر جاتی ہے۔

۶۔ حنکی (Palatal) چ رچھ، ج رجھ، ش، ژ، ی۔ ان اصوات کے نکالنے میں زبان کا اگلا حصہ تالو سے ملتا ہے۔

۷۔ غشائی (Velar) ک رکھ، گ رگھ، ان کے ادا کرنے میں زبان کا پچھلا حصہ تالو کے پیچھے لگتا ہے۔

۸۔ لہاتی (Uvular) ق یہ صوت کوے یا لہات کے پاس سے نکلتی ہے۔

۹۔ حنجروی (Pharyngeal) خ، غ، یہ آوازیں حنجرے سے نکلتی ہیں۔

۱۰۔ حلقی .... حلق سے ادا ہوتی ہے۔

ادائیگی کے اعتبار سے اردو مصمتوں کی گروہ بندی بطور ذیل کی جاسکتی ہے:

۱۔ بندشی (Plosive) پ / پھ، ب / بھ، ت / تھ، د / دھ، ٹ / ٹھ، ڈ / ڈھ، چ / چھ، ج / جھ، ک / کھ، گ / گھ، ق

ان مصمتوں کو ادا کرنے میں ہوا منہ سے اس انداز سے خارج ہوتی ہے کہ صوت تنتریوں (Vocal Cords) یا زبان یا لبوں کے عمل سے ہوا کسی ایک مقام پر روک لی جاتی ہے اور پھر فوراً رکاوٹ دور کی جاتی ہے اور آواز ہلکے سے دھماکے کے ساتھ نکلتی ہے۔ ان آوازوں کے ادا کرنے میں ایک طرح کی رکاوٹ اور شکست نفس ہوتی ہے یا صوتی جھٹکا پیدا ہوتا ہے اور اس کا اثر شعر کے مجموعی صوتی آہنگ پر پڑتا ہے۔ بندشی مصوتوں کی صوتی کیفیت اور موسیقیت مخارج کی تبدیلی کے ساتھ بدلتی گئی ہے۔

اردو شاعری کا اعجاز:

وہ آوازیں زیادہ سبک ہوتی ہیں جو منہ کے اگلے حصے سے نکلتی ہیں یا جن کی ادائیگی میں زبان کی نوک آزادانہ جنبش کرتی ہے۔ بندشی اصوات ٹھوس اور بجتی آوازیں ہیں اور اپنی اس خصوصیت کی بناء پر اردگرد کی اصوات کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان اصوات کی بندشی کیفیت سے شاعروں نے ایمائی اور محاکاتی تاثرات پیدا کرنے میں مدد لی ہے۔ مثلاً

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

صفیری آوازوں کی ''چیخ'' میں اس شعر کا کلیدی لفظ ''سنگ'' ہے۔ شاعر نے مصمتہ ''گ'' کی بندشیت سے کس طرح فائدہ اٹھایا ہے اس کی توضیح اثر لکھنوی کی زبانی سنیئے:

اس شعر میں لفظ ''سنگ'' ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پا بہ زنجیر دیوانے نے جو ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے ہے پہلا مصرعہ پڑھا اور دانت بھینچ کر، آنکھیں بند کر کے پتھر سے سر پھوڑ لیا ہے اور لہو میں نہا گیا۔ حالاں کہ شعر میں ان امور کا ذکر نہیں ہے۔

یہ کمالات دنیا کی کسی اور زبان اور اس زبان کی شاعری میں شاذ ہی ملیں گے۔ [۷۷]

انفی مصمتوں کا کمال:

انفی مصمتے: م رمھ، ن اور نھ ان کے ادا کرنے میں ہوا کا کچھ حصہ ناک سے بھی خارج کیا جاتا ہے۔ یہ غنائی آوازیں نغمگی اور کبھی غم و اندوہ کی کیفیاتِ صوت پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہیں۔ تقریباً تمام اچھے شاعروں نے ان سے یہ کام لیا ہے۔ اس کی عمدہ مثال اقبال کے یہ اشعار ہیں:

من کی دنیا، من کی دنیا، سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا، تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

۲۔ پہلوی مصمتہ (Lateral) ل کی ادائیگی میں زبان کی نوک اوپر کے مسوڑھوں (دانتوں کے پچھلے حصے) سے پیوست ہو کر جھٹکے کے ساتھ جدا ہوتی ہے اور ہوا سامنے کے علاوہ پہلوؤں سے بھی خارج ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں بندشیت کے ساتھ کسی

قدر صفیریت بھی جاتی ہے اور اس کا نغمہ جو کبھی پانی کی آواز سے مشابہ ہوتا ہے ایک خاص نشاطیہ کیفیت رکھتا ہے۔

دل کہ یک قطرہ خوں نہیں ہے بیش
ایک عالم کے سر بلا لایا

(میر)

۳۔ تھپک دار (کوز) مصمتے (Flapped) ڑ، ڑھ کے مخارج کے سلسلے میں ان مصمتوں کی ادائیگی کا طریقہ بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ آوازیں زور، جوش، سختی، تشدد اور بعض کیفیات کے اظہار میں معاون ہوتی ہیں۔ نظیر، انیس، دبیر، حالی، اکبر، متاخرین اور جدید شعراء نے ان اصوات کی رمزیت سے خاص طور سے فائدہ اٹھایا ہے۔ انیس کی شاعری کے صوتی آہنگ میں ان اصوات کی تکرار کافی نمایاں ہے اور ان سے انیس نے رزم نگاری اور ڈرامائی کیفیات پیدا کرنے میں مدد لی ہے۔ مثال کے طور پر یہ بند ملاحظہ ہوں:

گھوڑا کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی پڑی
کھولی گروہ وہ تیغ نے جب کھلکھڑی پڑی
ضرب اس کی جو پڑی وہ زرہ پر کڑی پڑی
فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی
قوت علیؑ کے ہاتھ کی تھی اس دلیر کی
کیوں کر بچائیں صید کو پنجے سے شیر کی

گرنے لگی صفوں پہ جھڑا جھڑ اِدھر اُدھر
ہر قصر تن گرا ہے دھڑا دھڑ اِدھر اُدھر
بے سر طپاں ہر ایک کا تھا دھڑ اِدھر اُدھر
ہلچل تھی قلب موج میں بھاگڑ اِدھر اُدھر

برپا تھا حشر چار طرف رزم گاہ میں
تھی ابتری یزید کی جنگی سپاہ میں

اب حالؔی کی شاعری میں ان اصوات کی رمز آفرینی دیکھتے جایئے:

گھر ہے وحشت خیز اور بستی اجاڑ
ہوگئی اک اک گھڑی تجھ بن پہاڑ

بس بس کے ہزاروں گھر اجڑ جاتے ہیں
گڑ گڑ کے علم لاکھوں اکھڑ جاتے ہیں
آج اس کی ہے نوبت تو کل اس کی باری
بن بن کے یونہی کھیل بگڑ جاتے ہیں

۴۔ ارتعاشی مصمتہ (Rolled) ''ر'' کی ادائیگی میں زبان کی نوک ہوا میں تھرتھراتی ہے۔ یہ آواز عام طور پر تسلسل، حرکت اور تکرار کے اظہار میں معاون ہوتی ہے۔ اس صوتی رمزیت سے اقبالؔ نے بیش از بیش فائدہ اٹھایا ہے۔

کبھی جو آوارہ جنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آبسیں گے
برہنہ پائی وہی رہے گی مگر نیا خار زار ہوگا
میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

۵۔ صفیری مصمتے (Fucative) ف، س، ز، ش، ژ، خ، غ، ہ

ان کی ادائیگی کے وقت ہوا رگڑ کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔ بندشی مصمتوں کے برخلاف ان میں ایک صوتی تسلسل پایا جاتا ہے۔ اس طرح یہ اصوات شعر کے آہنگ پر جداگانہ اثر ڈالتی ہے اور شاعری میں مخصوص قسم کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں مثلاً تسلسل (جذباتی

یا صوتی) جذبات کی شدت اور ان کا صوتی نکاس وغیرہ، مناظر فطرت کی بعض کیفیات بھی ان اصوات کے آئینے میں منعکس ہوتی ہیں۔ جیسے س اور ش کی تکرار سے اقبال نے اپنی ایک نظم ''شام دریائے نیکر کے کنارے'' میں خاموشی کا سماں باندھا ہے۔

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبزہ پوش خاموش

صفیری اور حلقی مصمتے ر، ہ، ح کی نفسی کیفیت سے اکثر شاعروں نے حزن و یاس اور آہ کے اظہار میں مدد لی ہے۔ جیسے

مصائب اور تھے پر جی کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہوگیا ہے

ادائیگی کے اعتبار سے مصمتوں کو مسموع اور غیر مسموع میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ مصمتے تنتریوں یا پردوں کے ارتعاش کی کیفیت سے بنتے ہیں۔ مسموع مصمتوں کی ادائیگی میں صوتی تنتریوں یا پردوں میں ارتعاش زیادہ ہوتا ہے اور غیر مسموع میں بہت کم۔ بیشتر زبانوں کے مصوتے مسموع ہوتے ہیں۔ اس طرح ہر زبان میں مسموع آوازوں کی تعداد غیر مسموع کے مقابلے میں بہت زیادہ اور عام طور پر جملہ اصوات کا تقریباً ۲/۳ حصہ ہوتی ہے۔[۷۸]

اردو مصوتوں کی خصوصیات:

مصمتوں کی طرح مصوتے بھی اپنے مخارج اور ادائیگی کے طرز کے فرق کے ساتھ جداگانہ کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی رمزی کیفیت، جذبات و احساسات کے اظہار و ابلاغ میں معاون ہوتی ہے۔ مصوتوں کی ادائیگی کے وقت منہ کے کھلنے اور زبان کے نیچے

رہنے یا اوپر اٹھنے کی حالتیں مختلف رہتی ہیں۔ اس اختلاف کے ساتھ مصوتوں کی کیفیت بدلتی جاتی ہے۔ زبان کے اگلے اور پچھلے حصوں کے اوپر اٹھنے اور منہ کے کھلنے کے مدارج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو مصوتوں کی گروہ بندی ذیل کے طریقوں پر کی جاسکتی ہے:

ا۔ اگلے مصوتے، پست، اونچا (---ِ ا) اونچا (---ی = ا) متوسط (---ے = e) جڑوان (---َے = ai)۔

۲۔ درمیانی مصوتہ: متوسط (---َ = ə)

۳۔ پچھلے مصوتے: پست اونچا گوں (و = U) اونچا گول (وَ = U) متوسط گول (ُو = o) پست (اَ = a:) جڑوان (---َو U ə)[۷۹]

مصوتوں میں عربی، فارسی اور اصوات کا فرق:

مخرج کے علاوہ صوتی نقطۂ نظر سے ان مصوتوں کا طول یا اختصار شعری آہنگ کے تار و پود میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اردو کے دس مصوتوں کو حسب ذیل انداز میں ترتیب دیا جاسکتا ہے۔

چھوٹے مصمتے:...... (i) ---َ (ə) ---ُ (U)

اس سلسلے میں اردو عروضیوں کے یہ مشاہدات بھی قابلِ غور ہیں جن پر ہمارے اساتذہ نے عمل کیا ہے۔

ا۔ چھوٹے مصوتوں کا حذف جائز ہے۔

۲۔ لابنے مصوتوں والے الفاظ میں

الف۔ ہندی الفاظ کی الف۔ واؤ اور ''یا'' کا گرا دینا جائز ہے لیکن عربی فارسی میں ان اصوات کا حذف جائز نہیں اس طرح اردو، عربی اور فارسی سے استفادہ کرنے کے باوجود اپنی انفرادیت برقرار رکھتی ہے۔

ب) عربی فارسی الفاظ میں ان اصوات کا حذف جائز نہیں ہے۔ صرف ایسے

مستثنیات میں جائز ہے جو اساتذۂ فارسی کرتے آئے ہیں۔ اس کی وجہ صوتیاتی نہیں ہے بلکہ سماجی ہے۔ یعنی عربی اور فارسی الفاظ کی پاسداری اور لحاظ اردو کے دکنی دور کو چھوڑ کر ہر زمانے میں کیا گیا۔ اردو کی ساری تحریکاتِ اصلاح زبان (مظہر جان جاناں اور امام بخش ناسخ کی تحریکات) اسی رجحان کی غماز ہیں۔[۸۰]

۳۷ مصمتی آوازیں:

اردو کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصمتی آوازوں کی مجموعی تعداد ۳۷ ہے۔ ان میں ہندی (ہندآریائی)، فارسی اور عربی آوازوں کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ دنیا کی کسی اور زبان میں ایسی آمیزش مشکل سے ملے گی۔ یہ اردو کا اختصاص ہے اس لیے اردو کے حروف تہجی دنیا کی تمام زبانوں کے تلفظ کی ادائیگی پر قادر ہیں۔ ان آوازوں کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ خالص ہندی آوازیں: بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ، ٹ، ڈ، ڑ، ڑھ

۲۔ خالص فارسی: ژ

۳۔ خالص عربی: ق

۴۔ ہندی فارسی مشترک: ب، پ، ت، ج، چ، د، ر، س، ش، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی،

۵۔ ہندی عربی مشترک: ب، ت، ج، د، ر، س، ش، ک، ل، م، ن، و، ہ، ی

۶۔ فارسی عربی مشترک: ب، ت، ج، خ، د، ر، ز، س، ش، غ، ف، ق، ک، ل، م، ن، و، ہ، ی

۷۔ ہندی فارسی عربی مشترک: ب، ت، ج، د، ر، س، ش، ک، ل، م، ن، و، ہ، ی۔

چھ معکوسی کوز آوازیں:

اردو کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ جن آوازوں کا ارتقا خالص ہند آریائی سے ہوا

ہے ان میں اردو کی سبھی معکوسی یا کوز آوازیں اور سبھی ہکار آوازیں شامل ہیں۔ اردو کی کوز آوازیں ٦ ہیں جن میں تین ہکار (ٹھ، ڈھ، ڑھ) اور تین غیر ہکار (ٹ، ڈ، ڑ) آوازیں شامل ہیں۔ معکوسی آوازوں کا سلسلہ دیسی زبان سے بھی جاملتا ہے۔ دیسی زبانوں کا تعلق سنسکرت کے آغاز وارتقاء سے قبل کی دراویڈی اور آسٹرک زبانوں سے ہے۔ دیسی زبانوں کے الفاظ مثلاً پیٹ، کٹورا، کٹار، ڈھول، گھونٹ، گھاٹ وغیرہ اردو میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ یہ ہرگز گمان نہیں ہوتا کہ ان کی تاریخ کئی ہزار سال پرانی ہے۔

اردو میں کوز آوازوں کے حسب ذیل اقلی جوڑے پائے جاتے ہیں:

١۔ ٹ:ڈ، ٹال:ڈال

٢۔ ٹ:ٹھ، ٹاٹ:ٹھاٹ، پیٹ:پیٹھ

٣۔ ڈ:ڈھ، ڈال:ڈھال، ڈور:ڈھور

٤۔ ڑ:ڑھ، باڑ:باڑھ، بڑا:بڑھا

٥۔ ت:ٹ، تال:ٹال، بات:باٹ

٦۔ تھ:ٹھ، ساتھ:ساٹھ

٧۔ د:ڈ، در:ڈر

٨۔ دھ:ڈھ، دھونا:ڈھونا

٩۔ ر:ڑ، دھر:دھڑ

گیارہ ہکار آوازیں:

اردو میں ڑ، اور ڑھ کی آوازیں لفظ کی ابتدائی حالتوں میں نہیں پائی جاتیں یعنی اردو کا کوئی بھی لفظ ڑ یا ڑھ سے شروع نہیں ہوتا۔ ڑ کی مشدد صورت بھی اردو میں نہیں پائی جاتی۔ ڑ اور ڑھ کی آوازیں دوسری کوزی آوازوں ڈ اور ڈھ کے ساتھ بدل جاتی ہیں۔

اردو میں ہکار آوازیں گیارہ ہیں۔ یہ اردو صوتیات کا اہم جزو ہیں پھ، بھ، تھ،

دھ، ٹھ، ڈھ، چھ، جھ، کھ، گھ، ڑھ۔[۸۱]

تمام مصوتے انفی ہو سکتے ہیں:

ا۔ مصوتوں کی انفیت اردو کی اہم خصوصیت ہے۔ اردو کے تمام مصوتے انفی کیے جا سکتے ہیں۔

اردو کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے حروف تہجی ۳۶ ہیں لیکن اس نے اپنے ارتقاء کے دوران چودہ خالص ہندی آوازیں اختیار کیں۔

ٹ، ڈ، ڑ، پھ، بھ، تھ، ٹھ، ڈھ، چھ، جھ، کھ، گھ، ڑھ، لھ، مھ، نھ، رھ

اس طرح اردو کے کل حروف پچاس بن جاتے ہیں انھیں حروف تہجی کا جز و نہیں سمجھا جاتا، نہ علیحدہ مستقل حروف کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا لیکن صوتیاتی نقطۂ نظر سے یہ اردو کی منفرد با معنی آوازیں ہیں جنھیں صوتیہ Phonem کہتے ہیں،[۸۲] دنیا کی کسی زبان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری چودہ خالص ہندی آوازوں کو حروف تہجی کا حصہ قرار دے کر اردو حروف تہجی کی تعداد پچاس تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ حروف تہجی اردو زبان میں ہیں اور اس لیے اردو منفرد خصوصیات کی حامل زبان ہے لہٰذا انگریزی یا دیوناگری زبانیں اور رومن رسم الخط اور دیوناگری رسم الخط اردو کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔[۸۳]

اردو کے ۳۶ حروف تہجی میں سے ۳۱ حروف مصمتے Consonats کی نمائندگی کرتے ہیں۔ باقی ماندہ ۵ حروف میں سے تین حروف ا، ع ے خالص مصوتی (Vowels) آوازوں کو ظاہر کرتے ہیں جب کہ دو حروف و، ی کی حیثیت نیم مصوتوں Semi vowels کی ہے اور مصوتوں کی (vowels) کی بھی۔[۸۴]

عربی، فارسی اور اردو میں ''ہ'' اور ''ھ'' کا مختلف استعمال:

اردو زبان کی ایک اہم خاصیت اس کے نظام تہجی میں ہ (ہائے ہوز) کی باقاعدہ

اور مستقل حیثیت ہے جب کہ دو چشمی ھ اردو کا کوئی حرف نہیں اردو میں اس کی حیثیت محض علامت کی ہے جس سے آوازوں کی ہکاریت (نفسیت) کو ظاہر کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً، پھ، بھ، تھ، دھ، وغیرہ دیگر تحریری علامات کی طرح یہ علامت بھی عربی سے آئی ہے لیکن عربی میں اسے نہ تو حرف کا درجہ حاصل ہے اور نہ اس سے ہکاریت (نفسیت) کے اظہار کا کام لیا جاتا تھا ہکاریت نہ تو عربی میں پائی جاتی ہے نہ فارسی میں۔ یہ خالص ہندوستانی زبانوں کی صوتیاتی خصوصیات میں سے ہے۔ ان معنوں میں اردو، عربی اور فارسی سے منفرد ہے۔

عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ہ کی آواز کے لیے ہ اور ھ دونوں صورتوں کا یکساں طور پر استعمال ہوتا رہا ہے کیوں کہ ہ اور ھ کے متبادل سے ان زبانوں میں معنیاتی امتیاز پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ اردو میں ''ہ'' کو ''ھ'' سے یا ''ھ'' کو ''ہ'' سے بدلنے پر معنی میں بھی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱) کہار رکھا، (۲) پہاڑ رپھاڑ، (۳) بہلانا ر بھلانا، (۴) گھر رگھر، (۵) دھان ر دہاں، (۶) پھر رپہر اس طرح اردو نے اپنا امتیاز برقرار رکھا۔ [۸۵]

اردو کے لفظی ڈھانچے اور ناگری رومن ڈھانچوں کا موازنہ:

یہ مہارت پیدا کرنے میں اردو رسم الخط کی ایک خاص خصوصیت سے بہت مدد ملتی ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ اردو تحریر میں لفظ کا اصل ڈھانچہ صرف حروفِ صوت (Consonants) سے بنتا ہے۔ اعراب (Vovels) اس ڈھانچے کے اندر بیٹھے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ حرفوں کے اوپر یا نیچے الگ سے لگا دیے جاتے ہیں۔ کسی لفظ کو پڑھتے وقت نگاہ اور توجہ کا مرکز اس کا اصل ڈھانچہ ہوتا ہے اس لیے اس کا نقش جو دماغ میں بنتا ہے اس میں اس کا ڈھانچہ بہت اجاگر ہوتا ہے اور اعراب دھندلے اور چوں کہ اعراب کو ترک کر دینے سے لفظوں کے ڈھانچے میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اس لیے اردو عبارت بغیر اعراب کے آسانی سے پڑھ لی جا سکتی ہے۔ یہ بات ان تحریروں میں پیدا نہیں ہو سکتی جن میں اعراب

لفظوں کے ڈھانچے میں سمائے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ ناگری اور رومن تحریروں میں ہوتا ہے۔[۸۶]

اردو میں گھسیٹ لکھائی کی قرأت:

اردو میں گھسیٹ لکھائی کی قرأت دیگر زبانوں خصوصاً انگریزی اور ناگری کے مقابلے میں بہت زیادہ آسان ہے۔

گھسیٹ لکھائی کا پڑھنا ناگری تحریر میں اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے جتنا اردو تحریر میں جو شخص اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ تھوڑی سی مشق کے بعد گھسیٹ میں لکھی ہوئی اردو عبارت آسانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ اردو تحریر کوئی دو سو برس سے کچہریوں اور دفتروں میں استعمال کی جارہی ہے اور اس سے پہلے بھی جب کچہریوں اور دفتروں کی زبان فارسی تھی تب بھی یہی حروف سینکڑوں برس استعمال میں رہ چکے تھے۔ پولیس اور کچہری والوں کی گھسیٹ لکھائی لفظوں کی صورت ہی بگاڑ دیتی ہے۔ پھر بھی ان حرفوں کی وجہ سے کوئی خاص دقت کبھی پیش نہیں آئی لیکن یہ سہولت دوسری زبانوں کی گھسیٹ لکھائی میں میسر نہیں ہے۔[۸۷]

دیوناگری اور اردو رسم الخط کا تقابل:

اردو کے مقابلے میں دیوناگری کی تحریر بہت مشکل ہے۔ اس سلسلے میں اس وقت صرف چند باتیں کہنا ہیں:

۱۔ اردو حروف ناگری حرفوں سے بہت زیادہ آوازیں ادا کر سکتے ہیں۔

۲۔ اردو کے مفرد حروف بہت سارے اور مختصر ہیں اور جب وہ دوسرے حرفوں سے ملا کر لکھے جاتے ہیں تو اور بھی مختصر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ ناگری کے مفرد حرفوں کی شکلیں اردو حرفوں سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہیں اس لیے ان کو سیکھنے میں بھی زیادہ دیر لگتی ہے اور لکھنے میں بھی۔

۴۔ ناگری میں دس مختلف آوازوں کی خفیف اور ثقیل یعنی ہلکی اور بھاری دونوں

صورتوں کے لیے الگ الگ حروف مقرر کیے گئے ہیں۔ حالاں کہ ثقیل آوازیں حقیقت میں نئی آوازیں نہیں ہیں بلکہ خفیف آوازوں میں ھ کی آواز شامل ہونے سے بن جاتی ہیں۔ اردو تحریر میں اس حقیقت پر نظر رکھی گئی ہے اور ثقیل آوازوں کے لیے علیحدہ علامتیں مقرر کر کے حرفوں کی تعداد میں بے ضرورت اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کو ظاہر کرنے کے لیے معمولی حرفوں کے ساتھ ھ لکھ دی جاتی ہے۔ رومن رسم الخط میں بھی یہی کیا جاتا ہے۔ مثلاً ت کی ثقیل صورت تھ کے لیے T کے ساتھ H لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے:

Theme, Thin, Mathew, Thorax, Thursday, Thought, Thank۔ ناگری میں بھی جن ثقیل آوازوں کے لیے مخصوص حرف موجود ہیں وہ اسی طرح لکھے جاتے ہیں کہ معمولی حرفوں کو ह کے ساتھ ملا کر لکھتے ہیں۔ مثلاً کولھو، چولھا، آلھا، کلھاڑی، کمھار، تمھاری، ننھا، کنھیا میں لھ، مھ، اور نھ کی آوازیں یوں ظاہر کی جاتی ہیں ल्ह ، म्ह ، न्ह

اسی طرح ثقیل آوازیں ظاہر کی جاسکتی تھیں۔ ان کے لیے علیحدہ علیحدہ علامتیں مقرر کرنے سے ناگری حرفوں کی تعداد بلا ضرورت بڑھ گئی ہے۔ اس کے باوجود ر اور ھ کے ملنے سے جو آواز پیدا ہوئی ہے جیسے سرھانا، وہ ناگری تحریر میں ادا نہیں کی جاسکتی۔ یہی حال ڑ اور ھ کی مخلوط آواز کا ہے جیسے گاڑھا، کڑھائی، چڑھنا، گڑھ۔

۵۔ ناگری میں زبر کی حرکت پر حرف کی ذات میں شامل سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرفوں کی تمام حرکتوں کے لیے علامتیں موجود ہیں جو ماترے کہلاتی ہیں، مگر زبر کے لیے کوئی ماترا نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب کسی حرف میں زبر کی حرکت کو غیر موجود دکھانا ہوتا ہے تو اس کو اس کے بعد والے حرف سے ملا کر لکھتے ہیں اور

اس حالت میں کبھی پہلے حرف کی کبھی دوسرے حرف کی اور کبھی دونوں حرفوں کی صورت بدل جاتی ہے۔ اس طرح دو دو حرفوں کے ملانے سے جو نئی صورتیں یا مرکب حرف بنتے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ بعض موقعوں پر تین تین حروف ملا کر لکھے جاتے ہیں تو اور بھی زیادہ پیچیدہ اور مشکل صورتیں بن جاتی ہیں۔ میڈیکل ہال پریس، بنارس میں ۱۸۷۷ء کی چھپی ہوئی ہندی پرائمر میں ناگری کے دہرے اور تہرے حروف دیے ہوئے ہیں۔ دو دو حرفوں کے ملنے سے جو شکلیں بنتی ہیں ان کی تعداد ۳۸۲ اور تین تین حرفوں کے ملنے سے جو شکلیں بنتی ہیں ان کی تعداد ۶۷ ہے۔ اس طرح ناگری کے مرکب حرفوں کی مجموعی تعداد ۴۴۹ ہوئی۔ دو تین حرفوں کو ملا کر ایک کرنے کا کوئی اصول بھی مقرر نہیں ہے۔ اس لیے ان سب صورتوں کو یاد کرنا پڑتا ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔

۶۔ ناگری میں تشدید کے لیے کوئی علامت نہیں ہے۔ مشدد حرف ادھورا لکھ کر پورے حرف سے ملا دیا جاتا ہے۔ ادھورے حرفوں کی صورتیں اور ان کو پورے حرفوں سے ملانے کے طریقے تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کو یاد رکھنے کے لیے بہت محنت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو تحریر میں حرف پر تشدید کی چھوٹی سی علامت بنا دینا کافی ہوتا ہے۔

۷۔ ناگری میں حرف رؔ کی آواز کو ظاہر کرنے کے لیے متعدد علامتیں ہیں جو مختلف حالتوں میں مختلف جگہوں پر مختلف صورتوں سے لکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح نونِ غنہ کے لیے کئی علامتیں ہیں جو مختلف حرفوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ حرف ش کی آواز کے لیے بھی ناگری میں دو حرف ہیں۔ بعض لفظوں میں ایک حرف لکھا جاتا ہے بعض میں دوسرا ष، श

۸۔ بعض آوازوں کے لیے دو دو حرف ہیں جن میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں ہے۔

خواہ ایک حرف لکھا جائے خواہ دوسرا جیسے ऄ اور अ ۔

۹۔ کھ کی آواز کے لیے جو حرف ہے وہ ر اور و کی علامتوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے بڑی خرابیاں پڑ سکتی ہیں۔ مثلاً دوا کھانا ہے لکھا جائے تو اس کو دوا روانہ ہے، بھی پڑھ سکتے ہیں اور اب خ کی آواز کو ظاہر کرنے کے لیے نیچے نقطہ بھی نہیں دیا جا سکتا اس لیے اب اس فقرے کو دواخانہ ہے، بھی پڑھ سکتے ہیں۔

یہ چیزیں ناگری تحریر میں اچھی خاصی دشواری پیدا کرتی ہیں اور ان سب پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندی کے تمام لفظوں کو بھی فقط سن کر ناگری حرفوں میں صحیح طور پر لکھ لینا ممکن نہیں ہے۔ سینکڑوں لفظوں کا املا یاد رکھنا پڑتا ہے اور اس کے لیے بڑی مدت اور کافی محنت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

ناگری کے بعض حرف جو صرف سنسکرت لفظوں میں آتے ہیں ان کی صورت بہت پیچیدہ اور تلفظ نہایت مشکل ہے۔ یہ حروف ہندی الف بے سے تقریباً خارج کر دیے گئے تھے۔ مگر اب جب کہ ہندی لفظوں کا تلفظ اصل سنسکرت کے مطابق کیا جا رہا ہے اور سنسکرت کے نئے الفاظ ہندی میں کثرت سے داخل کیے جا رہے ہیں تو وہ حروف بھی استعمال میں آئیں گے اور تحریر کی دقتوں کو مزید بڑھائیں گے۔ [۸۸]

اردو خط اصلاً مختصر نویسی ہے:

اردو کی تحریر ایک طرح کی مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ) ہے جس کو تھوڑی سی مشق سے ہر شخص پڑھ لکھ سکتا ہے اس میں یہ خوبی ہے کہ لکھنے میں وقت بھی کم لگتا ہے اور کاغذ بھی اور اس عجلت پسندی اور اقتصادی کش مکش کے زمانے میں یہ وقت اور کاغذ کی بچت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

ناگری زبان تمام زبانوں کا تلفظ نہیں کر سکتی:

ناگری کے طرف دار اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے ہر زبان کی تمام

آوازیں ظاہر کی جاسکتی ہیں۔ یہ دعویٰ حقیقت سے بہت دور ہے۔ دوسری زبانوں کو چھوڑ کر صرف انگریزی کے لفظوں پر نظر کیجیے تو معلوم ہوگا کہ World, Dog, Pen, Was, Mirage, Bird کے سے معمولی لفظوں کا تلفظ بھی ناگری حرفوں سے نہیں ادا کیا جاسکتا لہٰذا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ناگری حروف تہجی دنیا کی تمام زبانوں کے تلفظ ادا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔

اردو لغت کیسے تیار کی جائے؟

اردو لغت بورڈ کے زیر اہتمام ''لغت کبیر'' کی اشاعت نہایت قابل قدر کام ہے لیکن اردو لغت کی تیاری میں ایک انچ کی کسر رہ گئی ہے جس کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ لغت کبیر کی جلد ۱۸ اس کی نمایاں مثال ہے۔ لفظوں کے انتخاب اور حوالوں کے سلسلے میں معیار مطلوب کو نظر انداز کیا گیا اور حوالوں کے لیے بعض ایسے مصنفین کو منتخب کیا گیا ہے جن کی زبان و بیان محل نظر ہے۔ اردو لغت کی تیاری کے لیے ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے تحقیقی رویے کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ نے خان آرزو کی ''نوادر الالفاظ'' کو مرتب کرنا شروع کیا تو اپنے اساتذہ کی ہدایت پر عبدالستار صدیقی صاحب سے امداد طلب کی اس سلسلے میں جو خط و کتابت ہوئی اس میں سے صدیقی صاحب کے بعض مکاتب سید صاحب نے ''نوادر المکاتیب'' کے عنوان سے اردو نامہ میں شائع کرائے اس کے تعارف میں وہ لکھتے ہیں ''استاذ مرحوم ڈاکٹر صدیقی نے سب سے مشکل کام اپنے ذمے لے لیا۔ انھوں نے ''نوادر الالفاظ'' کے متنازعہ فیہ الفاظ کی ایک طویل فہرست کے تلفظ اور ان کے متروک اور رائج الوقت معانی کی بڑی محنت سے تحقیق کی اور مجھے مستفید کیا۔ مرحوم اس دور افتادہ شاگرد کی خاطر بار بار لکھنؤ رامپور اور دہلی تشریف لے گئے اور تفحص و تحقیق میں اس حد تک منہمک اور سرگرداں ہوئے کہ ''نوادر الالفاظ'' میں درج شدہ اوزاروں سے متعلق الفاظ کے رائج الوقت استعمال کے لیے

نان بائیوں، موچیوں اور لوہاروں تک سے ملے اور چھان بین کی۔[۸۹]

کیا لغت کبیر کو مرتب کرتے ہوئے اس دشوار راستے کا انتخاب کیا گیا۔ کیا وڈیو اور ٹیپ کی سہولتوں کے ذریعے ان لہجوں اور آوازوں کو محفوظ کیا جا سکا جو تیزی کے ساتھ فنا ہو رہی ہیں۔ اس وقت کراچی میں بے شمار اہل زبان زندگی کا آخری دور بسر کر رہے ہیں ان کی آنکھوں نے وہ تہذیب، تمدن اور زبان کے سانچے اپنے سامنے بنتے اور مٹتے ہوئے دیکھے ہیں۔ ان خاندانوں کو دیکھا ہے جہاں اردو نستعلیق لہجے میں بولی جاتی تھی۔ ان ہزاروں الفاظ کا ذخیرہ ان کے حافظے میں محفوظ ہے۔ کیا اس کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ ''ثفل دان'' کی تحقیق کے لیے ڈاکٹر اسلم فرخی سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ بے شمار الفاظ لغات میں موجود نہیں ہیں ان سے عرض کیا گیا کہ ہمیں وہ الفاظ مہیا فرمایئے تا کہ محفوظ ہو جائیں۔ ارشاد ہوا کہ فرصت کہاں؟ اردو لغت بورڈ ان مسافران عدم کے ذخیرہ الفاظ کو محفوظ کرنے پر توجہ دے تو بے شمار متروک الفاظ زندہ ہو جائیں گے۔

ثفل دان:

جریدہ کے شمارہ ۲۵ میں ''ثفل دان'' کا ذکر ہوا تھا۔ اردو لغت بورڈ کے نائب ناظم جناب مرزا نسیم بیگ صاحب نے اس طرف توجہ دلائی ہے اور مطلع کیا ہے کہ لغت کبیر کی چھٹی جلد میں یہ لفظ موجود ہے لیکن اس کا تلفظ ''ثفل دان'' ہے ق کے بجائے ف استعمال کیا گیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ لفظ ہم سب کے لیے کس قدر اجنبی بن گیا ہے۔ دستر خوان روزانہ بچھایا جاتا ہے۔ لیکن ''ثفل دان'' کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی۔ اتنے اہم برتن کی ''کمی'' توجہ سے کیوں محروم رہ گئی۔

یہ نہایت اہم سوال ہے مغربی تہذیب اور مغربی طرز زندگی نے ہمیں اس قدر مصروف اور غافل کر دیا ہے کہ جیتے جاگتے الفاظ جن کی ہمہ وقت ضرورت ہے اردو کے محققین کی نظروں سے بھی اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ زندگی کے لیے لازمی، ضروری اور

زندہ الفاظ کا اس طرح متروک ہو جانا ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ نہ جانے ایسے کتنے الفاظ حافظے سے نکل کر تاریخ کے دفتر میں گم ہو گئے ہیں جن کی آج بھی ضرورت ہے۔ [۹۰]

دبستانوں کے ضمن میں اردو کا اختصاص:

اردو زبان کی ایک اہم خوبی یا المیہ دبستانوں کا وجود ہے۔ لکھنؤ اور دلی کے دبستانوں کے ساتھ ساتھ لاہور اور دکن کے دبستان بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے، لکھنؤ اور دہلی کے دبستانوں کا ارتقاء ہوتا رہا۔ دکن ارتقاء کے سفر میں شامل نہ ہوا۔ ان دبستانوں کی تاریخ اردو کے عروج و ارتقاء کے سلسلے میں ناقابل فراموش تاریخ ہے۔ اس تاریخ کے بعض گوشے نہایت ناخوشگوار اور افسوسناک بھی ہیں لیکن اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔

دکنی دبستان کا ارتقاء کیوں نہ ہوا:

تاریخ کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ تمام دبستان اردو ارتقاء پذیر رہے لیکن دکنی، دبستان، ارتقاء کے اثرات سے محفوظ رہا۔ مولوی عبدالحق نے قواعد اردو میں لکھا ہے کہ دکن کی اردو قدیم ہے وہ تقریباً آج تک ویسی ہی سینکڑوں سال پرانی چلی آتی ہے۔ دہلی کی اردو ارتقاء میں برابر جاری رہا، دکن والوں کو اس ارتقاء کا علم نہ ہو سکا۔ [۹۱] اب ان سے کون پوچھے کہ دلی کی اردو میں ارتقاء کیوں برابر جاری رہا، دکن کی اردو اس سے کیوں محروم رہی، اس کو ممی بنا کر کس نے رکھا۔ وہ زمانے کے بہاؤ کے ساتھ کیوں نہ بہی۔ بہاریں بھی آئیں اور خزاں بھی لیکن اس کا گلشن صدا بہار رہا کیوں؟ اس کے درختوں کے پتے پیلے کیوں نہ پڑے؟ اور اب پت جھڑ میں کیوں نہ جھڑ گئے۔ [۹۲] یہ ایک الگ بحث ہے کہ دکنی دبستان انجماد کا شکار کیوں ہوا یہ بحث سر دست ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اردو کے دبستان ایک دوسرے کے مقابل آئے لیکن دکنی دبستان مقابلے کے میدان میں نہ اترا وہ الگ تھلگ اپنی روش پر چلتا رہا۔ مگر لاہور نے علم، فضل اور زبان و بیان کے پرچم لہرائے اور اپنا سکہ منوایا۔

دیگر زبانوں میں دبستانوں کی روایت:

دنیا کی کسی زبان میں دبستانوں کا ٹنٹا نہیں ہے۔ یہ بھی اردو زبان سے خاص ہے۔ دبستانوں کی کشمکش نے اردو کے ذخیرہ الفاظ اصول وقواعد کو مالا مال کیا اور زبان و بیان کی نزاکتیں ادبی معرکوں کے ذریعے آشکار ہوئیں۔ دبستانوں کے ادبی معرکوں کی روایت بھی اردو زبان کے سوا دوسری زبانوں میں نہیں ملتی۔ یہ دبستان اردو کی ثروت مندی کا سبب بنے۔ لیکن اس کے نتیجے میں بعض ناخوشگوار مباحث بھی پیدا ہوئے۔ کیفی نے اس کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ ''ہمارا فرض ہے کہ اردو کے نئے مقبوضات اور نو آبادیوں کا ٹھنڈے دل سے کیا صدق دل سے خیر مقدم کریں اور اقصائے ملک کے کسی گوشہ میں بھی اردو کی ترویج وترقی کو اپنی ترقی تصور کریں۔ حقیقت میں دلی اور لکھنؤ ایک چنے کی دو دالیں ہیں اب اس میں باڑہ کے چاول بھی آملے ہیں۔ یہ قبولی دلی اور لکھنؤ کو قبول کرنی پڑے گی۔ اس ضمن میں آج آپ سے ایک بات کہنے والا ہوں جو خوف ہے کہ مبادا بعض طبائع کو ناگوار گزرے۔ ''الحق مر'' بزرگ کہہ گئے ہیں۔ کوئی صاحب یہ خیال نہ فرمائیں کہ میری مبادرت بھی عجیب وغریب ہے کہ لکھنؤ کی سرزمین پر کھڑے ہو کر لکھنؤ سے گھبار لڑنے کو آمادہ ہوں...... وہ بات ہے پنجاب کے متعلق۔ میں اپنی جیب میں پنجاب کا وکالت نامہ نہیں رکھتا نہ یہاں آج اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے نازک اور حساس قلوب کو ناگوار تاثر کا نشانہ بناؤں۔ لیکن اردو کی محبت مجبور کرتی ہے کہ آپ سے آپ کے طرز تنقید اور لائحہ عمل کی ترمیم کی سفارش کروں۔ یہ ایک بے نقاب راز ہے کہ لکھنؤ اور متبعین لکھنؤ کا سلوک پنجاب کے شعراء اور مصنفین کے ساتھ ایسا نہیں جیسا کہ ہونا چاہیے۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ صاحب شعر الہند کے ہاں بھی بھولے سے پنجاب کے کسی شاعر کا نام قلم سے نکل جاتا ہے تو وہ تذکرہ تشنہ رہ جاتا ہے۔ معاف فرمایے یہ ادائیں کچھ مستحسن نہیں۔ نہ اس سے اردو کی خدمت ہوگی نہ پنجاب کی زبان کی اصلاح۔ آپ پہلے دہلی اور لکھنؤ کی اردو پر نظر ڈالیں۔ اس کے بعد پنجاب کی زبان پر قلم اٹھانے کا عزم

فرمائیں۔ آپ نے اگلے زمانے میں زبان اور شاعری کے ساتھ کیا شوخیاں تھیں کہ نہ کیں اور اس وقت آپ کیا کر رہے ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں۔ اسی طرح پنجاب کا حال سمجھیے۔ اگر پنجاب میں بدعنوانیاں اور بے اعتدالیاں ہیں تو اپنی نظیر سے ان کی نفی کیجیے۔ آپ ایک خط کو چھوٹا کرنے کے لیے اسے مٹانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کے برابر ایک خط بڑا کھینچ دیجیے وہ خود ہی چھوٹا ہو جائے گا۔ ظریفانہ جرائد اور تحریروں کو جانے دیجیے۔ جناب منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی جیسا ادیب بھی پنجاب پر دستِ شفقت بڑھائے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ مانا کہ غصہ ان کو اصل میں نواب حیدر یار جنگ پر تھا، برس پڑے بیچارے پنجاب پر۔ فرمایا:

''میرے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ حضرت طباطبائی کو حیدرآباد کے طویل قیام نے لکھنؤ کی بول چال سے کچھ بیگانہ کر دیا ہے .... سنسنی خیز اور رہائش وغیرہ سے بحث فضول ہے۔ یہ جہلا کے تراشے ہوئے ہیں، فصحاء ان کے استعمال نہیں کرتے، اس قسم کے لچر الفاظ کا ایجاد اکثر پنجاب سے ہوا ہے جہاں کی اردو بہت خام ہے''۔

اکثر اصحاب یہاں ایسے ہوں گے جو اس رائے کے اس حصے میں جس کا تعلق پنجاب سے ہے منشی صاحب کے ہمنوا ہوں۔ وہ کوئی صاحب ہوں میں پوچھتا ہوں کہ اگر سنسنی خیز (رہائش کا ذکر بعد میں آئے گا) لچر لفظ ہی اور جہلاء کا تراشا ہوا ہے تو ان سینکڑوں الفاظ کی نسبت کیا ارشاد ہے جو یہی یا ایسی ہی صرفی حیثیت رکھتے ہیں؟ ان کے تراشنے والے کون تھے؟ وہ کتنی مدت تک لچر اور جاہلانہ ایجاد سمجھے جاتے رہے اور کب فصحاء نے ان پر فصاحت کی سلطانی مہر ثبت فرمائی۔ جلال مرحوم کے سرمایہ زبان اردو اور مولوی سید احمد مغفور کے فرہنگ آصفیہ کو ایک دوسرے کے برابر رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سینکڑوں اسی وضع اور اشتقاقی حیثیت کے لغات اردو میں شامل ہیں، جیسا سنسنی خیز ہے۔ یہ لمبی فہرست پیش کرنا طولِ امل ہے گاڑی بان اور رتھ بان کو آپ بھول گئے ہوں گے۔ نہ شوق مرحوم کہہ سکتے تھے نہ حضرت طباطبائی کہہ سکتے ہیں کہ دہلی اور لکھنؤ اس لفظ کی لچریت اور جاہلیت سے مبرا ہیں۔

ایک سودس CX

کل کی بات ہے منشی سجاد حسین صاحب مغفور کو کاکوروی اور مولانا عبدالحلیم شرر صاحب مرحوم کو کرسوی کہہ کر ان کی زبان اور تنقید زبان کو غیر مستند قرار دیا گیا تھا، اسی طرح ممکن ہے ان اصحاب کی زبان کو بھی ویسا ہی بتایا جائے لیکن ایک لشکر کا قلب کیونکر مستحکم رہ سکتا ہے جب اس کا میمنہ اور میسرہ متزلزل ہو۔

رہائش کی نسبت گزارش ہے کہ جناب مولودی محمد بدرالدین صاحب وکیل ہائی کورٹ مرادآباد نے مرقع کالج کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے:

''کچی پارک اور نئی پارک'' امیر ہو یا غریب لیکن رہائش میں بے پرواہ ہو''۔

اب ذرا علی گڑھ کے نو طلوع سہیل کی طرف نظر دوڑائیے۔ جلد ا، شمارہ ۵۔۳، ستمبر ۱۹۲۶ء کے رسالہ میں بابو گچپت سرنداس صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''طرز رہائش میں سادگی اور ارزانی کی خصوصیات نمایاں تھیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ خطہ اہل ہنود کے دیوتا مہادیو جی کا مقامِ رہائش کہا جاتا ہے۔

اب میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں یہ کہہ کر کہ رہائش کا لفظ حیات النذیر میں بھی آیا ہے۔ آپ نے پنجاب کی لچر اور جاہلانہ تراش کا معجزہ ملاحظہ فرمایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر اہل زبان کا فرض ہے ان الفاظ کو استعمال کرنا بلکہ میرا قول یہ ہے جب ہم ان کے مقابلہ میں بہتر اور افصح الفاظ اس نفسِ معنی کے حامل پیش نہیں کر سکتے تو چپ رہیں۔ اگر ان میں کچھ جان ہے تو یہ خود ہی اپنی ہستی ہم سے منوا کر رہیں گے ورنہ اپنے اور سینکڑوں ہم جنسوں اور خواجہ تاشوں کے ساتھ جو دلی اور لکھنؤ کے گورِ غریباں میں دبے پڑے ہیں یہ بھی سپردِ زمین ہو جائیں گے لیکن ان کی وجہ سے پنجاب کو جہالت لچریت اور خامی کے تمغے عنایت کرنا معقولیت کی حد سے خارج اور نازیبا ہے۔ [۹۳]

دبستانِ لاہور:

پنڈت کیفی نے تقریباً ۷۷ سال پہلے ۱۹۲۷ء پنجاب کا مقدمہ لڑتے ہوئے لکھنؤ میں فرمایا تھا ''دلی اور لکھنؤ کی بڑائی اسی میں ہے کہ بڑے بن کر رہیں۔ بڑے کام کر کے دکھائیں اور چھوٹوں کے بڑا بننے میں مدد فرمائیں'' آج دلی اور لکھنؤ کے دبستان ختم ہو گئے ہیں لیکن دبستان لاہور آج بھی اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ اردو شاعری، نثر اور دیگر اصناف سخن کی آبرو اسی دبستان کے دم قدم سے ہے۔ ''دبستان لاہور'' کے احسانات، تاریخ، زبان اردو کا ناقابل فراموش باب ہے۔ کیا شیخ عبدالقادر، علامہ اقبال، مولوی ممتاز علی، مولانا ظفر علی خان، مولوی محمد شفیع، خواجہ عبدالوحید، شورش کاشمیری، مولانا صلاح الدین، غلام رسول مہر، سالک، انجمن پنجاب، حسرت، فیض، احسان دانش، ڈاکٹر سید عبداللہ، مختار مسعود کے بغیر اردو کی تاریخ مکمل ہو سکتی ہے؟ افسوس ہے کہ اس جانب کسی نے توجہ نہیں دی۔ اہل زبان کا فرض ہے کہ وہ کھلے دل کے ساتھ تاریخی حقیقت کو تسلیم کریں اور اردو زبان کی خدمت انجام دینے پر دبستانِ لاہور کو دبستان لکھنو و دہلی کا اصل جانشین سمجھیں۔

دبستان کراچی:

یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ دبستان کراچی کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔ کراچی ایک طویل عرصے تک لکھنؤ اور دہلی کی روایات کا امین رہا اور اب یہ تمام دبستانوں کا دبستان بن چکا ہے۔ اس دبستان میں آج بھی ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر ابو سلمان ساجہاں پوری اور مشفق خواجہ، ضمیر نیازی، ڈاکٹر رضوان ندوی، ڈاکٹر محمد حسین جعفری جیسے عبقری علم کے موتی بکھیر رہے ہیں۔

یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے مگر اس کا جواب ''دبستان لاہور'' کے ذمے ہے۔ کراچی کے دبستان کو خراج تحسین پیش کرنا اہل کراچی کی ذمہ داری نہیں۔ ایسا عمل خود تعریفی اور خود ستائشی کے ذیل میں آتا ہے جو خود کشی کی نفیس ترین کیفیت ہے۔ اس کے نتیجے

میں عصبیتیں، محکم اور مخاصمتیں مستحکم ہوتی ہیں جس طرح دبستان لاہور کے لیے کراچی سے آواز بلند کی گئی ہے اسی طرح دبستان لاہور دبستان کراچی کے لیے آواز بلند کرے تو رقابتیں لمحوں میں ختم ہو جائیں گی۔ اردو پر کسی کا اجارہ نہیں جو اردو کے لیے کام کرے گا عظمت اور سرفرازی کا تاج خود بخود اس کے سر پر رکھ دیا جائے گا۔ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے لیکن تاریخ سے عبرت حاصل کرنے والے بہت کم ہیں۔

کتابیات

۱۔ سید شبیر علی کاظمی، ''پراچین اردو'' (کراچی مکتبہ اسلوب) ص ۱۲ [طبع اول ۱۹۸۲]

۲۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری ''نے کی سرگزشت'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق'' مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی (بمبئی گوکل کمپنی)، ص ۲۳۴ [طبع اول ۱۹۷۱]

۳۔ سید خالد جامعی رعمر حمید ہاشمی ''متروک الفاظ تاریخ، تحقیق، تحریکیں'' مشمولہ جریدہ شمارہ ۲۵ مرتبہ سید خالد جامعی شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی ص ۴۲۔۴۱ [۲۰۰۴]

۴۔ سید خالد جامعی ''معروضات'' مشمولہ جریدہ شمارہ ۲۴ مرتبہ سید خالد جامعی ص V-17 شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی [۲۰۰۴]

۵۔ Ranade- Rise of the Maratha Power Page 91 بحوالہ ''اردو زبان اور سماجی سیاق'' ڈاکٹر ستار دلوی۔

۶۔ سنیتی کمار چٹر جی Indo Aryan and Hindi کلکتہ فرما کے کے۔ ایل۔ لکھ پادھیائے ۱۹۶۹ء ص ۲۰۰ طبع اول بحوالہ ''اردو کی لسانی تشکیل'' ڈاکٹر خلیل بیگ

۷۔ چندر بلی پانڈے ''مغل بادشاہوں کی ہندی'' (کاشی: ناگری پر چارنی سبھا) ص ۱۵ بحوالہ اردو کی لسانی تشکیل و اردو زبان کا سماجی سیاق۔

۸۔ شاہد احمد دہلوی بزم خوش نفساں مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی (کراچی مکتبہ اسلوب) ص ۲۰۳ [طبع اول ۱۹۸۵]

۹۔ ڈاکٹر عبدالستار دلوی ''اردو میں لسانیاتی تحقیق'' حرف و صوت کا ابتدائیہ ص ۳

۱۰۔ پنڈت برجوہن کیفی ''منشورات'' (دانش محل فیض ۔۔۔ دہلی) ص ۱۳۹ [طبع ثالث ۱۹۴۵]

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷۔۱۹

۱۲۔ J. Vendres :Language A linguistic introduction to History, Paris University p. 275 بحوالہ ''منشورات'' ص ۲۲

۱۳۔ پنڈت برجوہن کیفی ایضاً ''منشورات'' ص ۲۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۹

۱۶۔ مؤلف سید عبدالرشید تتوی، مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، تدوین نو مع ترجمہ ڈاکٹر مظہر

شیرانی ''رسالہ معربات رشیدی، کراچی (ادارہ یادگار غالب)، ص ۴۹، [طبع اول ۲۰۰۳]

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۹۔ پروفیسر علی محسن صدیقی ''تاریخی مقالات'' (قرطاس کراچی یونیورسٹی) ص ۳۴ [طبع اول ۲۰۰۴]

۲۰۔ پنڈت کیفی ''منشورات'' ایضاً، ص ۴۶

۲۱۔ سید عبدالرشید تتوی رسالہ ''معربات رشیدی'' ایضاً ص ۵۰

۲۲۔ پنڈت کیفی منشورات ایضاً، ص ۴۶

۲۳۔ پنڈت کیفی منشورات ایضاً، ص ۱۵

۲۴۔ پنڈت کیفی منشورات ایضاً ص ۱۵۶

۲۵۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''زبان اور اردو زبان''، ایضاً، ص ۴۔۵

۲۶۔ ایضاً، ص ۵

۲۷۔ ایضاً، ص ۹

۲۸۔ ایضاً، ایضاً، ص ۳۱

۲۹۔ ایضاً، ص ۵۰

۳۰۔ Dr. Suniti Kumar Chaterji, Indo Aryan and Hindi بحوالہ ''اردو زبان اور سماجی سیاق'' ۱۹۴۲ء

۳۱۔ ڈاکٹر عبدالستار دلوی ''اردو کا سماجی سیاق'' ص ۷۱۔۶۹

۳۲۔ اشرف صبوحی، ''دلی کی چند عجیب ہستیاں''، (انجمن ترقی اردو ---- دہلی)، ص ۱۰۵۔۱۰۶ [اشاعت اول، ۱۹۴۳ء]

۳۳۔ پروفیسر احتشام حسین، ''صحت زبان کے لسانیاتی پہلو'' مشمولہ اردو میں لسانیاتی تحقیق ایضاً۔ص ۳۰۵

۳۴۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''زبان اور اردو زبان''، ایضاً ص ۳۶

۳۵۔ ایضاً ص ۵۷

۳۶۔ ایضاً ص ۵۸

۳۷۔ ایضاً ص ۶۰

۳۸۔ ایضاً ص ۶۱

۳۹۔ پروفیسر مسعود حسین خان، ''اردو رسم الخط کی علمی حیثیت'' مشمولہ اردو میں لسانیاتی

تحقیق، ص ۳۹۸۔

۴۰۔ ایضاً، ص ۳۹۹

۴۱۔ ایضاً، ص ۴۰۰

۴۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''زبان اور اردو زبان''، ص ۶۲

۴۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ایضاً، ص ۶۲

۴۴۔ ایضاً، ص ۶۴

۴۵۔ ایضاً، ص ۶۶

۴۶۔ ایضاً، ص ۶۷

۴۷۔ ایضاً، ص ۶۷

۴۸۔ ایضاً، ص ۷۱

۴۹۔ ایضاً، ص ۷۲۔۷۳

۵۰۔ ایضاً، ص ۷۳

۵۱۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔۱۱۱

۵۲۔ ایضاً، ص ۵۶

۵۳۔ مسعود حسین خان ''اردو صوتیات کا خاکہ'' مشمولہ اردو میں لسانیاتی تحقیق، ص ۱۰

۵۴۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ''اردو صوتیات کا خاکہ'' مشمولہ ص ۱۳

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۴

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۹

۵۷۔ مولوی عبدالحق، ''عورتوں کی زبان'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''، ص ۱۲۴۔۱۲۵

۵۸۔ سید خالد جامعی/عمر حمید ہاشمی ''وادی سندھ کے رسم الخط پر تحقیقات کا جائزہ'' مشمولہ ''جریدہ ۲۲'' مرتبہ سید خالد جامعی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی [۲۰۰۴]

۵۹۔ پنڈت برجموہن کیفی ''لفظ و معنی'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''، ص ۱۹۰

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۹۱

۶۱۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۶۲۔ ایضاً، ص ۱۹۳

۶۳۔ ایضاً، ص ۱۹۴

۶۴۔ ایضاً، ص ۱۹۴

۶۵۔ ایضاً، ص ۱۹۴

۶۶۔ ایضاً، ص ۱۹۴

۶۷۔ ایضاً،ص ۱۹۵

۶۸۔ ایضاً،ص ۱۹۶

۶۹۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ''اردو زبان کے مطالعے میں لسانیات کی اہمیت'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''،ص ۲۵

۷۰۔ ایضاً،ص ۲۵۳

۷۱۔ ایضاً،ص ۲۵۴

۷۲۔ پروفیسر احتشام حسین، ''صحت زبان کے لسانیاتی پہلو'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''،ص ۳۰۴

۷۳۔ ڈاکٹر خلیل بیگ

۷۴۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان ''مطالعہ شعر'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''،ص ۳۱۹

۷۵۔ ایضاً،ص ۳۲۲

۷۶۔ ایضاً،ص ۳۲۲

۷۷۔ ایضاً،ص ۳۳۳

۷۸۔ ایضاً،ص ۳۲۶۔۳۳۸

۷۹۔ ایضاً،ص ۳۳۸

۸۰۔ ایضاً،ص ۳۳۹

۸۱۔ ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ ''اردو کی لسانی تشکیل''،ص ۱۴۱

۸۲۔ ایضاً،ص ۱۴۲

۸۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''زبان اور اردو زبان''،ص ۵۲

۸۴۔ ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ ایضاً،ص ۱۹۱

۸۵۔ ایضاً،ص ۲۰۳۔۲۰۲

۸۶۔ پروفیسر مسعود حسین خان ''اردو رسم الخط کی علمی حیثیت'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''،ص ۳۸۲

۸۷۔ ایضاً،ص ۳۸۴

۸۸۔ ایضاً،ص ۳۸۶

۸۹۔ رسالہ معربات رشیدی ترجمہ مظہر شیرانی،ص ۲۵

۹۰۔ ''جریدہ'' شمارہ ۲۵ صفحہ اٹھاون تا باسٹھ فل دان کی بحث ملاحظہ فرمایئے

۹۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری ''نے کی سرگزشت'' مشمولہ ''اردو میں لسانیاتی تحقیق''،ص ۲۸۳

۹۲۔ ایضاً

۹۳۔ پنڈت کیفی ''منشورات''،ص ۱۶۷۔۱۶۸

متروکات کی لغت

(جلد دوم)

ج تا ق
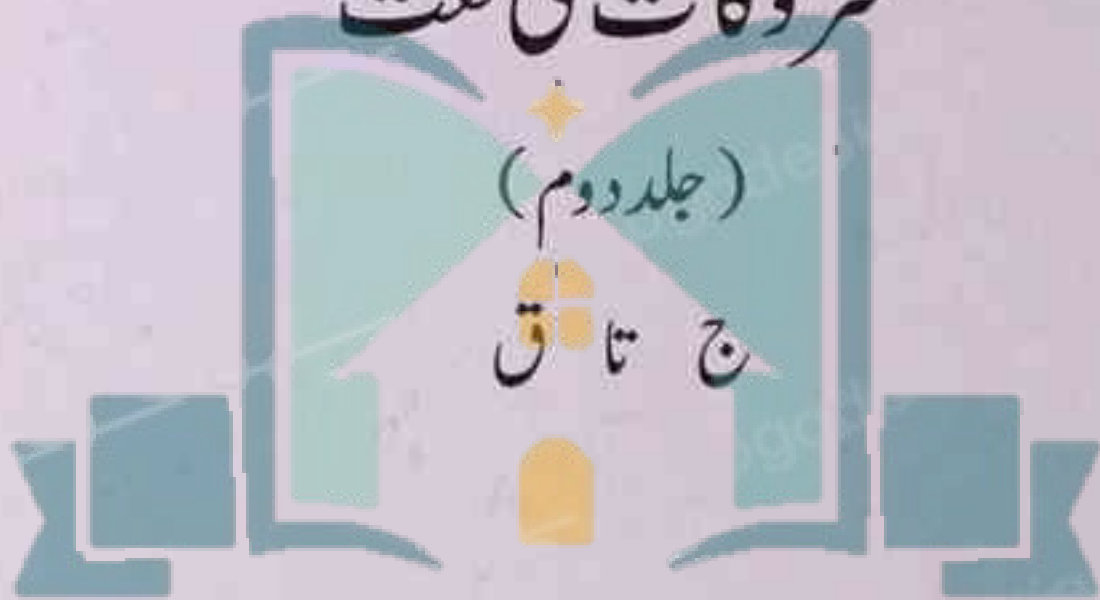
مرتبہ

ڈاکٹر خالد حسن قادری

(ا) ایک

ج

جاٹھ
اردو، مذکر، اسم

ڈنڈا، شہتیر، کولھو کا ڈنڈا

جاداد
اردو، فارسی الاصل، مؤنث، اسم

مقام، کام، جگہ، ملازمت کی جگہ

جو نوکری ہے کہیں زیرِ چرخ نیلی فام
تو جائداد کا اس کی ہے پرگنہ سرسام

سودا [ویرانی شاہجہان آباد]

جار
سنسکرت، برج، اردو

شادی شدہ عورت کے ساتھ ناجائز تعلق رکھنے والا

جارَج (جارَجات)
سنسکرت، برج، اردو

وہ اولاد جو کسی غیر مرد کے نطفہ سے پیدا ہوئی ہو، والدالزّنا، شاستروں کی رو سے یہ اولاد دو قسم کی ہے، کنڈ اور گولک۔ دیکھیے دونوں الفاظ

جاشَریۃ
عربی الاصل، اسم

صبوحی، صبح کے وقت پی جانے والی شراب

جاف
عربی و فارسی، اسم، صفت

(عربی) خشک، جڑ سے اکھاڑنا، نانِ خشک

(فارسی) زنِ فاحشہ، عورت جو جلد جلد مردوں کو بدلے زنِ جاف بھی مستعمل ہے

جاکڑ	بندش
جاگگی (جاگگی) اردو، فارسی الاصل، اسم، مؤنث	۱۔ایک قسم کا کپڑا، کسی قسم کا کپڑا جو لباس بھر کو کافی ہو ۲۔وظیفہ، روزینہ، روزی، تنخواہ جاگگی خوار: جاگگی خوار اس نوکر کو کہتے ہیں کہ جس کی تنخواہ کچھ نہ ہو روٹی کپڑے پر اس سے کام لیتے ہوں تو اے جاگگی خوار تدبیرِ من زجامِ سخن چاشنی گیر من غالبؔ [بنام قدر بلگرامی]
جامہ اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم	لباس، پوشش، کپڑا، لبادہ دربار مغلیہ کے امراء کے لباس کا ایک حصہ جو عجمی قبا میں ترمیم کر کے بنایا گیا تھا۔ اس میں گریبان نہ ہوتا بلکہ دونوں جانب کے کنارے جو پردہ کہلاتے، ترچھے ایک دوسرے پر آ کے سینے کو ڈھانک لیتے سینے کا بالائی حصہ جو گلے کے نیچے ہوتا ہے اسی طرح کھلا رہتا جیسے مغربی کوٹوں میں کھلا رہتا۔ جس طرح قمیص سینے کے اوپر والے حصے کو چھپاتی ہے اسی طرح نیمہ اس کو ڈھانکے رہتا۔ سینے پر جامے کا وہ پردہ جو بائیں سے آتا ہے نیچے رہتا اور داہنے پہلو پر بندوں سے باندھا جاتا اور اس پر داہنی طرف کا پردہ رہتا جو اوپر بائیں پہلو میں باندھا جاتا۔ پھر اس میں کمر کے پاس دامنوں کے بدلے لہنگا

(۳) تین

سا جوڑ دیا جاتا جو ٹخنوں کے اوپر تک لٹکتا رہتا اس میں بہت سی چنٹیں دی جاتیں اور اس کا گھیر بہت بڑا ہوتا۔ جامے کی آستین آدھی کلائی تک بے سلی اور کھلی رہتیں اور دونوں جانب لٹکا کرتیں۔ جامہ عموماً باریک ململ کا ہوتا۔ [گزشتہ لکھنؤ]

جانگو
اردو، مذکر، اسم

(نون کے بجائے نون غنہ)
۱۔ ضامن
۲۔ روپیہ یا کوئی اور چیز بطورِ ضمانت کے دکان دار کے ہاں رکھ کر مال پسند کرانے کے لیے لاتے ہیں۔ اسے جانگڑ کہتے ہیں۔

جاوَک
اردو، برج، مذکر، اسم

سرخ رنگ جو لاکھ کے کیڑے سے حاصل ہوتا ہے
دیکھیے بلوکنا

جٹَادَھاری
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم وصفت

گیسو دراز جوگی، شیوجی کا لقب

ججمان
اردو، مذکر، اسم

مخدوم، مالک، مربی، مذہبی رسوم ادا کرنے کے لیے پجاری کو مقرر کرنے والا۔

جَد
برج، اردو

جب، جیسا، جب کہ، جس وقت، لحظہ، آن
جد نہ تد: اب نہ جب، نہ جب نہ اب، بے موقع وبے

(۴) چار

محل، ہر وقت، کبھی کبھی

جدو رائے (یدورائے)
قدیم اردو، سنسکرت، مذکر، اسم معرفہ

کرشن چندر، کرشن جی مہاراج کا لقب

جدِی (یدی)

اگر، گاہے گاہے

جدے
قدیم اردو، فارسی الاصل، صفت

(مذکر و مؤنث دونوں کے لیے اب جدا مستعمل ہے جدے اور جدی متروک ہے)

۱۔ الگ، الگ الگ، علیحدہ، نرالا، ایک طرف، دوسری طرف، الگ سمت،

پریزاد و نجم النساء واں جدے
الگ اپنی باتوں میں مصروف تھے

میر حسنؔ [سحر البیان]

جدی
قدیم اردو، مؤنث، اسم صفت

نرالی، نمایاں، سب سے الگ

طرزِ پوشاک جدی سب سے نرالا انداز
سارے گہنوں سے ہے اس شوخ کا زیور باہر

رندؔ لکھنوی [نور اللغات]

جُرا (جرعہ)

پیالۂ شراب

چاہے اگر اڑانا عشرت کا ناز جُرا

(۵) پانچ

جُڑنا
اردو، فعل
حاصل ہونا، میسر آنا، ہاتھ لگنا، ملنا، پاجانا
نظیر اکبرآبادی

جڑاور (جڑوال)
اردو، مونث، اسم
جاڑے میں استعمال کے گرم کپڑے، بستر، اوڑھنا بچھونا

جُزرس (جزورس)
اردو، فارسی، صفت
۱۔ کفایت شعار، کنجوس
۲۔ بہت چھان بین اور تامل کرنے والا بالخصوص مالی معاملات میں

جُزگیر/جزوگیر
کتاب لکھتے یا پڑھتے وقت اسے کھلا رکھنے کی کوئی چیز

جک (جکھ)
اردو، مذکر، اسم
خزانہ یا مال زمین میں دفن کرتے وقت کسی آدمی یا جانور کو مار کر اس کے ساتھ گاڑھ دیتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ سوائے مالک کے کسی اور کو ہاتھ نہ لگانے دے، اس آدمی یا جانور کو جک کہتے ہیں

جک کا گماشتہ
کنایتاً نہایت کنجوس آدمی کو جک کا گماشتہ کہتے ہیں

جگ
اردو، برج، مذکر، اسم
۱۔ عہد، زمانہ، اہلِ ہنود کے مطابق دنیا کی عمر کے چار دور ہیں ہر دور ایک جگ یا یگ کہلاتا ہے، ستیہ جگ،

(۶) چھ

تریتا جگ، دُواپَر جگ، کَل جگ۔ کَل جگ اب بھی جاری ہے، ستیہ جگ کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال، تریتا جگ کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال، دواپَر جگ کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال اور کل جگ کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ جس میں سے پانچ ہزار سال بیت چکے ہیں

جگ دار (جگادری)	آدمی یا جانور کے لیے جو بہت پرانا قدیم ہو، جگادری یا جغادری آدمی سے مراد ہوتی ہے بڑا آزمودہ کار، گھِسا ہوا، جہاں دیدہ
جگ ڈالنا	۱، کشیدہ کاری میں ڈورے ڈالنا ۲، جگ: چوسر کے کھیل میں ایک ہی خانے میں دو گوٹوں کا جمع ہونا، اس حالت میں فریق مخالف ان گوٹوں کو نہیں مار سکتا "دو کلاونت دلی کو چلے آتے تھے کہ راہ میں دوڑوں نے آن لیا۔ دونوں چٹ پر تل کے ٹٹو پر جا بیٹھے اور کہا کہ کہوں جگ ہو مار یو جات ہے۔" [لطائف ہندی، للولال جی]
جُگادری (جغادری)	بہت پرانا، گھاگ، کار آزمودہ

جگت

چلنے والا، دنیا، روزگار، زمانہ، کسی عمارت کا پشتہ، کنویں کے اطراف کا چبوترہ

جگ جگ

ہمیشہ، دائم

جگر جگر، دگر دگر

اپنا اپنا ہی ہے اور غیر غیر، فدوی۔

ہمارے رونے پہ اے عزیزو! اس ابرِ تر کو تو کب نظر ہے
ولے ان آنکھوں نے شرم رکھ لی جگر جگر ہے دگر دگر ہے

[ٹیلر، ہنٹر ۱۸۰۸]

جگری

اردو، فارسی الاصل، صفت

۱۔ پکا، سچا، صادق
۲۔ اندورنی
۳۔ سیاہی مائل گہرا سرخ، جگر جیسے رنگ کا

اس رنگ سے چمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے بڑا اشک عقیقِ جگری کا

میرؔ

جل جوگنی

کھڑی بولی، اردو، مونث، اسم

دہلی میں چیل کو کہتے ہیں

[محاورات ہند ۱۸۹۰]

جل ککڑ رجل ککڑ

مرغ آبی جس کا سر سیاہ ہوتا ہے، جلے تن آدمی کو بھی کہتے ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر جل بھن جاتا ہو۔

جَلْوَہ

اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

۱۔ نظارہ، تجلی، نور، نمائش

آرسی مصحف، وداع کے روز دولہا دلہن کو آمنے سامنے بٹھا کر آئینے میں ایک دوسرے کا منہ دکھانا

وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم
وہ آپس میں دولہا دولہن کی رسوم
میر حسنؔ [سحر البیان]

جَلیب

اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

پلیٹس نے اسے ہندی یا ہندوستانی بتایا ہے مگر یہ لفظ بغیر کسی تغیر و تبدل کے عربی ہے، جَلیب: باہر سے لایا ہوا غلام

غلام، نوکر، خادم، ساز و سامان، نواحی علاقہ

یا لے صراحی حقہ دوڑے جلیب اندر
جب آ اجل پکاری صاحب رہا نہ نوکر
نظیرؔ اکبر آبادی

جَم

اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

۱۔ ہندو صنمیات میں ملک الموت، موت، ہم زاد
۲۔ جنوبی سمت کا محافظ
۳۔ اردو میں ناگوار اور ناقابلِ برداشت شخص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
۴۔ سوہان روح، ناگوار خاطر، تکلیف دہ شے، حالت یا شخص

(۹) نو

چھاتی کا جم: کوئی شخص یا چیز جو چھاتی پر فرشتۂ اجل کی طرح دھری رہے۔ چھاتی کا پتھر

بے چین مجھ کو چاہتا ہے ہر دم ہے زیرِ خاک
چھاتی پہ بعدِ مرگ بھی دل جم ہے زیرِ خاک
میرؔ

کبھو دل رکنے لگتا ہے جگر گاہے تڑپتا ہے
غمِ ہجراں میں چھاتی کے ہمارے جم میں ہیں یہ دونوں
میرؔ

جَمدھر
قاصدِ اجل، خنجر

جُمعگی
اردو، مونث، اسم
۱۔ جمعہ کے روز مدرسے جانے والے بچوں کو جیب خرچ دینے کا دستور تھا، اسے جمعگی کہتے تھے
۲۔ جمعہ کے روز مدرسے کے بچے اپنے استادوں کو تحفہ دیتے تھے اسے بھی جمعگی کہتے تھے

جَمَک
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم
یمک (سنسکرت)
۱۔ ایک لفظ کو دہرانا اس طرح کہ معنی مختلف ہوں،
۲۔ تجنیس تام

جَمَک
اردو، اسم، مؤنث
کامیابی، کامرانی
(دیکھیے جمکنا)

جمکنا
اردو، فعل

کامیاب ہونا، جمنا، چمکنا، چل نکلنا، رنگ پر آنا
دوکان جمکی: خرید و فروخت شروع ہوئی
لڑائی جمکی: لڑائی شروع ہوئی، مقابلہ ہوا
مجلس جمکی: مجلس رنگ پر آئی، محفل بھر گئی
مقدمہ جمکا: مقدمہ کی پیروی شروع ہوئی
[ٹیلر، ہنٹر ۱۸۰۸]

جنتر (یَنتر)
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

اوزار، آلہ، کل، رصدگاہ، دھوپ گھڑی، جوتشی نقشہ

جنتری
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

ایک آلہ جس میں زرگر تار ڈال کر کھینچتے ہیں اور اس طرح انھیں باریک کرتے ہیں

جالی نقابِ یار کی یوں کھینچتی ہے دل
زرگر ہیں جیسے جنتری میں تار کھینچتے

نواب احمد حسن خان جوش ابن نواب محمد مقیم خاں، ابن نواب محبت خاں ابن نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ

جنک دُلاری
قدیم اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم معرفہ

جنک کی بیٹی، سیتاجی، رام چندر جی کی بیوی

جنگم

ا۔ آوارہ گرد، فقیر، ہندو سنیاسی جو پیروں میں ہلکی زنجیر ڈالے رکھتے ہیں، بال چیکٹ بکھرے ہوئے اور گھنٹی

(۱۱) گیارہ

لیے رہتے ہیں جسے ہر وقت بجاتے رہتے ہیں

۲۔ متحرک، جاری وساری

جوگی اتیت جنگم یا سیورا گہایا

نظیر اکبرآبادی

جنم پتر — زائچہ

(جنم پتری رجنم کنڈلی)

جنوائی — داماد، بیٹی کا شوہر

جُواری — ڈورا جو تار والے ساز میں تاروں کے نیچے کھینچ کر باندھتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس سے آواز بہتر ہو جاتی ہے

اردو، مذکر، اسم

جُوت — آب وتاب، چمک، رونق، روشنی، بصارت، شعاع، آفتاب،

ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت

کہ جیسے ہوں دو چشموں کے ایک سوت

میر حسن [مثنوی]

جُوگ — ایک تال جو طبلے اور پکھاوج سے بجتی ہے

[اصطلاح موسیقی]

(۱۲) بارہ

کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو
برم جوگ پچھی کے لیے پر ملو

میر حسن [سحرالبیان]

جوگا — (محاورہ قلعہ معلٰی) لائق

پان جوگا — پان کھانے کے لائق

دندانسا ملتی ہو تم توسدا سے
نہیں ہے منہ تمہارا پان جوگا

عیسیٰ ہندی

اردو، مذکر، اسم — جُولا: فریب، جُل، دھوکہ

جُولا دینا — دھوکہ دینا

جوں — سر میں گندگی اور صفائی نہ ہونے کے باعث پڑنے والا کیڑا

اردو، مونث، اسم

جوں منھا — مکار، منافق

صفت

جوئیں لگ گئیں — شیخی کرتا ہے یا اتراتا ہے

اردو محاورہ — [محاورات ہند ۱۸۹۰]

جھاڑو
برج، اردو، مذکر، اسم

دم دار ستارہ

جہانگیری
اردو، مونث، اسم وصفت

۱۔ جہاں گیر بادشاہ جیسا دبدبہ، شان وشوکت، عیش و عشرت
۲۔ ہاتھ میں پہننے کا ایک جڑاؤ زیور، کانچ یا لاکھ کی چوڑی جس میں بہت سے نگ ہوں،

جہاں گیریوں کا کروں کیا بیاں
کہ اٹھتی تھی ہاتھوں سے جس کی فغاں

میر حسنؔ [سحر البیان]

جھانولی (ن کے بجائے نون غنہ)
اردو، مؤنث، اسم

عشوہ، نخرہ
جھانولی باز: نخرے باز
جھانولی لینا: نخرے بازی کرنا

جُھپان
مذکر، اردو، اسم

ایک سواری جس میں ڈنڈے لگے ہوتے ہیں اور پہاڑی پر استعمال کی جاتی ہے، مزدور اسے کندوں پر اٹھا کر چلتے ہیں۔
جھپان میگ ڈنبر در پر ہوا تو پھر کیا

نظیر اکبر آبادی

جھپ تالا

اصطلاح موسیقی
ایک تال جو طبلے اور پکھاوج سے بجتی ہے

جھَٹاس
اردو، کھڑی بولی، مونث، اسم

منہ کی زوردار آواز، شراٹا

جھجھر
مذکر، اسم

(اس کا مونث اسم جھجھری ہے) پلیٹس نے سنسکرت لکھا ہے لیکن برج بھاشا کا لفظ ہے
پانی رکھنے کا مٹی کا برتن جو صرف جسم میں صراحی کی مثل ہوتا ہے لیکن اس کی گردن صراحی جیسی نہیں ہوتی بلکہ مٹکی کی طرح چھوٹا منہ ہوتا ہے، بالعموم سفید مٹی کا ہوتا ہے،
وہ جو کورا سفید جھجھر ہے
نظیر اکبر آبادی

جھَڑاں
اردو

(نوراللغات نے جھڑ درج کیا ہے جھڑاں نہیں دیا)
تمام تر، سراسر، کل، تمام، سب، بالکل
"کہتا ہے کہ اگر چہ زمانے میں جھڑاں جاہل بھرے ہوئے ہیں مگر جہل میں ان کا حل متفاوت ومختلف ہے،"
حالی [یادگار غالب دوسرا حصہ رباعیات]

جھکول
اردو

پانی میں ہلانا، ڈالنا، ڈول بھر بھر کر پانی نکال پھینکنا
جو تک بھی امنِ دل اپنے کو دیوے گردشِ دہر
تو بیٹھ کر کہیں پہ روئیے کہ مردم شہر
گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھول
سودا [ویرانی شاہجہان آباد]

جُھلا بُور
اردو، اسم صفت

چمک دار، جگمگاتا، مرصع، زروجواہر سے مرصع

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
جھلا بور کی جگمگی نالکی

میر حسنؔ [سحرالبیان]

جُھلا جُھل

چمکیلا، روشن، ایک کپڑا

جھور
اردو، برج، مذکر

زور، زور شور، ہنگامہ، چھینا جھپٹی، پنجہ مارنا، زبردستی، زیادتی

غوک پپیہے مور تھے جھینگروں کے بھی شور تھے
بادہ کشی کے دور تھے عیش و طرب کے جھور تھے

نظیرؔ اکبر آبادی

جھونٹا (نون کے بجائے نون غنہ)
اردو، مذکر، اسم

سر کے پچھلے حصے کے بال

جھوجھرا (جھوجھڑا)
اردو، برج، صفت

ٹوٹا ہوا، بال پڑا ہوا برتن، چینی یا مٹی کا برتن جسے اگر پختگی کے واسطے بجا کر دیکھیں تو کھنکھناتی آواز نہ نکلے

جھوجھری آواز: بال پڑے ہوئے برتن کی سی آواز، ٹھس

جھوجھرے پڑنا: سلائی میں زیادہ جھول رہ جانا

(۱۶) سولہ

وے دن کہاں کہ مست سر انداز خُم میں تھے
سر ابتو جھوجھرا ہے شکستہ سبو کی طرح
میر [دیوان سوم]

جھول آئی
اردو محاورہ

گیا بھن، بھینس یا گائے بیانے کے قریب ہو گئی
[محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

جھومرا

اصطلاح موسیقی
ایک تال جو طبلے اور پکھاوج پر بجتی ہے

جی
اردو، برج، مذکر، اسم

۱۔ دل، روح، طبیعت، مزاج، خاطر، دھیان، خیال
۲۔ درونہ
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
نظر سے نظر، جی سے جی، دل سے دل
میر حسن [سحر البیان]
وہ زلفیں کہ دل جس میں الجھا رہے
الجھنے سے جی جن کے سلجھا رہے
میر حسن [سحر البیان]

جیبھ چلانا

بے خوفی سے بات کہنا، حق گوئی و بے باکی
احمد جب لگ کر چلے تب لگ جیبھ چلائے
جیبھ چلے کرنا چلے وہی جیبھ جل جائے

(۱۷) سترہ

یعنی: احمدؔ! جب تک کچھ کرنے کی قوت ہے بے خوفی سے بیان کرو وہ زبان وعدہ کر کے پورا نہ کرے وہی زبان جل جائے۔

جی پگھلنا (جی پسیجنا)

دل پسیجنا، دل نرم ہونا، خیال پیدا ہونا

دل پر ہزار حرف و حکایت سے تھا ہجوم
مکھڑے کو دیکھتے ہی یہ کچھ جی پگھل گیا
ہدایتؔ

جیٹ

اردو، برج، مؤنث، اسم

۱۔ بھیڑ، انبوہ، جماعت

۲۔ ڈھیر، روٹیوں کی تھئی تھئی

[نوراللغات نے جیٹ کا اندراج نہیں کیا بلکہ جیٹھ اس معنی میں لکھا ہے لیکن اصل لفظ بغیر ھ کے ہے اور قدیم لغات میں بھی اس معنی میں بغیر ھ کے جیٹ ہی مندرج ہے، مثلاً، ٹیلر، ہنٹر ۱۸۰۸ء]

میرؔ نے بھی بغیر ھ کے نظم کیا ہے اور تانیث ہی نظم کیا ہے، بعض نے میر کے ہاں اسے ھ اور مذکر پڑھا ہے حالاں کہ بہ لحاظ قافیہ بھی بغیر ھ کے ہی درست ہے

تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ کی جیٹ
میں رہا کہتا کھا گیا وہ سمیٹ
میرؔ [درہجو اکول]

(۱۸) اٹھارہ

جیٹھ / جیٹھانی

۱۔ شوہر کا بڑا بھائی، ہندی مہینہ

۲۔ شوہر کے بڑے بھائی کی بیوی

جیوڑا

اردو برج، مذکر، اسم

۱۔ جی، دل، جان، معشوق، زندگی

۲۔ ایک قسم کی چھوٹی رسی

اُس مست کنجڑی کی میں بان دیکھ چھینکا

وہ دور سے پکاری آ جیوڑے رسی لے

امیر خسرو

بان: آن و ادا، اور رسّی کے بان

چھینکا: بانوں کا بنا ہوا برتن رکھ کر لٹکانے کا ظرف

اور چھینکنا مخاطب اور متوجہ کرنے کے لیے

جیوڑے: او میری جان! میری روح، اور رسی ایک قسم کی

رسی لے: رسیلے! دل کش، من للچانے والے! اور رسی لے

یعنی خرید

جیہڑ (ی کے بجائے ے)

اردو مونث، اسم

مٹی کے گھڑے پانی بھر کر تلے اوپر رکھ کر سر پر لے جاتے ہیں، ان گھڑوں کی اس ترتیب کو جیہڑ کہتے ہیں

جی کی امان مانگنی

(جی کی امان پانی)

جان کی امان مانگنا یا پانا

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں

مجھے قربان ہونے دے تیرے قربان ہو جاؤں

میر سوز

چ

چاچر
اصطلاح موسیقی
ایک تال جو طبلے اور پکھاوج پر بجتی ہے

چالیا
اردو، مذکر، اسم
بینائی کا کم ہونا جو کہا جاتا ہے کہ عمر کے چالیسویں سال گھٹ جاتی ہیں اور پھر اڑتالیسویں یا پچاسویں سال پر درست ہو جاتی ہے۔
۲۔ سمبت ۱۸۴۰ء کا مشہور قحط

چاسنا (چاس کرنا)
اردو، فعل
ہل چلانا، کھیت جوتنا، کھیتی باڑی کرنا

چاسا
ہل چلانے والا

چام
اردو مذکر، اسم
چام کے معنی ہیں چمڑہ، کھال وغیرہ،
چام کے دام چلانا: مراد ہوتی ہے جوتے کے زور سے کام لینا، زور زبردستی کرنا، عارضی اختیار کے بل پر شدت و قوت کا مظاہرہ کرنا۔
کہا جاتا ہے کہ ہمایوں جب شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر اپنی جان بچا کر بھاگا تو بیچ میں گھبرا دریا پڑ گیا جس کو پار کرنے کا انتظام نہ تھا، ایک سقہ نے اپنی مشک ہوا بھر کر

(۲۰) بیس

پھلائی اور ہمایوں اس مشک کے سہارے دریا پار کر کے محفوظ ہوا تو سقہ کو بلایا، اس کا نام نظام تھا، اور اس خدمت کے صلے میں کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، نظام سقے نے ایک دن بادشاہی کرنے کا انعام طلب کیا، ہمایوں نے اپنا وعدہ پورا کیا، نظام سقہ ایک دن کے لیے سلطنتِ مغلیہ کا بادشاہ بنا، دربار لگایا، امراء نے نذریں پیش کیں، نظام سقے نے اپنے اعزاء اقرباء اور احباب کو خوب نوازا اور جس مشک کے ذریعے ہمایوں نے دریا پار کیا تھا اس کے چمڑے کے چھوٹے چھوٹے سکے بنوائے جن کے بیچ میں سونے کی کیل تھی، لہٰذا چام کے دام چندرے کے معنی ہیں چمڑے کا سکہ جاری کرنا، کہتے ہیں نظام سقے نے ڈھائی دن کی بادشاہت کی تھی اس لیے ڈھائی دن کی یا ایک دن کی بادشاہی، عارضی اقتدار اور بے بنیاد حکومت کو بھی کہتے ہیں، طاقت وقوت شان وشوکت کا مظاہرہ جو بالکل ہی عارضی اور بے بنیاد و ناپائیدار ہو،

چبوترہ

اردو، برج بھاشا، مذکر، اسم

کوتوالی، تھانہ، پولیس اسٹیشن

چبوترہ چڑھانا: تھانے لے جانا

کپڑے بدن بچا کے جو چاہو سو چھوڑ دو
چھپر جلاؤ گے تو دلاوے گی صبح کو
تم سے چبوترے پہ گنہگاری شب برات

نظیر

چپڑ وَخ
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو، مؤنث، اسم

پشتو میں ایک کھیل کا نام ہے۔ جو گول پتھروں سے کھیلا جاتا ہے، روہیل کھنڈ میں چپڑ وخ کے التزامی معنی شور وغل مراد ہوتے ہیں اور بچے شور مچاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ''ارے یہ کیا چپڑ وخ مچار کھی ہے، یا لگالی ہے''

عرشی

چپڑ نا رچپڑوانا
اردو، فعل

ڈھیٹ پن کی باتیں کرنا

چپکن
اردو، مونث، اسم

اہلِ لکھنؤ نے بالابر (دیکھیے بالابر) میں ترمیم کر کے چپکن کے نام سے ایک قبا ایجاد کی اس میں ویسا ہی گول گریباں رکھا گیا اور اس میں انگرکھے (دیکھیے انگرکھا) کی طرح سینے پر پردہ بھی لگایا گیا مگر اسے داہنی جانب قوس نما صورت میں بٹنوں سے اٹکا دیا جاتا، اس میں داہنی جانب گلے کے پاس سے بٹنوں کی ایک خوش نما قوس گولائی لیتی ہوئی کوڑی (سینے کی ہڈی) تک آتی اور اس کے مقابل دوسری جانب کی قوس کو اصلی قبا میں سی دیا جاتا اس میں بھی بالابر کی طرح چوڑی کلی اوپر لگائی جاتی جو بغل کے نیچے بائیں طرف بوتام یا گھنڈی سے اٹکا دی جاتی۔
یہ چپکن جو شال یا اور کسی بھاری کپڑے کی ہوتی جاڑوں کے لیے زیادہ موزوں تھی۔ انگریزوں نے ایک مدت تک اپنے ملازموں کو یہی لباس پہنایا (گزشتہ لکھنؤ)

چپنی

پرانے زمانے میں پکانے کے لیے مٹی کی ہنڈیاں ہوتی تھیں، اب بھی قصبات میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔ دال، کڑھی، ساگ اور بعض اور کھانوں کے پکانے کے لیے دھات کی جگہ مٹی کی ہانڈی کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا ڈھکنا بھی مٹی کا ہی ہوتا ہے اور اس کو چپن کہتے ہیں چھوٹی ہانڈی کو ہنڈیا اور اس کے ڈھکنے کو چپنی کہا جاتا ہے، اس سے بعض محاورے بھی نکلے ہیں۔

چپنی چاٹ کر گزارا کرنا

کم سے کم پر قناعت کرنا، جو بھی میسر آ جائے اس پر صبر کرنا، مرزا جان طپش نے شمس البیان میں لکھا ہے:

''کنایہ از کمالِ قناعت واین نیز مستعمل عوام بازار است''

باپ کے گھر کی چاٹ کر چپنی
کرو گزران یارو تم اپنی

سوداؔ

اکثر نسخوں میں اس شعر میں چپنی کی جگہ چٹنی کا لفظ ملتا ہے، جو سہوِ کاتب معلوم ہوتا ہے، سوداؔ نے یہی خاص محاورہ چپنی چاٹ کر گزارہ کرنا لکھا ہے۔

چپل رچپلا

تیز، چنچل، چلبلا، متلون مزاج، چالاک

چپّن
اردو، مذکر، اسم
مٹی کی ہانڈی کا مٹی کا ڈھکن
چپّنی: چپّن کی تصغیر (مؤنث)

پچوٹی
اردو، مؤنث، اسم
پرانی از کار رفتہ پگڑی

پَچَپ
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو، مذکر، اسم
غم کے ابھان کو پشتو میں پَچَپ یا پَچے کہتے ہیں، رامپور میں مشدد بولتے ہیں، مستورات کی زبان ہے۔
''فلاں بات سنتے ہی دل پر چپہ پڑ گیا'' یا'' اکیلے بیٹھے بیٹھے میرے دل پہ چپے پڑتے ہیں یا اٹھتے ہیں،''
عرشی [بات، ۱۸۰]

چپیٹا (ی کے بجائے ے)
اردو، صفت
۱۔ حرامی، ولد الحرام
۲۔ بدمعاش

چترا
(اردو، سنسکرت، صفت)
چتور، چالاک، طرار، ہوشیار
چترائی: چالاکی، عیاری

چترنی
فلسفۂ ہنود کے مطابق عورتوں کی چار اقسام میں سے دوسری قسم کی عورت جس کی خصوصیات ''انگا رنگا'' میں یہ بیان کی گئی ہیں: اس کا قد نہ زیادہ نہ کم، بال بھونرے جیسے سیاہ، آنکھیں گول، ہونٹ ذرا موٹے بمب کے پھل کی

طرح، کمر نازک، سینہ بھرا ہوا، سرین بھاری، چال مست ہاتھی کی طرح متوالی، آواز مور کی طرح۔ "رتی رہسیام" میں اس کی آواز کو چکور کی طرح بتایا گیا ہے، طبیعتاً شفیق، موسیقی کی دلدادہ، خوبصورت لباس زیورات اور فنون لطیفہ کو پسند کرنے والی۔

چٹپٹا
اردو، فعل

گھبرانا، پریشان، بولانا، بوکھلانا

چٹیا
اردو، مذکر، اسم

۱۔ چوروں کی مخبری کرنے والا
۲۔ چوروں کا سرغنہ

چراغ کا ہنسنا
اردو محاورہ

بعض اوقات چراغ سے روشن ذرے جھڑتے ہیں جنھیں پھول کہتے ہیں، اس کیفیت کو چراغ کا ہنسنا کہتے ہیں اور نیک شگون سمجھتے ہیں۔

شگون کا اعتماد کیا ہے خموش ہے یہ زباں درازی
ہمارے رونے پہ مت ہنسا کر سنبھال منہ اے چراغ اپنا
انشاؔ

چراغی
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ مسجد یا مزار پر فاتحہ خوانی یا منت و نذرانے کے طور پر ہدیہ دینا جو ملا یا مجاور کا حق ہوتا ہے

۲۔ہدیہ یا تحفہ جو ملا یا مجاور وغیرہ کو دیا جائے

۳۔فقراء کو دی جانے والی خیرات

۴۔نذرانہ

اس آستانِ داغ سے میں زر لیا کیا
گل دستہ جس کو چراغی دیا کیا

میرؔ

نقش پا کی تلاش کا اس کے
جب طپش کو خیال آتا ہے
داغِ دل کا چراغ ہاتھ پہ لے
رات کو اس گلی میں جاتا ہے
اس میں وہ شمع رو اگر اس کو
رخنۂ در سے دیکھ پاتا ہے
گھر کے لوگوں سے تب وہ بول کہ یوں
اپنی آواز اسے سناتا ہے
کچھ بلا کر اسے چراغی دو
نقشبندی فقیر جاتا ہے

مرزا جانؔ

چرب زبان

اردو صفت

۱۔باتونی، خوش گفتار

۲۔چاپلوس، چالاک، عیار

۳۔ڈھیٹ، مطلب پرست

چڑبور/چڑپوز
اردو، فارسی الاصل، صفت

۱۔ کمزور، سست، ڈھیلا
۲۔ لچر، لغو، فضول
۳۔ احمق، بے ہودہ، بے وقوف

نکلے بازار میں وہ جب چربوز
سرہی پھوڑے ہے دیکھ کر تربوز
میر [در ہجو اکول]

یہ چرپوز عبارت ہے

چرٹ/چرٹ
اردو، اسم، مؤنث

غنودگی، نیند

خمیازے پہ خمیازہ حیرت اُپر حیرت
منہ صورتِ سوفار کمر شکلِ کماں ہے
سودا [شہر آشوب]

چرخ چڑھنا (چرخ چڑھانا)
اردو محاورہ

آرائش و زیبائش کرنا، بنانا سنوارنا

منہ اس کا صفائی ترے تلوے کی نپاوے
خورشید ہزار اپنے تئیں چراغ چڑھاوے
محمد بقا [شمس البیان مخطوطہ ۱۷۹۳]

چڑکٹا
اردو، مذکر، اسم

۱۔ جانوروں کا چارہ کاٹنے والا
۲۔ حقارت سے کسی بھی آدمی کو کہہ دیتے ہیں

چرنٹی
قدیم اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم

۱۔ الاصل محاورۂ اہلِ ہنود میں وہ جوان عورت جو ماں باپ کے گھر میں رہے، عالم بلوغت کو پہنچ کر ماں باپ

(۲۷) ستائیس

کے گھر میں ہی رہنے والی لڑکی خواہ شادی شدہ ہو یا
کنواری

۲۔ جوان عورت

چڑ

اردو، برج، مؤنث اسم

فرج، اندام نہانی زن

چُشک (چشک: فارسی)

اردو، فارسی الاصل، مؤنث

۱۔ زیادتی، افزونی

۲۔ امراء کے ہاں کا وہ کھانا جو دسترخوان سے بچ رہتا ہے
اور ملازموں کے کام آتا ہے۔

اللہ اللہ ! ترے مطبخ کا تجمل جس کا
طبق روئے زمیں سے بڑا خوانِ چشک

سوداؔ [قصیدہ عماد الملک]

چِق چِقی

اردو، ترکی الاصل، مؤنث، اسم

لکڑی سے بنایا ہوا ایک ساز جو مغل استعمال کرتے تھے،

چُکائی

اردو، مؤنث، اسم

دھوکہ، بہانہ، فریب

"نظر غلط کردن است، و بیشتر عوام استعمال کنند میر فرزند
علی موزوںؔ گوید

چکائی دے چرائی سے جانا کیا قیامت ہے
نگاہیں جس طرف لڑتی ہیں تیری ہم نے انکلیاں

فرزند علی موزوں

انگلیاں یعنی ہم نے انگل سے، اندازے سے معلوم کرلیا
[شمس البیان مخطوطہ ۱۷۹۳]

چکان
اردو، صفت، مذکر، اسم

۱۔ گاڑھا تھل تھل، نیم رقیق، کوئی رقیق شے جو پتلی بہنے والی نہ ہو بلکہ گاڑھی اور لبدی سی ہو
۲۔ دھبہ، مدوّر نشان

چکان چڑھا گہرا اور باندھ ہرا پگڑا
کیا سیر کی ٹھیرے گی ٹک چھوڑ کے یہ جھگڑا
نظیر اکبرآبادی
(یہاں خوب گاڑھی بھنگ کے لیے استعمال ہوا ہے)

چکٹ چکی
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ ایک قسم کا خنجر جو کمر پر باندھا جاتا ہے
۲۔ (صفت) چمکدار

چکڑ
اردو، مذکر، اسم

چھوٹا تالاب، گڑھا

چکلا
اردو، مذکر، اسم

۱۔ رنڈیوں کا بازار، طوائفوں کا محلہ
۲۔ ایک قسم کا کپڑا جو سوت اور ریشم کو ملا کر بنایا جاتا ہے

چکلہ
اردو، مذکر، اسم

۱۔ ملک کا ایک انتظامی حصہ
۲۔ کئی پرگنوں پر مشتمل ایک صوبہ

ملک کے ایک انتظامی علاقے کو بھی چکلہ کہتے تھے، اور کئی پرگنوں پر مشتمل صوبہ بھی چکلہ کہلاتا تھا، اس لیے صوبے کے گورنر کو چکلہ دار کہتے ہیں اور گورنری یا صوبے کی نظامت چکلہ داری کہلاتی ہے

چکنی صورت
اردو

مالدار، خوش حال، امیر

ہر چند خراب و خستہ احوال ہیں ہم
پر رہتے ہیں چکنی صورتوں سے روکھے

ہدایتؔ

چکوتا
برج، اردو

حساب چکانا، طے شدہ معاوضہ، معینہ اجرت، حساب بے باق کرنا

چل
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ افتراق، رخصت، چل چلاؤ

چل بے صبرو قرار و طاقت و تاب و تواں
چلتے ہی تیرے سبھوں میں یک بیک چل پڑ گئی

مرزا جان طپشؔ

۲۔ فرق، اختلاف، حقیقت سے انحراف

آوارہ میرے ہونے کا باعث وہ زلف ہے
کافر ہوں اس میں ہوئے اگر ایک بال چل

میرؔ

چُل
اردو، مؤنث، اسم

عورت کو جنسی خواہش

چلپک
اردو، فارسی الاصل، مؤنث، اسم

روغنی روٹی، پراٹھے کے قسم کی روٹی

کیوں کر کرے نہ اپنی نمودار ی شب برات
چلپک چپاتی حلوے سے ہے بھاری شب برات

نظیر اکبر آبادیؔ

چِھلتہ (چھل + تہہ)
اردو، مذکر، اسم

فوجیوں کا موٹا اونی لبادہ

خود و سلاح چلتہ بکتر ہوا تو پھر کیا

نظیر اکبر آبادیؔ

چِلمچی
پشتو، اردو

منہ دھونے کا برتن،
"دراصل چلمچی اور سلپچی یہ دونوں لفظ پشتو سے آئے ہیں پہلا جوں کا توں اور دوسرا سلبچی کی شکل میں مروج ہوگیا، رہا سلفچی تو وہ بھی اسی کا محرف ہے۔"

[عرشی]

چَلَن ہار (چلنے ہار)
اردو، کھڑی بولی، صفت

چلنے کے لیے تیار، آمادۂ سفر، پا در رکاب، چند گھڑی کا ٹکنے والا، جلدی چلا جانے والا، مرنے کے لیے تیار نور اللغات نے اسے محاورۂ اہلِ ہنود سے تعبیر کیا ہے

(۳۱) اکتیس

حالاں کہ میر تقی میر کہتے ہیں

آج کل بے قرار ہم بھی ہیں
بیٹھ جا چلنے ہار ہم بھی ہیں

میرؔ

چلو اب کہیں
اردو

بیزاری ظاہر کرنے کا ایک کلمہ

جاؤ دفعان ہو، دور ہو، غارت ہو

میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو
چلو اب کہیں یہاں سے کافور ہو

میر حسنؔ

چلوَن
اردو، مؤنث، اسم

چلمن

طلسمات کے پردے اور چلونیں
ارادے پہ دل کے اٹھیں اور کھلیں

میر حسنؔ

چلے جاتی ہے
(چلی جاتی ہے)

روز ملنے پہ نہیں نسبت عشقی موقوف
عمر بھر ایک ملاقات چلے جاتی ہے

میر تقی میرؔ

کون کہتا ہے کہ اب رات گئی بات گئی
بات رہ جاتی ہے اور رات چلی جاتی ہے

خالد حسن قادریؔ

ان دو اشعار میں چلے جاتی ہے اور چلی جاتی ہے دونوں

صحیح ہیں اور بامحاورہ ہیں، محل استعمال الگ ہے، اردو میں افعال کی دو قسمیں ہیں۔ لازم اور متعدی یہ فرق صرف لازم افعال میں ہوتا ہے، چلی جاتی ہے، اگر نسبت مذکر یا مؤنث ہو تو اس اعتبار سے مضارع کے صیغے مذکر یا مؤنث آئیں گے یعنی رات مؤنث ہے تو لفظ 'چلی' آئے گا، لیکن یہ صورت وقوعِ فعل کی ہوگی وقوعِ فعل کا مطلب ہے کہ واقعہ ایک مرتبہ کا ہو یا فعل ایک مرتبہ واقع ہوا ہو، جیسے کہ اوپر کے شعر میں ہے، رات چلی جاتی ہے، یہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، جاریہ یا مستمرہ نہیں، اس کے برخلاف اگر فعلِ لازم کے ساتھ ذکر عادتِ جاریہ یا مستمرہ کا ہو تو قطعِ نظر جنس کے مضارع کے صیغے ہمیشہ مذکر آئیں گے فعل کے دوسرے حصے سے تذکیر یا تانیث کا علم ہوگا، مثلاً

مستمرہ یا جاریہ یا دوامِ فعل:

وہ میری صورت سے آج تک جلے جاتا ہے، (مذکر)

وہ میری صورت سے آج تک جلے جاتی ہے (مؤنث)

بارش ہوئے جاتی ہے (مؤنث)

درد رہ رہ کے اٹھے جاتا ہے (مذکر)

اس صورت میں (وہ، مرد) تذکیر، (وہ، عورت) تانیث، درد (تذکیر) بارش (تانیث) ہر حالت میں مضارع مذکر، چلے، ہوئے، اٹھے ہی آیا ہے، صرف جاتا

ہے یا جاتی ہے سے تذکیر یا تانیث کا پتہ چلتا ہے،
وقوعِ فعل: یعنی واقعہ صرف ایک مرتبہ کا ہو، اس میں مضارع بھی جنس کے اعتبار سے بدلے گا: "لڑکی چلی جاتی ہے"، "لڑکا چلا جاتا ہے"، یہ وقوعِ فعل ہے اگر اس کو دوامِ فعل سے بدل دیں تو مفہوم بدل جائے گا یعنی لڑکی چلے جاتی ہے، لڑکا چلے جاتا ہے کہیں تو اس کا مطلب مستقل، متواتر اور مسلسل کے معنوں میں آئے گا۔

چَھڑ برہی
(اردو)

(پلیٹس نے چھر برہے تلفظ جمع کے صیغے میں دیا ہے)
منتخب النفائس میں چھر برہی ہے۔
ا۔ موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد جو بارش ہو،
گندہ بہار

[نور اللغات]

چُمی (چُمّی)
اردو، مؤنث، اسم

بوسہ، چومنا

چھوٹی
اردو، برج، مؤنث، اسم

چمڑے کی بیڑی جو مجرموں کے پاؤں میں ڈالتے ہیں،

عربی: طلق

[منتخب النفائس ۱۲۸۶ھ]

چندرانا
محاورہ فعلِ متعلق
جان بوجھ کر بات پوچھنا، تجاہل عارفانہ

چندرا کے یہ پوچھتی ہے کیوں بات
اس میں بھی کوئی فریب ہوگا
عمیر ہندیؔ

چندوا
اردو، مذکر، اسم
سر کا اوپری گول حصہ، کھوپڑی کا اوپری حصہ، گول ٹوپی کا اوپری حصہ، چاندی، چھوٹا شامیانہ

چنڈال
برج، اردو
ایک ادنیٰ فرقے کا نام، بدذات، نیچ، بدکار، کمینہ، ظالم

چنڈی
اردو، مؤنث، اسم
غضبناک عورت، بدذات عورت، کمینی، دُرگا دیوی

چُنی
اردو، مؤنث، اسم
لعل (قیمتی پتھر)

چُوانا
اردو، کھڑی بولی فعل
جھگڑا کرنا، میخ نکالنا، بات کا بتنگڑ بنانا، الزام تراشی کرنا، مفت میں بدنام کرنا، تہمت دھرنا

قصہ کہیں تو کیا کہیں ملنے کی رات کا
پہروں چواؤ ان نے رکھا بات بات کا
میرؔ [دیوان چہارم]

چوت
قدیم اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

ا، آم، انبہ (مشہور پھل)

چوتالا

ایک تال جو طبلے اور پکھاوج پر بجتی ہے

جگی
اردو

(ہندو ضمیات کے مطابق دنیا کے چار جگ یا یگ ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے جگ)

نہایت قدیم، بہت پرانا، عہدِ عتیق سے قائم، چار یگ سے قائم و باقی

''دلی شہر ہندوؤں کے نزدیک چوجگی ہے......''

میر امنؔ [مقدمہ باغ و بہار، لندن ۱۸۵۱ء]

چور محل
اردو

کنایتاً داشتہ، بیاہتا بیوی کے علاوہ دوسری عورت جس سے جنسی تعلق ہو اور جو مثل گھر والی کے رہے۔

چورنگ اڑادی
اردو محاورہ

برباد کر دیا یا رنج پر رنج دیا

چورنگ یہ ہے کہ بکرا یا مینڈھا ذبح کر کے اس کی نلیاں پیٹ کے اوپر رکھ کر دونوں طرف رسہ باندھ کر معلق کر دیتے ہیں پھر ان نلیوں پر تلوار مارتے ہیں،

[محاورات ہند ۱۸۹۰]

چَوکا
اردو، مذکر، اسم
دندانِ پیشیں، سامنے کے چار دانت

چَوگھڑا
اردو، مذکر، اسم
ایک قسم کا چوکور صندوقچہ جس میں ڈلی، الائچی وغیرہ رکھتے ہیں

کئی عطر داں واں مرصع دھرے
انوکھی گھڑت کے کئی چوگھڑے

میر حسنؔ [سحر البیان]

چَوماسا
برسات، اساڑھ سے کنوار تک کے چار مہینے

چونا پُڑنی
اردو، مؤنث، اسم
۱۔ چونے والی
۲۔ ڈومنیوں کا ایک فرقہ جو کسی بچے کی پیدائش کے وقت گانے بجانے کے لیے آتی ہیں،

لگا کنچنی چونا پڑنی تمام
کہاں تک میں لوں نرتکاروں کے نام

میر حسنؔ [سحر البیان]

چَونپ
اردو، مؤنث، اسم
۱۔ خواہش، امنگ، لہر، تمنا
۲۔ ایک سونے کا زیور

چھاتی پر مونگ دلنا

سخت آزار پہنچانا، تکلیف دینا، عمداً ایسا کام کرنا جس سے دوسرے کو آزار پہنچے

ملتے ہو دکھا کر ہمیں غیروں کے گلے سے
کیا فائدہ چھاتی پہ مری مونگ دلے سے

میرزا جان طپش

چھاتی پھٹنا

بے قابو کر دینے والا صدمہ گزرنا، بے حد تکلیف ہونا، اپنے یا دوسرے کے غم سے دل پر صدمہ ہونا

طاقت ہے کسے شرح محبت کے رقم کی
سن حال مرا پھٹ گئی چھاتی بھی قلم کی

ہدایت

چھاتی گدرائی

سن بلوغ کو پہنچنے پر لڑکی کی چھاتیوں کا ابھرنا۔

گدرایا ہوا سینہ
گدرائی ہوئی چھاتی
پستانِ نوخیز

آدمی کیا ہے فرشتہ لوٹ جاوے دیکھ کر
چاند سی شکل اس کی اور چھاتی وہ گدرائی ہوئی

میر شیر علی افسوس

چھانڈا

اردو، مذکر، اسم

حصہ، فقیروں کا حصہ بخرا کرنا

(۳۸) اڑتیس

چھانڈ (چھانڈنا) چھانڈنا یعنی الٹی کرنا، قے کرنا، استفراغ کرنا، نکالنا، چھوڑنا

قدرت اللہ قاسم نے مجموعہ نغز میں عظیم بیگ عظیم کا ایک شعر دیا ہے،

علم تو کم ظرف کو لاتا ہے اولٹا جہل پر
عاقبت کتے کو گھی پچتا نہیں دیتا ہے چھانڈ

مہذب اللغات کے فاضل مؤلف نے چھانڈنا کے ذیل میں درج کیا ہے،

"ڈالنا، چھوڑنا (اردو: متروک)

مرجائے لہو چھانڈ نہ گونگا ہو وہ کیوں کر
سرخی تری آنکھوں کی اور ابرو کی کھچاوٹ
جو شخص کہ دیکھے سرمے کی گھلاوٹ

انشاء

قول فیصل: اس جگہ ڈالنا یا اگلنا مستعمل ہے۔"

فاضل مؤلف نے اس لفظ کی تحقیق نہیں فرمائی اور صرف انشاء کے مندرجہ بالا شعر سے جو معنی نکلتے تھے ان کے قیاس پر معنی درج فرما دیئے، اگر یہ ذہن میں ہو کہ چھانڈ کے بنیادی معنی قے اور چھانڈنا یا چھانڈ دینا کے معنی الٹی کر دینا ہے تو انشاء کے شعر میں بھی یہ معنی صاف سمجھ میں آجاتے ہیں۔

ویسے ایک جملہ معترضہ یہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ لغت میں قول فیصل کے کوئی معنی نہیں اور تاریخی اصول پر مبسوط لغت اگر مرتب کی جائے تو متروک کے بھی کوئی معنی باقی نہیں رہتے

چھتیسی
اردو، مؤنث، صفت
عورت جو مباشرت کے چھتیس آسن جانتی ہو مگر بھولی بنے، ایک فحش گالی

چھٹی کا راجہ
ہمیشہ کا تو انگر خوشحال اور کبھی بطورِ مذاق مفلس کو بھی کہہ دیتے ہیں [محاورات ہند]

فاقے مست عدوِ بد ایسا ہی چھٹی کا رجا ہے
نانی جس کی آئی چھٹی میں دھوم سے لے کر گھی کھچڑی
[حافظ غلام رسول شوق ماخوذ از آب حیات باب ذوق]

چھچھوندر چھوڑنا
شگوفہ چھوڑنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، پیٹھ پیچھے برائیاں کرنا،

ماہ رو کے پاس جا کس نے چھچھوندر چھوڑ دی
گھر جلا عاشق کا ان لوگوں کا کیا ٹوٹا ہوا
مرزا جان طپش

چہچہا
اردو
شوخ سرخ رنگ

چہچہانا
اردو، فعل
بیشتر زرد رنگ کی خوشنمائی کے لیے ڈھڈھانا، سبزہ زار کے لیے لہلہانا اور سرخ رنگ کے لیے چہچہانا مستعمل ہے
(نور اللغات)

چھب تختی — اردو، مؤنث، اسم

جسم کی خوبصورتی، جسمانی سڈول پن، بناوٹ، گات

وہ چھب تختی اس کی نزاکت نہاد
چمن زارِ قدرت میں نخلِ مراد

میر حسنؔ [سحرالبیان]

وہ چھب تختی اور اس کی کرتی کا چاک
تراتے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک

میر حسنؔ [سحرالبیان]

چھبیلا

خوبصورت، رنگیلا، طرح دار

چھیجنا — اردو، فعل

اس کے بہت سے معنی ہیں، گھٹنا، چھٹنا، کم ہونا، رہ جانا، کسی چیز کا اٹھانے، رکھنے، تولنے، بننے، بٹنے، کاتنے، چھاننے، پیسنے وغیرہ میں اصل مقدار سے کم ہو جانا، اور اس طرح جو کمی واقع ہو اسے چھیجن کہتے ہیں اور اس کا حق پسائی دلائی وغیرہ میں چھوڑ دیتے ہیں۔

''اب سے دور ایک سال دہلی میں ہیضے کا اتنا زور ہوا کہ ایک حکیم بقا کے کوچے سے ہر روز تیس تیس چالیس چالیس آدمی چھیجنے لگے۔''

ڈپٹی نذیر احمد [توبتہ النصوح مطبع نامی لکھنؤ ۱۸۸۵ء]

کہاوت ہے: دیکھا دیکھی کیجیے جوگ، چھیجے کایا باڑھے روگ یعنی بغیر حکیم یا وید کے مشورے کے دوسروں کی

(۴۱) اکتالیس

دیکھا دیکھی یوگا شروع کرنے کا نتیجہ الٹا ہوتا ہے یعنی جسم (کایا) گھٹنے لگتا ہے اور بیماری روگ میں اضافہ ہو ہو جاتا ہے۔

چُھٹ — اردو، پنجابی، حرف استثناء

سوا، علاوہ

ہے یہ انصاف بھلا خوش رہے بس تو ہی فقط
چھٹ ترے اک مُتنفس کبھی دلشاد نہ ہو
انشاء

چھدّا — اردو، مذکر، اسم

بار، بوجھ، احسان، تہمت

''چھدا سا اتار کر چلے گئے''، آئے اور فوری لوٹ گئے گویا ان پر کوئی احسان تھا جسے صرف اتارنے کی غرض سے آئے تھے یا احسان کرنے کو آئے تھے،

چھدّا رکھنا یا الزام لگانا

چہرہ — اردو

۱۔ حال، کیفیت، سامنے کا حصہ

۲۔ آغاز، ابتدا، تمہید

چہرہ لکھنا: کسی کا حلیہ لکھنا، درج فہرست کرنا، نوکروں میں شامل کرنا

چہرہ ہونا: ملازم ہونا، فہرست میں درج ہونا

چہرہ نویسی: حلیہ لکھنا، شاہی زمانے میں ملازمین سرکار کا

حلیہ بھی درج ہوتا تھا تا کہ شناخت درج ہو سکے آج کل
اس کی جگہ فوٹو چپکانے کا رواج ہے

پالے کے اک قلم داں اور رکھ قلم کو سر پر
جوڑے حساب لاکھوں چہرے لکھے سراسر
نظیر اکبر آبادی

چھری تلے دم لینا
اردو، محاورہ

تکلیف میں ٹھہرنا، صبر کرنا، تحمل کرنا، قرار پکڑنا، صبر کرنا، ٹھہرنا

دلا فراقِ مژہ میں تو یارِ قاتل کے
تڑپھ نہ اتنا ذرا تو چھری تلے دم لے
مرزا جان طپش

چَھل
برج، اردو

فریب، دھوکہ، چال، عیاری، مکاری، پھرتی
چھل لینا: چالاکی و پھرتی سے لے لینا

چَھن
سنسکرت الاصل، اردو

لحظہ، لمحہ، ذرا سی دیر، ذرا سا وقفہ، ایک آن

ہر رات یہی بات یہی ذکر ہے ہر چھن
اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
نظیر

چھند
سنسکرت الاصل، اردو

علم عروض، اشلوک، بیت، نظم، خواہش، ارادہ، آرزو، مراد، خفیہ، راز، تنہا

چھنڈنا — قے کرنا
برج، اردو

چھی — ہلاک، فنا، بربادی، موت، کمزوری، تباہی
اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم
چھی روگ: تپ دق کی بیماری

چوکی مارنا — ۱، بے محصول دیے مال اِدھر سے اُدھر لانا لے جانا
اردو، محاورہ
ناجائز درآمد برآمد

چیٹک — لگن، فکر، چاہ، خواہش، خلجان
کھڑی بولی، اردو

چیڑا (چیڑی) — نوکر، نوکرانی، ملازم، ملازمہ

چیر — ۱، دھجی، کپڑے کی کترن
برج، مذکر، اسم
۲، سر پر لپٹنے کا رنگین کپڑا، چھوٹا صافہ، پگڑی، نقش ونگار والی پگڑی،
چیرے والا یعنی چپراسی

چیرا اتارنا — عصمت دری کرنا، زبردستی پردۂ بکارت زائل کرنا

چیرا بند

وہ نوخیز طوائف جس کی مسی کی رسم ادا نہ ہوئی ہو یعنی جس کا پردۂ بکارت زائل نہ کیا گیا ہو،

چیلنج

انگریزی سے اردو

چیلنج انگریزی کا لفظ ہے اور اردو میں اس کثرت سے مستعمل ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اردو میں اپنا کوئی لفظ اس مفہوم کا نہیں ہے، ایک دوسرا لفظ اس مفہوم میں چنوتی ہے جو اردو والے کم استعمال کرتے ہیں، چنوتی دینا یا چنوتی لینا کرنے یا دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اسی مفہوم کا ایک پرانا فعل ہے تہدی کرنا، معنی ہیں اس کے للکارنا، باہمی جھگڑا کرنا، ایک دوسرے کو دھمکانا، پلیٹس نے اس کو پراکرت اور پھر سنسکرت لفظ سے ماخوذ بتایا ہے (ھو، تی، ک) لیکن یہ قیاس سراسر غلط ہے، یہ عربی لفظ سے ماخوذ ہے، ھدّ د، تھدّ د، اس کے معنی دھمکی دینا اور خوف دلانا ہے، انگریزی لفظ چیلنج کے عمل دخل سے پہلے اردو میں تہدی کرنا عام طور پر رائج تھا، اور اس کے معنی چیلنج کرنا تھے،

چلن ہار (چلنے ہار)

اردو، برج

مراد ہے چلنے کے لیے تیار، آمادۂ سفر، پا در رکاب چند گھڑی ٹکنے والا، جلدی چلا جانے والا، مرنے کے لیے تیار، مولوی نورالحسن صاحب نیر نے نوراللغات میں لکھا ہے کہ یہ محاورۂ اہلِ ہنود ہے، اصل یہ ہے کہ اس میں

(۴۵) پینتالیس

ہندو مسلمان کا کوئی قصہ نہیں، میر تقی میر نے دیوانِ اول میں لکھا ہے،

آج کل بے قرار ہم بھی ہیں
بیٹھ جا چلنے ہار ہم بھی ہیں

چیت

چیت کے معنی ہیں ہوشیاری، تیقظ، اسی سے چیتنا: ہوشیار ہونا، خبردار ہونا، میر تقی میر کا شعر ہے۔

صبح گزری شام ہونے آئی میرؔ
تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

میر تقی میرؔ

بعض الفاظ میں نفی کے لیے الف کا اضافہ کرتے ہیں اچیت کے معنی ہوں گے:

ا۔ بے ہوشی، غفلت

۲۔ بے پروائی، بے احتیاطی، تیزی

''ایسن اچیت گھوڑا ہنکلن کہ لڑکا کچل گیل [بھوجپوری]
ایسی بے پروائی و بد احتیاطی سے گھوڑا ہنکایا کہ لڑکا کچل گیا

۳۔ غافل، بے پروا، بھولنے والا

''بڑا اچیت ہے جس کام کو کہتے ہیں بھول جاتا ہے''

۴۔ غیر محتاط، اپنی حفاظت سے غافل، گھوڑے بیچ کر سونے والا

''ایسے اچیت سوئے کہ چوری ہوگئی''

[ماخوذ از فیلن]

(۴۶) چھیالیس

چیں بولنا (چیں ماننا) — اپنی ہار تسلیم کرنا، شکست کا اقرار کرنا

گر اپنی چیں ابرو وہ دکھاوے
تو ہر محبوب چیں چیں مان جاوے

میر شیر علی افسوسؔ

ح

حاضری
اردو، مؤنث، اسم

مردے کو دفن کرنے آتے ہیں قریب یا آشنا کے گھر سے مرنے والے کے گھر کھانا آتا ہے، دہلی میں اس کو حاضری کہتے ہیں اور دیہاتی اور قصباتی اس کو کڑوا پانی کہتے ہیں، دہلی میں یہ ٹھیرا ہوا ہے کہ فی کس ایک شیر مال ایک آبی روٹی اس پر گولی کے چار کباب ایک مولی اور پیاز ترشا ہوا اور کچھ پودینہ بجائے سالن کے ہوتا ہے اور شیعوں کے یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حاضری ہوتی ہے بڑی محفل کرتے ہیں۔

[محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

حاضری کو اس معنی میں بھتی بھی کہتے ہیں،

حال حال
اردو

(دیکھیے ہال) آگرہ میں اسی معنی میں ابھی حال بولتے ہیں اور وہ ہال ہے،)

جلد، بسرعت، فوری، بلا تاخیر

خوشی سے لیے حرمت و جان و مال
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال

میر حسن [سحر البیان]

ستاروں کی مالا گلے بیچ ڈال
وہ پہنچی پرستاں میں حال حال

میر حسن [سحر البیان]

حامیٔ اللّص
عربی، اردو

حامی: طرف دار۔ لص: چور
چور کا ساتھی، مشکوک و مشتبہ افراد کا پشت پنا
''حامی اللّص بحا و صاد مہملتین کسیکہ بظاہر خود را صاحب اعتبار نماید و بباطن شریک دزواں باشد،'' مولوی محبوب علی رام پوری۔
[منتخب النفائس، کانپور ۱۲۸۷ھ]

حج کا سا ارادہ ہے
اردو محاورہ

بہت ضعیف موہوم ہے
[محاورات ۱۸۹۰ء]

حشری
اردو، مذکر، اسم

ا۔ گھوڑے کا عیب، وہ گھوڑا جو دوسروں کے ساتھ مل کر نہ رہ سکے،
حشری باغی: وہ باغی جو دوسروں کی دیکھا دیکھی شورش میں شریک ہو جائیں۔

نہ حشری نہ کری نہ شب کور وہ
نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ منہ زور وہ
میر حسنؔ [سحرالبیان]

حلاج

مشہور عارف باللہ جو انا الحق کا نعرہ لگانے کی بنا پر قتل کیے گئے ان کا اصل نام حسین بن منصور حلاج ہے منصور حلاج کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا نام مشکل سے جانتے ہیں اور والد کے نام سے پہنچانتے ہیں، یہ بھی

فنافی اللہ ہونے کی ایک تجلّی ہے۔ مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ چوں کہ حسین بن منصور ملقب بہ حلاج ایک مشہور فقیرِ کامل حالتِ جذبہ میں ('' قم باذنی '' اٹھ کھڑا ہو میرے حکم سے) کلمہ کہہ کر مردے کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے بحکم شرع قتل کیے گئے، پس شعراء اس ذکر کو اکثر موقعوں پر تلمیح کرتے ہیں اور عاشق صادق سے تمثیل دیا کرتے ہیں ان کا لقب یعنی دھنیا اس سبب سے پڑ گیا تھا کہ آپ ایک روز حلاج کی دکان پر بیٹھے تھے، اس سے کسی کام کو کہا۔ اس نے اپنا کام چھوڑ کر جانے سے انکار کیا، انھوں نے فرمایا تو جا تو سہی تیرا کام اتنے میں کرتا ہوں، وہ ان کے کام کو چلا گیا، جب تھوڑی سی دیر میں واپس آیا تو اس نے اپنی دکان کی تمام روئی دھنی دھنائی پائی اور متعجب ہو کر کہنے لگا تم تو مجھ سے بھی زیادہ حلاج نکلے، پس اسی روز سے یہ لقب مشہور ہو گیا۔

حلقۂ بینی — نتھ

اردو، مؤنث، اسم

'' اشرف گوید

بازار اعرابے بتے از جلوہ ام مد ہوش کرد
حلقہ در بینی نگارے حلقہ ام در گوش کرد

[منتخب النفائس ۱۲۸۶ء]

خ

خاصہ پُز — شاہی باورچی
اردو، مذکر، اسم

کہا خاصہ پُز کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

میر حسنؔ [سحرالبیان]

خاک پھانکنا — مارے مارے پھرنا، بے مقصد بھٹکنا

مطلق خبر نہ پائی اس بچھڑے کارواں کی
جوں گرد باد ہم نے اک عمر خاک پھانکی

میر شیر علی افسوسؔ

خاک ڈالنی (خاک ڈالنا) — قطع نظر کرنا، چھپانا، دست برداری و بیزاری کا اظہار کرنا

گر قتل کیا بقاؔ کو خوباں
اس بات کو منہ سے مت نکالو
پنہاں ہی بھلا ہے خونِ عاشق
جانے دو اب اس پہ خاک ڈالو

محمد بقاؔ

خال خال — ''خال فارسی لفظ اور تل کا ہم معنی ہے، جب ہم خال
پشتو، اردو
خال بولتے ہیں تو اس سے شاذ و نادر یا کہیں کہیں مراد
لیتے ہیں یہ مرکب اپنے اس مفہوم کے ساتھ فارسی میں

تو نہیں بولا جاتا پشتو میں البتہ مروج ہے۔"

عرشی

خالصہ
اردو، مذکر فارسی الاصل، صفت و اسم

اصل، سرکاری محکمہ مال کا ایک شعبہ، نزول کی زمین، سرکاری ملکیت کی زمین، وہ زمین جس پر سرکاری مال گزاری ادا کی جائے برخلاف معافی اراضی کے۔

خالصہ لگنا: زمین کا سرکاری ملکیت میں چلا جانا، اگر جائز ورثاء موجود نہ ہوں یا بعض دیگر وجوہات ہوں تو حکومت زمین کی مالک بن جاتی ہے یا جوترکہ منقولہ و غیر منقولہ ہو بحق سرکار ضبط ہو جاتا ہے،

جو جو بخیل کٹن زر چھوڑ کر مرے گا
یا کھائے گا جنوائی یا خالصہ لگے گا

نظیر

خانقاہ

اصل میں خان گاہ
خان: مخفف خانہ، گاہ: زائد۔ خانقاہ وہ مکان جہاں بذریعہ باطن خدا شناسی کی تعلیم دی جائے جیسے مدرسہ علم ظاہر کے لیے، (حل عوامض ۱۸۸۵)

خانہ آباد دولت زیادہ
اردو، محاورہ

۱۔ دعائیہ فقرہ
۲۔ جب دو دوست ناراض ہو کر قطع تعلق کرتے ہیں تو یہ

کہتے ہیں۔

۳۔ ناراض ہو کر رخصت ہوتے وقت دوست، ملازم یا ساتھ رہنے والا کہتا ہے۔

خالہ کا گھر

آرام کی جگہ، بے فکری کا مقام

دل دینے پر ہے جی تو کرو خانماں خراب
یہ عاشقی ہے شیخ جی! خالہ کا گھر نہیں
محسن

خام پارہ

اردو

۱۔ گالی

۲۔ عورت جس کے ساتھ قبل از بلوغت مجامعت کی جا چکی ہو۔

خبر خضری

اردو

حضرت خضر کو علم غیبی دیا گیا تھا اور خدا کی مرضی کے مطابق وہ غیب کی باتوں پر مطلع ہو جاتے تھے، اگر عوام بعض آثار و قرائن سے حکومت کے اداروں اور منصوبوں پر مطلع ہو جائیں تو اسے خبر خضری کہتے ہیں۔

خبر عطر

۱۔ خیر خبر، خبر و بر (و بر تابع مہمل)

بادِ صبا سے زلفِ معطر کی ہم تلک
مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر

ختّک / ختکا (فارسی، گُتک یا کتک)

اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

۱۔ بھنگ گھونٹنے کا سونٹا،

۲۔ نقارہ یا تاشہ بجانے کی لکڑی

۳۔ انگوٹھا، ٹھینگا

۴۔ مردانہ عضو تناسل، لوڑا (عامیانہ)

کونڈی کے نقارے پہ ختکے کا لگا ڈنکا
تب بھنگ پی اور عاشق دن رات بجا ڈنکا

نظیر

ختّک میں: گوشت ہانڈی بھرا ہے خنک میں
ہنڈیاں گویا تھیں اس کی خنک میں

میرؔ [در ہجو اکول]

یہاں میرؔ نے خنک باندھا ہے لیکن کوئی الگ سے محاورہ نہیں

ختکے پہ سونا: لکڑی کی موٹھ پر سونے کا پتر چڑھا ہونا یعنی پوتڑوں کا رئیس

خدا کے مارے

قسمت کے ستائے، آسمان کے مصیبت زدہ، تقدیر کے مارے

بتوں کے ہم جو یہ سنگِ جفا کے مارے ہیں
سو شکوہ ان سے نہیں ہم خدا کے مارے ہیں

سید عبدالولی عزلتؔ

بمعنی گدھا معروف لفظ ہے، لیکن خر کے معنی بڑے کے بھی ہوتے ہیں،

مثلاً خرگوش میں جو خر ہے اس کے معنی بڑے کے ہیں، بڑے کان والا، شاہی خیمے شاندار اور بڑے ہوتے تھے انھیں خرگاہ کہتے تھے، کیکڑا بڑے پھیلے ہوئے پنجے یا چنگل سے مشابہ ہوتا ہے، اسے خرچنگ کہتے ہیں، لیکن خر کے معنی گدھا اور اس سے مجازی طور پر احمق، بے وقوف اور ادنیٰ، ذلیل اور کمین پیشہ کو بھی کہنے لگے

میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں لکھا ہے:

طویلے کے اس کے جو ادنیٰ تھے خر
انھیں نعل ہندی میں ملتا تھا زر

خر دماغ: بدتمیز، بے ہودہ، مغرور اور خود پسند آدمی کو بھی کہتے ہیں

خرخاوند: خاوند بمعنی مالک آقا حاکم، گدھا آدمی جو افسر بن جائے اسے خرخاوند طنزاً کہتے ہیں، خودسر حاکم

خرمستا: گدھے کی سی زیادہ جنسی طلب رکھنے والا

خُر بشا (خُر بشی)

پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

پشتو میں خربشوی، سور کا مترادف ہے، رام پور میں تحقیراً مرد کو خربشا اور عورت کو خربشی کہتے ہیں

عرشی

خِشتک
اردو، فارسی الاصل، مؤنث، اسم

۱۔ چھوٹی اینٹ
۲۔ میانی، یعنی پاجامے کے دونوں پائچوں کے درمیان جو چوکور کپڑا سیتے ہیں۔ اسے رومالی بھی کہتے ہیں۔

میلے کپڑے جو ہیں تیرے تو انھیں دھلوا ڈال
اپنی خشتک کو نہ چوہوں سے کتروا سمدھن

[شادی بیاہ کے گیت]

گوشت ہانڈی بھرا ہے ختک میں
ہنڈیاں گویا تھیں اس کی خشتک میں

میرؔ [در ہجو اکول]

خشک بندی
اردو فارسی الاصل، مؤنث، اسم

(جراحی کی اصطلاح)
زخم پر بغیر دوا اور مرہم وغیرہ لگائے ہوئے، اسے خشک کر کے مندمل کرنا،

تر بندی، خشک بندی، نمک بندی ہو چکی
بے ڈول پھیلتا سا چلا ہے فگار دل

میرؔ [دیوانِ پنجم]

خَصَم (خَصْم)
پشتو، اردو

۱۔ خَصْم فارسی میں دشمن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،
۲۔ اردو میں خا اور صاد دونوں بالفتح بولے جاتے ہیں اور شوہر، خاوند، کے معنی میں آتا ہے،
"یہ لفظی تغیر بھی پشتو زبان کا اثر ہے کیوں کہ افغان بسکون صاد کی جگہ بالفتح بولتے اور شوہر مراد لیتے ہیں۔"
عرشی

خصی پرنالہ
اردو، مذکر، اسم
خفیہ پرنالہ، پوشیدہ نالہ، ایسا پرنالہ جس کا پانی دیوار کے اندر ہی اندر ہو کر گرتا ہے۔
[نور اللغات]

خصی پلاؤ
اردو، مذکر، اسم
بے گوشت کا پلاؤ
''اس پلاؤ کو کہتے ہیں جس میں گوشت کی جگہ چنے کی دال دم دیتے ہیں۔''
[محمد حسین آزاد، دیوان ذوق، دہلی ۱۹۳۳ء]

خصیوں میں تانت باندھ دینا
اردو محاورہ
بدلہ لے لینا یعنی تو میرا کچھ نہیں کر سکتا
[محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

خفا
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم وصفت
[پلیٹس نے خفا بمعنی غصہ خفگی کے سنسکرت الاصل بتایا ہے اور فارسی قدیم بھی کہا ہے، لیکن یہ عربی الاصل ہے، اصل معنی کم ہونے، گھٹنے، چھپنے، پوشیدہ ہونے کے ہیں]
اردو میں عام طور پر خفا ہونا، ناخوش ہونے کے معنی میں آتا ہے
ا۔ کم ہونا، گھٹنا گھٹنا
کم ہونے اور گھٹنے کے معنی میں:

اندھیرے نے اس کا کیا دم خفا
کہ جوں لے سیاہی کسی کو دبا

میر حسن [سحر البیان]

(۵۷) ستاون

قلق واں جو گذرا تو یاں غم ہوا
رکا جی وہاں یاں خفا دم ہوا

میر حسنؔ [سحر البیان]

ناخوشی وناراضی کے معنی میں مومن خاںؔ کا شعر ہے:

نارسائی سے دم رکے تو رکے
میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

شعر میں لفظی خوبی یہ ہے کہ خفا کے اصل معنوں میں دم رکنا اور گھٹنا بھی شامل ہے۔

خلاصہ
مذکر، اردو، عربی الاصل

۱۔ کسی عبارت یا کتاب کو مختصر کرنا
۲۔ ضروری، اہم اور کار آمد باتوں کو لے لینا اور زائد باتوں کو چھوڑ دینا
۳۔ منتخب، عمدہ اہم اور ضروری

خلاصۂ دوراں یعنی عالم میں منتخب، برگزیدہ اور اعلیٰ، اکبرآباد میں آج تک اسی طرح بولتے ہیں
"میں نے خلاصہ بات ان سے کہدی"
یعنی جو ضروری امور تھے وہ سب واضح طور پر بغیر زوائد کے صاف صاف بیان کر دیے۔

خلقت کی گرمی
اردو

مجمع، ہنگامہ، بھیڑ لوگوں کی کثرت کے سبب گرمی کا محسوس ہونا

(۵۸) اٹھاون

وہ خلقت کی گرمی وہ ڈومن پنا
نشے میں بھبھو کا سا چہرہ بنا

میر حسن [سحرالبیان]

خُلگئی

پشتو، روہیل کھنڈی، اردو، مؤنث، اسم

افغانستان میں منہ کو خُلَہ کہا جاتا ہے، اور اس کی تصغیر خُلگے ہے، روہیل کھنڈ میں منہ یا دھن کو خلگئی بولتے ہیں اور کہتے ہیں، ''اس کی خلگئی چوڑی ہے یا چھوٹی ہے۔''

عرشی

خُمرہ (خُمرا)

اردو، عربی الاصل، اسم، مونث

عربی میں خُمرۃ: خمیر کرنے کے برتن اور کھجور کی چٹائی کو کہتے ہیں، دِلّی کے گداگر فرقوں میں سے ایک قوم کا نام خُمرہ ہے، خمروں کا بڑا جتھا ہے، شہر سے باہر صدر، تیلی واڑہ، سبزی منڈی اور پرانی عیدگاہ میں آبادی کے کناروں پر رہتے ہیں، خمریاں روزانہ بھیک مانگنے کے علاوہ محرم کے عشرے میں چار چار پانچ پانچ اکھٹی ہو کر شہر میں آتی ہیں اور نوحہ اور مرثیہ پڑھ پڑھ کر بہت کچھ لے جاتی ہیں دریوزہ گری کے سوا یہ قوم نواڑ بنتی ہے۔
(چٹائیاں بناتی ہے) ڈگڈگیاں اور جھنجھنے بناتی ہے

[بات۔ شہر دلی کے دریوزہ گر فقیر، حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی، مخزن لاہور، جنوری ۱۹۱۲ء]

خمرا: بوریا باف

(۵۹) اسٹھ

[مولوی محمد ناصر علی صاحب غیاث پوری، اربع عناصر، لکھنو ۱۹۲۹ء]

خواص
اردو، مؤنث، اسم

(جمع: خواصوں، خواصیں)
ممتاز خدمت گار عورتیں، مصاحبت کرنے والی عورتیں

خواصوں کا اور لونڈیوں کا ہجوم
محل کی وہ چہلیں وہ آپس کی دھوم

میر حسن [سحر البیان]

خوزادہ (خوزادی)
فارسی، اردو

[پلیٹس نے اس کو خود + زادہ سے مرکب اور سادہ، بے آرائش و زیبائش کے خوبصورت فطری طور پر حسین لکھا ہے جو صحیح نہیں۔۱۲]

خواجہ زادہ: صاحب زادہ، سردار، خان زادہ

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ

[انیس بحوالہ نور اللغات]

''دیکھتا ہوں تو وہ نازنین ایک مکان میں گلے میں کُرتی، پاؤں میں تہہ پوشی، سر پر سفید رومالی اڑھے ہوئے سادی خوزادی بن گہنے پاتے بنی ہوئی ہے۔''

[میر امن باغ و بہار، لندن، ۱۸۵۱، ص ۳۷، سیر پہلے درویش کی]

اس اقتباس سے التباس ہو سکتا ہے کہ خوزادی کے معنی

بے آرائش جمال کے جمیل کے ہیں، حالانکہ اسی عبارت
سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ بن گہنے پاتے کے معمولی لباس
میں بھی وہ شہزادی بنی ہوئی تھی۔

خوش خبر
اردو

''دلی میں رسم تھی کہ جب بھونرا اڑتا ہوا پاس آتا تھا تو
اسے شگون نیک سمجھتے تھے اور کہتے تھے 'خوش خبر، خوش خبر'

بلا سے ہووے مرا مرغِ نامہ ہر بھونرا
کہ اس کو دیکھ کے وہ منہ سے خوشخبر تو کہے

آزاد [دیوان ذوق ۱۹۰۳]

خون جگر پینا (خون جگر کھانا)

رنج و غم اٹھانا، صدمے سہنا

بہ تکلف ہے کہ بے آب و خورش جیتے ہیں
غمِ دل کھاتے ہیں اور خونِ جگر پیتے ہیں

مرزا ابر علی پریشان

خون چاٹنا

خون میں ڈوبنا

نچاٹے خون کو جس روز میرے اس کو فاقہ ہے
رگِ گردن سے میری اس کے خنجر کا زعلاقہ ہے

فضل علی

خیش

''مصنف (مولوی ناصر علی صاحب غیاث پوری مصنف
اربع عناصر) نے لکھا ہے کہ خیش بفتح انگریزی پنکھا

ہے۔ انگریزی پنکھا غلط ہے بلکہ اس پنکھے کو کہتے ہیں جو
عام طور ایک کپڑے کی جھالر ایک لکڑی میں باندھ کر کھینچتے
ہیں۔ پنکھا انگریزی نہیں بلکہ ہارون الرشید کی ایجاد
ہے۔ اس طرح پر ایجاد ہوا کہ ایک روز ہارون الرشید
دوپہر کی گرمی میں اپنی بہن علیہ مہدی کے یہاں آیا۔
اس کے یہاں صندل اور اگر وغیرہ میں کچھ کپڑے رنگوا
کر ایک لکڑی پر پڑے ہوئے سوکھ رہے تھے۔ ہارون
الرشید ان کے نیچے بیٹھا۔ ہوا کے زور سے جو کپڑے ہلے
ہارون الرشید کے دماغ میں خوشبودار ہوا پہنچی اور گرمی کی
تکلیف کم ہوئی۔ ہارون الرشید نے فوراً حکم دیا کہ
ہمارے لیے ایک اسی قسم کا پنکھا بنایا جائے۔ مطلق
پنکھے کو عربی میں مروحہ کہتے ہیں۔"

بر حاشیہ اربع عناصر از مولوی عبدالباری آسی، اربع
عناصر کے سرورق پر درج ہے کہ "بتصحیح علمائے مطبع"
مولوی آسی صاحب مطبع سے متعلق تھے، ان کے حواشی جا
بجا اربع عناصر میں درج ہیں۔ ۱۲

خیش
عربی، اردو

"مصنف (مولوی محمد ناصر علی صاحب غیاث پوری
مصنف اربع عناصر) نے لکھا ہے کہ خیش بفتح انگریزی
پنکھا ہے، انگریزی پنکھا غلط ہے بلکہ اس پنکھے کو کہتے ہیں
جو عام طور پر کپڑے کی جھالر ایک لکڑی میں باندھ کر کھینچتے

ہیں، پنکھا انگریزی نہیں بلکہ ہارون الرشید کی ایجاد
ہے۔ اس طرح پر ایجاد ہوا کہ ایک روز ہارون الرشید
دوپہر کی گرمی میں اپنی بہن علیہ مہدی کی لڑکی کے
یہاں آیا، اسکے یہاں صندل اور اگر وغیرہ میں کچھ
کپڑے رنگوا کر ایک لکڑی پر پڑے ہوئے سوکھ رہے
تھے، ہارون الرشید ان کے نیچے بیٹھا، ہوا کے زور سے
جو کپڑے ہلے ہارون الرشید کے دماغ میں خوشبودار
ہوا پہنچی اور گرمی کی تکلیف کم ہوئی، ہارون الرشید نے
فوراً حکم دیا کہ ہمارے لیے ایک اسی قسم کا پنکھا بنایا
جائے۔ مطلق پنکھے کو عربی میں مروحہ کہتے ہیں۔''

ہر حاشیہ اربع عناصر از مولوی عبدالباری آسی، اربع
عناصر کے سرورق پر درج ہے کہ '' بتصحیح علمائے مطبع ''
مولوی آسی صاحب مطبع سے متعلق تھے، ان کے حواشی جا
بجا اربع عناصر میں درج ہیں۔۱۲

'' مصنف (مولوی محمد ناصر علی صاحب غیاث پوری
مصنف اربع عناصر) نے لکھا ہے کہ خیش بفتح انگریزی
پنکھا ہے، انگریزی پنکھا غلط ہے بلکہ اس پنکھے کو کہتے ہیں
جو عام طور پر کپڑے کی جھالر ایک لکڑی میں باندھ کر کھینچتے
ہیں، پنکھا انگریزی نہیں بلکہ ہارون الرشید کی ایجاد
ہے۔ اس طرح پر ایجاد ہوا کہ ایک روز ہارون الرشید
دوپہر کی گرمی میں اپنی بہن علیہ مہدی کی لڑکی کے

یہاں آیا، اسکے یہاں صندل اور اگر وغیرہ میں کچھ
کپڑے رنگوا کر ایک لکڑی پر پڑے ہوئے سوکھ رہے
تھے، ہارون الرشید ان کے نیچے بیٹھا، ہوا کے زور سے
جو کپڑے ہلے ہارون الرشید کے دماغ میں خوشبودار
ہوا پہنچی اور گرمی کی تکلیف کم ہوئی، ہارون الرشید نے
فوراً حکم دیا کہ ہمارے لیے ایک اسی قسم کا پنکھا بنایا
جائے۔ مطلق پنکھے کو عربی میں مروحہ کہتے ہیں۔''

ہر حاشیہ اربع عناصر از مولوی عبدالباری آسی، اربع
عناصر کے سرورق پر درج ہے کہ ''بتصحیح علمائے مطبع''
مولوی آسی صاحب مطبع سے متعلق تھے، ان کے حواشی جا
بجا اربع عناصر میں درج ہیں۔۱۲

د

داب

اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

(دَاَب)

۱۔ رسم و رواج، عادت، موقع و محل، طور، طریقہ

۲۔ شدت، دباؤ، زور

دابِ صحبت: طور طریق، عادت حسنہ، خصائل حمیدہ

کیا جانیں دابِ صحبت از خویش رفتگاں کا
مجلس میں شیخ صاحب اک کود جانتے ہیں

"۔۔۔۔ اتفاقاً اس دن بادشاہ کے پاؤں میں درد تھا۔ اس لیے پاؤں ذرا پھیلا دیا، انھوں نے کہا یہ امر فقیر کے دابِ محفل کے خلاف ہے۔۔۔۔۔۔"

محمد حسین آزاد۔ [آبِ حیات، حال میر درد، طبع ہشتم، لاہور ۱۹۱۳ء]

میر صاحب نے کہا بازار میں باتیں کرنا داب شرفاء نہیں۔ یہ کیا گفتگو کا موقع ہے۔"

مجلس کے داب سے یہ واں دور ہے کہ وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمع واں ہو

سودا

دات

اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

فیاضی، سخاوت، بخشش

دادؤ

اردو اسم معرفہ

ایک مشہور سنیاسی کا نام

(۶۵) پینسٹھ

دادو پنتھی: دادو سنیاسی کے چیلے

دار/دارا
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

جورو، زوجہ، بیوی

داربست
اردو، فارسی الاصل، مؤنث، اسم

۱۔ انگور وغیرہ کی بیل چڑھانے کی ٹٹی
۲۔ کسی بھی قسم کی ٹٹی

کہوں کیا میں کیفیتِ دار بست
لگائے رہیں تاک واں مے پرست

میر حسن [سحر البیان]

دارو
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ بارود، بندوق کا مسالہ
۲۔ شراب، نشہ آور چیز
۳۔ دوا

اب کیا زاہد و تقویٰ دارو ہے اور ہم ہیں
بنت العنب کے اپنا سب کچھ گیا گھڑ کر

میر

لگتی نہیں ہے دارو ہیں سب طبیب حیراں
اک روگ میں بسا ہا جی کو کہاں لگایا

میر

دارو
اردو، اسم، مذکر، مؤنث

دارو: دوا کے معنی میں مؤنث ہے اور عام بول چال کا لفظ ہے۔ اسی جنس کے ساتھ دارو کے معنی لکڑی اور دیسی شراب کے بھی آتے ہیں۔

داروسیسہ

بارود اور سیسہ اصطلاحاً فوجی اسلحہ اور ساز وسامان، نظیر اکبرآبادی نے سیسہ دارو نظم کیا ہے۔

کیا رینی خندق رند بڑے کیا برج کنگورا انمولا
گڑھ کوٹ رھکلہ توپ قلعہ کیا سیسہ دارو اور گولا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

مولانا عرشی کی رائے میں داروسیسا سے مراد بارود ہوتی ہے اور مفہوم میں یہ لفظ قطعی پشتو ہے۔

داروڑا
اردو، برج، اسم

شراب، نشیلی چیز

داروڑی
مؤنث

داکھ
مؤنث، اسم

کشمش، منقی، خشک انگور

دام
اردو

۱۔ پیسے کا پچیسواں حصہ
۲۔ قیمت

داماساہی
اردو، مؤنث، اسم

داماساہ نامی ایک کاروباری تھا جو دیوالیہ ہو کر مرگیا اور اس کا تمام اثاثہ قرض خواہوں کو ان کے قرض اور مطالبات کے تناسب سے بقدر حصہ رسدی تقسیم کیا گیا۔ (ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء)
اثاث البیت و دیگر اثاثے فروخت کر کے قرض خواہوں کے مطالبات ادا کرنا۔ پائی پائی چکانا مگر اپنا دیوالیہ نکال کر

دام دار
اردو، مذکر، اسم فعل

جال والا، شکاری، دام رکھنے والا، شکار کرنے والا
ہر دام دار قصد کرے یہ کہاں جگر
یہ منہ نہیں کسی کا جو منہ کو کرے ادھر
ہر کوئی جانتا ہے کسی کا شکار ہوں
میر [مخمس در شہر کاما]

دامنی
اردو سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم

بجلی، برق

دانایانِ فرنگ احمقانِ ہند
(اردو، محاورہ)

فرنگستان کے دانا ہندوستان کے احمق مشہور معروف ہیں بعض ظرفا یہ معنی کہتے ہیں کہ.
دانایانِ فرنگ احمقانِ ہند کی برابر ہیں۔ (محاورات ۱۸۹۰ء)

دانہ دان کرنا — خلط ملط کرنا، کوئی چیز غارت کرنا، خراب کرنا
اردو، فعل
میر حسن چینیوں کے متعلق کہتے ہیں:

کنگنی اور باجرا کیا یکساں
خاک سے سب ملا کے دانہ داں

[ٹیلر، ہنٹر ۱۸۰۸ء]

دانہ کیش — ایک قسم کا سنہرے گل بوٹوں والا گلو بند جو جاڑے کے موسم میں چغے یا قبا کے اوپر استعمال کرتے ہیں
اردو، مذکر، اسم

چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش
نہیں یہ کہکشاں ہے دانہ کیش

سودا

داونی ، دادنی — پیشگی رقم، بیانہ، بیعانہ
اردو، کھڑی بولی، مؤنث، اسم
"اینٹوں کی دادنی دی تھی۔"
[ڈپٹی نذیر احمد توبتہ النصوح]

داہ — دیکھیے ڈاہ

دایم المرض — از روئے قواعد دایم المریض درست نہیں لیکن اب عام و خاص کے زبان وقلم پر یہی ہے۔
اردو
ہمیشہ مرض میں مبتلا رہنے والا

دائی
اردو، مؤنث، اسم

دائی پلائی: وہ عورت یا بچوں کی انا جو اپنا دودھ بھی پلاتی ہے۔
دائی کھلائی: بچوں کی انا جو اپنا دودھ بچے کو نہ پلاتی ہو۔

دَب
اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم

عربی میں دَبّ کے معنی ہیں سانپ یا جانور کا رینگنا، بچے کا گھسیٹ کر چلنا، نہر کا بہنا، بیماری کا جسم میں یا کہنگی کا کپڑے میں سرایت کر جانا
ا۔ کیفیت، حالت، مزاج، عادت
۲۔ کسی چیز کی عادت ہو جانا، مزاج بن جانا
گود میں میرے رکھ دیتا ہے پاؤں حنائی دبنے کو
یوں پامال جو میں ہوتا ہوں مجھ کو بھی تو دب سی ہے
میر [دیوان سوم]
آسی نے فرہنگ میں دب کے معنی دباؤ دیے ہیں جو درست نہیں۔ میر کے اس شعر میں معنی یہ ہیں، یوں پامال ہونا میری عادت ثانیہ بن گئی ہے

دُبّ
اردو، عربی، مذکر، اسم

ا۔ ریچھ
قطب شمالی کے قریب چند ستاروں کے ترکیب پا کر دو صورتیں ریچھ کی سی بن گئی ہیں۔ ایک چھوٹی ایک بڑی۔ چھوٹی کو دُبّ اصغر اور بنات النعشِ صغریٰ بڑی کو دُبّ اکبر، بنات النعشِ کبریٰ کہتے ہیں۔ (نور اللغات)

ڈُبدھا — شبہہ، گمان، شک، پس وپیش

ڈپڈ پانا/ ڈپڈ پاہٹ — چمک، چمکانا
اردو، کھڑی بولی

ڈِٹھونا — (بروزن بونا بمعنی ٹھگنا)
اردو، برج، مذکر، اسم
کالا نشان یا تل جو پیشانی یا چہرے پر لگا دیتے ہیں
اس سے خوشنمائی میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور نظرِ بد سے
بھی حفاظت مقصود ہوتی ہے
پیا تیا ہنس کے کہہ یو لک ہیو ڈٹھونا دین
چندر مکھی! مکھ چند تیں بھلیو چند سم کین (بہاری)
عاشق محبوبہ سے ہنس کر کہتا ہے کہ تو نے کالا نشان جو لگا
دیا ہے
او ماہ رو! تیرا چہرہ اب بالکل چاند کے مشابہ ہو گیا

دِراکشا — انگور

دُر بھاگی — بدقسمت، کمبخت

دَرپَن — آئینہ، آرسی

درخرچی
اردو
فضول خرچی، بے تحاشا اڑانا، خرچ کرنا

"اس درخرچی کے آگے اگر گنج قارون کا ہوتا تو بھی وفا نہ کرتا۔"
[سیر پہلے درویش کی میر امن، باغ و بہار، لندن، ۱۸۵۱ء]

دردامن
فارسی، اردو
بھاری قیمتی کام کی چوڑی بالیں جو کرتوں، غراروں اور پجاموں اور دوپٹوں میں الگ سے ٹانک دیتے ہیں۔
"ایک دم کے بعد وہ پری دروازے سے جیسے چودھویں رات کا چاند بناؤ کیے گلے میں پشواز بادلے کی سنجاف کی موتیوں کا دردامن ٹکا ہوا سر پر اوڑھنی......"
[سیر پہلے درویش کی میر امن، باغ و بہار، لندن، ۱۸۵۱ء]

درکانا
اردو، فعل متعدی
چیرنا، پھاڑنا، دراڑ ڈالنا
درکنا: (لازم)

درمیان دینا
اردو، فعل، محاورہ
ثالثی کے لیے کسی کو لانا، تصفیہ کرانا، کسی تیسرے کو بیچ میں صلح صفائی کے لیے ڈالنا۔
بگڑی ہے داغ میں اور سینہ میں، عشق دیکھیں
دل کو جگر کو، کس کو، اب درمیان دے گا
میر

درونہ

اردو، فارسی الاصل، اسم، مذکر

دل، قلب

دڑوانچی

پشتو۔ روہیل کھنڈی، اردو

(دروان: دربان بہ اضافۂ چی)

پہریدار، داروغہ، دربان، محافظ

"یہ لفظ بھی افغان زدہ علاقوں میں زیادہ زباں زد ہے۔ رامپور میں عورتیں کہا کرتی ہیں کہ "اولاد حلق کی دڑوانچی ہوتی ہے۔"

یعنی ماں باپ کے حلق سے کوئی چیز اس وقت تک نہیں نیچے اترتی جب تک پہلے اولاد کو نہ کھلا دیں۔

[عرشی۔ بات، ۵۸]

دڑ مار گیا

اردو، محاورہ

چھپ گیا جیسے سوتا ہے

دبک گیا، چھپ گیا [محاورات ۱۸۹۰ء]

دڑیڑے، رڑڑیڑے

اردو، برج، مذکر، اسم

(دیکھیے تڑیڑے)

پانی کی دھار جو زیادہ موٹی ہو اور زیادہ زور سے گرے

کہیں اے صبر جلدی بھاگ اپنی خیر چاہے تو

یہ دیکھ آتے ہیں فوج اشک کے پیہم دڑیڑے جا

انشاء

کر، گریں ہیں لجوں لطموں کے دڑیڑے سب کے گوش

بیکراں دریائے غم کے ہیں بلا جوش و خروش

میر [دیوانِ پنجم]

دستخطی
اردو، اسم صفت

دستخط شدہ، ہاتھ سے لکھی ہوئی درخواست
اب آگے دفتر تن کی میں کیا کہوں خواری
سوال دستخطی پھاڑ کر کے پنساری (ویرانی شاہجہاں آباد)
سوالِ دستخطی: ہاتھ سے لکھی ہوئی عرضی اور درخواست

دست فروش (دست فروشی)
اردو، مذکر، اسم

پھیری والا، سامان لے کر گھر گھر بیچنے والا، بیچنے والا جس کی دوکان نہ ہو اور پھیری لگا کر مال بیچے۔

دست گاہ
فارسی الاصل، اردو، مذکر، اسم

اس لفظ کے بہت معنی ہیں اور اکثر معروف و عام ہیں مثلاً قدرت، مہارت، چالاکی، کارگاہ وغیرہم۔ لیکن اس کے ایک کم معلوم معنی ہیں مسخرہ، گستاخ، شوخ چشم، خیرہ سر
سب خوبیاں ہیں شیخِ مشیخت پناہ میں
پر ایک حیلہ سازی ہے اس دستگاہ میں
میر [دیوانِ اول]

دست لاف
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

بوہنی
دوکان کھلنے کے بعد پہلی فروخت پر وصول شدہ رقم
عشق کے بازار میں سودا نہ کچھ تو تو میر
سر کو جب داں بیچ چکتے ہیں تو یہ ہے دست لاف
میر

دستوری
اردو، فارسی الاصل، مؤنث، اسم

کمیشن، پیسے و مال کی فروخت پر کسی شرح کے حساب سے ادا کیے جائیں۔

(۷۴) چوہتر

دستوری کا ٹکا مل گیا

اردو، محاورہ

یعنی سزا پائی

[محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

دشمن چراغ پاؤں

اردو محاورہ

جب کوئی ٹھوکر کھاتا ہے یا گر پڑتا ہے تو بطورِ تفاول کہتے ہیں۔ [محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

دعوت شیراز

دعوتِ شیراز: بعض لوگوں کو سنا ہے کہ عمدہ، پُر تکلف ضیافت کو دعوت شیراز کہتے ہیں۔ جہاں بہت زیادہ اہتمام ہو اور انواع واقسام کے ماکولات ومشروبات ہوں تو کہتے ہیں کہ واہ کیا دعوتِ شیراز ہے۔ مگر اس موقع پر یہ غلط ہے۔ دعوتِ شیراز اس کے بالکل برعکس بے تکلف اور سادہ طعام کو کہتے ہیں۔

اس کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے۔ شیخ سعدی بطورِ سیاحت نکلے اور کسی جگہ اپنے ایک شناسا کے ہاں پہنچے۔ دوست نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور اعلیٰ درجے کا مرغن طعام مہیا کیا۔ شیخ سعدی نے کھانے کے بعد اس کی تعریف کی مگر کہا کہ ہائے دعوتِ شیراز دوست کو ذرا خفت ہوئی۔ خیال کیا کہ شاید کچھ کسر باقی رہ گئی جو شیخ نے ایسا کہا۔ دوسرے دن اس سے زیادہ اہتمام کیا اور بہتر درجے کے کھانے تیار کرائے۔ شیخ نے کھانے کے بعد پھر زیادہ تعریف کی اور تعریف کر کے کہا مگر واہ

(۷۵) پچھتر

دعوتِ شیراز ۔ دوست حیران ہوا مگر تیسرے دن اس
سے جو بھی بہترین لوازمات طعام ہو سکتے تھے مہیا کیے
اور مطمئن ہوا
کہ اب تو شیخ کو دعوتِ شیراز یاد نہ آئے گی ۔ شیخ نے
کھانے کے بعد خوب خوب تعریف کی ۔ شکریہ ادا کیا مگر
پھر کہا کہ واہ دعوتِ شیراز ۔ اس کے بعد میزبان سے
رخصت چاہی اور چلتے وقت بڑا اصرار کیا کہ ہمارے
ہاں شیراز بھی آؤ اور ضرور ہمیں شرف میزبانی سے ممتاز
کرو ۔ دوست نے وعدہ کر لیا کہ اگر ادھر جانے کا اتفاق
ہوا تو ضرور شیخ کی زیارت کو حاضر ہوگا ۔
ایک تو اس نے شیخ سے وعدہ کیا تھا دوسرے اس کا
بھی اشتیاق تھا کہ دیکھیں آخر یہ شیراز والے کس
طرح کی ضیافت کرتے ہیں ۔ تھوڑے دن بعد ہی
اس کو شیراز جانے کا اتفاق ہوا ۔ شیخ کے ہاں پہنچا شیخ
اپنے دوست کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے ۔ بڑی محبت
اور خلوص کے ساتھ ٹھہرایا ۔ کھانے کا وقت آیا تو کھانا
پیش کیا ۔ دوست نے دیکھا تو حیران ہوا ۔ معمولی سادہ
گھر کا سا کھانا تھا ۔ اس نے اپنے جی میں خیال کیا
شاید چوں کہ بے اطلاع آ پہنچا ہوں اس لیے گھر
والوں کو خاص اہتمام کا موقع نہیں ملا ۔ دوسری بار
بڑے اشتیاق سے منتظر رہا مگر کھانا بالکل وہی سادہ جیسے

(۷۶) چھہتر

عام طور پر گھر والے کھاتے ہیں۔ مہمان دیکھ کر چپ رہا اور سمجھا کہ شاید کچھ خاص وجہ ہو اور عمدہ پُر تکلف ضیافت میں وقت درکار ہو۔ خیر تیسرے دن پھر وہی خلوص اور محبت تو بے انتہا مگر کھانا وہی روزمرہ کا گھر جیسا، معمولی۔

تیسرے دن دوست نے شیخ سے اجازت چاہی اور چلتے وقت دریافت کیا کہ ایک بات اور بتا دیجیے کہ میں نے اتنا اتنا تکلف اور ایسا ایسا اہتمام کھانے میں کیا مگر آپ ہر بار دعوتِ شیراز کو ہی یاد کرتے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ خدا جانے دعوتِ شیراز میں کیا کچھ اہتمام ہوتا ہوگا مگر یہاں تو کچھ بھی نہ تھا بالکل گھر کا سا سامان تھا۔

شیخ نے کہا بھائی میں تمہارے ہاں تین دن رہا اور ہر روز تم ایک سے ایک زیادہ عمدہ مرغن اور بڑھیا کھانے پکاتے رہے۔ اگر ایک دو دن زیادہ میں رک جاتا تو تم عاجز آ جاتے اور دل میں دعائیں مانگتے کہ کسی طرح دفعان ہو۔ مہمان ہے کہ بلائے جان۔

تم میرے ہاں تین دن رہے میں نے اپنے گھر والوں کی طرح تمہیں سمجھا اور ہم سب گھر والے جیسے رہتے ہیں اور جو کھاتے ہیں بس اسی طرح تم سے سلوک کیا۔ تم تین دن کیا اگر تین مہینے بھی ہمارے ہاں رہو تو ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ بس یہ ہے دعوتِ شیراز۔''

دِگشول
سنسکرت، اردو، مؤنث، اسم

''وہ سمت جس میں کسی خاص دن سفر کرنا ممنوع ہے۔ جیسے شنبہ اور دو شنبہ جانب مشرق ۔ یک شنبہ اور جمعہ جانب مغرب، سہ شنبہ اور چہار شنبہ جانب شمال اور پنج شنبہ جانب جنوب (اہلِ ہنود کے عقیدے کے مطابق) سفر کرنا درست نہیں''۔
[راجہ راجیسور راؤ ورما، ہندی اردو لغت، حیدر آباد ۱۹۳۸ء]

دِگ
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

حصہ، مکان، سمت، طرف، جانب، راستہ، ملک کا حصہ

دِگمبر
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

ننگا رہنے والا، برہنہ فقیر، سنیاسی
جین یا بدھ مذہب کا پیرو یا شیو کا پجاری فقیر جو ننگا رہتا ہے

دِگ ناری

بہت سے مردوں سے تعلق رکھنے والی عورت، زن فاحشہ

دَل
اردو

فوج

دَلوال

فوج کا کماندار

دِل پانا
اردو محاورہ

دوسرے کی خوشی دیکھنا، دوسرے کے دل کی بات معلوم کرلینا، توجہ دینا، رخ دیکھنا

غم نہیں گر دلبری سے دل کو لے جاتا ہے وہ
پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ

[ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

دل پیچھے پڑنا
اردو محاورہ

طبیعت بہلنا، خیال کا دوسری طرف متوجہ ہونا، دھیان بٹنا

ہم نشیں بہر خدا کا کل ہی کا کر اس کی ذکر
تیری باتوں سے مرا دل تو ذرا پیچھے پڑے

مصحفی

[ٹیلر۔ ہنٹر۔ ۱۸۰۸ء]

دل چلنا
اردو محاورہ

۱۔ پاگل ہونا، بہک جانا، دماغ چل جانا
۲۔ مائل ہونا، دل آنا، خواہش پیدا ہونا

کب دل بچے ہے اس سے جب اپنے سے مل چکے
وہ رشک حور جس پہ فرشتے کا دل چلے

محشور [ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

ڈلڈ اپیش گیر
اردو

موٹا پردا یا ٹٹی، آڑ، چلمن یا اسکرین جسے اوٹ یا آڑ اور پردے کے طور پر کھڑا کردیں

(۷۹) اُناسی

نوراللغات نے نم گیرہ لکھا ہے۔ نم گیرہ یا شبنمی ایک قسم کی چھت گیری ہوتی ہے جو پلنگ کے اوپر لگائی جاتی ہے تاکہ رطوبت یا شبنم کو روکے اسے پیش گیر نہیں کہہ سکتے۔
"اس چھپر کھٹ میں کہ جس کے آگے دلدا پیش گیر گھڑا ہے آرام کیجیے۔"
سیر دوسرے درویش کی، میر امن۔ باغ و بہار، لندن۔ ۱۸۵۱ء

دِلدّر — اردو، مذکر — وبال، جھنجھٹ، کاٹھ کباڑ، بے مصرف بے ضرورت فالتو چیزیں یا باتیں

دِلدّر نکالنا — (آصفیہ) ہندوؤں میں ایک رسم ہے کہ دیوالی کی صبح کو گوردھن کے دن علی الصباح رات کا کوڑا سمیت اس پر پرانا چراغ جلا اپنے گھر کے آگے گلی میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے آگے ایک پتے پر تھوڑے کھیل بتاسے ڈال دیتے اور یہ کہتے ہیں کہ ایشر آئے دلدر جاوے۔

دل سوز خانہ تراش — اردو — بظاہر دوست بباطن دشمن، دوست نما دشمن، مارِ آستین

دَلَک — دیکھیے ڈلک

دِل کرنا
اردو، محاورہ

دل چاہنا (لکھنؤ میں) ہمت کرنا، جرأت کرنا

دل اس جاے اٹھنے کو کرتا نہیں
کوئی آپ سے آپ مرتا نہیں

میر حسن [سحرالبیان]

دل۔گیوں
اردو، مذکر، اسم، جمع

ا۔عُشّاق

ولیکن جو کچھ دل گیوں پر گیا
کہ بن آئی ہر اک وہاں مر گیا

میر حسن [سحرالبیان]

دل مرغ
اردو، مذکر، اسم

ایک قسم کا تیر

دلوں سے
اردو محاورہ

(اپنے دلوں سے: یہ محاورہ عام نہیں)
اپنی ذات سے۔ اپنے دل سے۔ اپنے طور پر۔ جہاں تک اس کی اپنی نیت کا تعلق ہے

وہ اپنے دلوں سے تو ہے نیک ذات
ہوئی اس پہ کیا جانیے کیا واردات

میر حسن، [سحرالبیان]

دلی کی دلوالی منہ چکنا پیٹ خالی
محاورہ

جب پیسہ پاس نہ ہو اور دکھاوا نمائش کرے

دَمڑی
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ قدیم نظامِ زر کا ادنیٰ حصہ
ایک دمڑی پرانے زمانے میں آٹھ کوڑیوں کے مساوی ہوتی تھی یا ۸/۳۱ دام کے برابر
۲۔ پچیس کچے بیگھوں کو بھی ایک دمڑی کہتے ہیں۔

دَنّا
اردو، مذکر، اسم

عضوِ تناسل، کیر

دُند
اردو، مذکر، اسم

شور، غل غپاڑا

دندان مُزد
اردو، فارسی، مذکر، اسم

فقراء وغیرہ کو ان کی دعوت کے بعد پیش کردہ نذرانہ

آج اس خوش پُرکار جواں مطلوب حسیں نے لطف کیا
پیر فقیر اس بے دنداں کو اس نے دنداں مزد دیا
میر [دیوانِ ششم]

دَواب
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

(دابّہ کی جمع ہے)
وحوش، جانور، مویشی

کہو جو مودی سے جاکر دواب کے حالات
جواب دے ہے کہ ہے اونٹ تو فرشتہ کی ذات
سودا، [ویرانی شاہجہان آباد]

دَوَاج
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

عورت کا وہ لڑکا جو اس کے شوہر کے نطفے سے نہ ہوا ہو۔

دُوار
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر،
اسم

چوکھٹ، دروازہ

دوار پال

دربان

دوار پالی

دربانی، دربان کا عہدہ

دوازدہ ماہی رخصت مل گئی
اردو محاورہ

معزول ہو گیا (محاورات ہند ۱۸۹۰ء)

دوآشیانہ
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

ایک قسم کا خیمہ جس میں دو کمرے ہوتے ہیں۔

دُوال رُدُوالی
اردو، فارسی الاصل، مؤنث،
اسم

ا۔ تسمہ، چمڑے کا تسمہ
۲۔ چمڑے کا تسمہ جس سے نقارہ بجاتے ہیں
۳۔ چمڑے کی پٹی۔ چمڑے کا بسما ٹکڑا

بھاگے یہ عمل کر کے وہ شیطان کا لشکر
دُوالی کو لے ہاتھ تعاقب میں دواں ہے
سودا، [شہر آشوب]

(۸۳) تراسی

اکثر نسخوں میں دوسرے مصرعے کا پہلا لفظ دیوالی لکھا ہے۔

ڈوال بند/دوالی بند

پٹے والے کو، چپراسی یا سپاہی کو بھی کہتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی نے لکھا ہے:

تنخواہ نے طلب ہے نہ پینا نہ کھانا ہے
پیادے دوال بند کا پھر کیا ٹھکانا ہے

دوبڑدا/دوبلڈا
اردو، مذکر، اسم

ایک قسم کی سواری جو چھکڑے کی قسم کی ہوتی ہے اور دو بیل اس میں جوتے جاتے ہیں

ڈوت دات
اردو، کھڑی بولی، مؤنث، اسم

ڈانٹ ڈپٹ، گالم گلوچ، زبانی جھگڑا جس میں بدزبانی اور فحش گفتاری ہو

جس وقت بڑھ پڑی غرض آپس میں دوت دات
اودھر سے ڈھول چلنے لگی اور ادھر سے لات

سودا، [نفر اور مجتہد]

دوٹانک کی کماں
اردو

ایک ٹانک وزن چوبیس یا پچیس سیر کا ہوتا ہے اس وزن کو کمان کے چلہ میں باندھ کر کمان کی قوت کا اندازہ کرتے ہیں۔ جو کمان ایک ٹانک وزن سے نہیں جھکتی اس کا تیر سو گز کے فاصلہ تک نشان پر لگ سکتا ہے۔ (نظامی بدایونی)

[مراثی انیس و دبیر۔ بدایوں ۱۹۳۳ء]

(۸۴) چوراسی

شانے پہ تھی مشقی کے وہ دو ٹانک کی کماں
ارجن بھی جس سے سہم کے گوشے میں ہو نہاں
چار آئینہ وہ پہنے تھا برس کہ الاماں
دب جائیں جس کے بوجھ سے رستم کے استخواں
کہتی تھی یہ زرد بدنِ بد خصال میں
جکڑا ہے پیل مست کو لوہے کے جال میں

انیس

پھولا شفق پہ چرخ سے جب لالہ زار صبح

دوخما
اردو، صفت

ایک قسم کا حقہ جس میں دو خم ہوتے ہیں۔

دور ہونا
اردو، محاورہ

معلوم و مشہور معانی کے علاوہ دو معنی خاص ہیں:

ا۔ سمجھ دار ہونا، عاقل ہونا، دانا ہونا، ہوشیار ہونا، معاملہ فہم و کارداں ہونا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

میر

۲۔ چالاک ہونا، عیار ہونا، مکار ہونا، اپنے مطلب کی بات کو پیش نظر رکھنا اور نہایت تدبیر سے اسے حاصل کرنے کے حالات کو پیدا کرنا۔ بہت پہنچے ہوئے

(۸۵) پچاسی

ہونا۔ کچھ کم نہ ہونا (بمعنی عیاری)

میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو
چلو اب کہیں یہاں سے کافور ہو

میر حسن [سحرالبیان]

غرض شاہزادی بہت دور تھی
یہ شکل اس کو پہلے ہی منظور تھی

میر حسن [سحرالبیان]

شریعت کے عالم میں مجبور ہیں
نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں

میر حسن، [سحرالبیان]

مجھ کو ناداں نہ سمجھ دور ہوں دانا ہوں میں

رتن ناتھ سرشار

[سیر کوہسار، جلد اول، لکھنؤ ۱۹۳۴ء، ص ۱۴۳]

غالبؔ، شیفتہؔ و مومنؔ کے بزعم خود حریف حکیم قطب الدین باطنؔ نے اپنے تذکرہ گلستانِ بےخزاں میں کئی جگہ یہ محاورہ استعمال کیا ہے۔ غالبؔ کے احوال میں لکھتے ہیں:

اصحاب تذکرہ کی تحریریں دیکھیں اور ان کی تقریریں دیکھیں کیا غرور ہیں اپنے نزدیک کے دور میں یاران صحبت ان سے زیادہ غرور میں چور ہیں۔"

[گلستان بےخزاں۔ ۱۸۷۵ء۔ ۱۷۱]

(۸۶) چھیاسی

حسن میں رشک حور جانتے ہیں
بہت اپنے کو دور جانتے ہیں

مرزا شوق [مثنوی فریب عشق]

دوڑا

اردو، کھڑی بولی، مذکر، اسم

(جمع دوڑوں)

ا۔ لٹیرا، ا، ٹھگ، بٹ مار، ڈاکو

''دو کلاوقت دکھن سے کمائی کیے دلی کو چلے آتے تھے کہ راہ میں دوڑوں نے آنے لیا۔''

للولال جی [لطائف ہندی]

دَوڑی

اردو، مؤنث، اسم

(بروزن گوڑی)

چوپڑ کی بازی جو برابر چھوٹ جائے، بغیر ہار جیت کے

دوکان بڑھادی

اردو محاورہ

یعنی بند کردی، خرید و فروخت کا وقت نہیں رہا۔
اہلِ تجارت دوکان بند کرنا نہیں بولتے اور اسے بدشگونی سمجھتے ہیں۔

دولوہی

اردو، مؤنث، اسم

(دو، لوہ، لوہا)

ایک قسم کی چھوٹی تلوار یا خنجر جو دو فولادی پتروں کو ملا کر بنائی جاتی ہے۔

دَوْن
اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم

سنسکرت میں (داو) کے معنی جنگل، صحرا، گرمی، تکلیف اور جنگل کی آگ کے ہیں۔
۱۔ تپش، گرمی، حرارت
۲۔ محبت کی طلب، شہوت
۳۔ آگ، جنگل کی آگ
۴۔ وہ آگ جو کھیتوں میں جنگلوں میں پتوں وغیرہ کو جلانے کے لیے لگاتے ہیں تاکہ پودوں اور درختوں میں مزید قوت نمو پیدا ہو۔

شعلہ افشانی نہیں یہ کچھ نئی اس آہ سے
دَوں لگی ہے ایسی ایسی بھی کہ سارا بن جلا

میر

شعلے بھڑک رہے ہیں یوں اپنے تن کے اندر
دَوں لگ رہی ہو جیسے گرمی سے بن کے اندر

انشاء

دَوْنا/دَوْنہ

پتوں کا بنایا ہوا پیالہ جس میں دہی، سالن وغیرہ رکھتے ہیں۔

دووَرْقی
اردو، مؤنث، اسم

فرج، اندام نہانی
دوورقی کا سبق پڑھنا: عیاشی کرنا، مجامعت کرنا

دوہاجو
اردو، برج، مذکر، اسم
ا۔ پہلی مرنے پر دوسری بیوی کرنے والا

دوہتا/دوہتر/دوہتری/دوہتی
نواسا، دختر زادہ، نواسی، دختر زادی

دہا
اردو، مذکر، اسم
دس، عشرہ، دس دن
محرم کے پہلے دس دن جو رنج والم اور حزن وملال و ماتم کے مظہر ہیں۔
ہم عشق میں نہ جانا غم ہی سدا رہے گا
دس دن جو ہے یہ مہلت سویاں دہا رہے گا

دھاپ
اردو، برج، مؤنث، اسم
ا۔ قدموں سے پیمائش
۲۔ فاصلہ جتنی دور ایک آدمی بغیر سانس توڑے دوڑ سکے
ایک سانس میں دوڑا ہوا فاصلہ

دھار پر مارنا
اردو، محاورہ
پروا نہ کرنا، حقارت سے دیکھنا، حقیر جاننا، تحقیر اور نفرت کا اظہار کرنا
(اصل میں پیشاب کی دھار پر مارنا ہے لیکن پیشاب لفظ اکثر حذف کر دیتے ہیں)
بجا ہے طعن اگر ابرِ بہار پر مارے
یہ چشم وہ ہے کہ دریا کو دھار پر مارے
جرأت [ٹیلر۔ ہنٹر۔ ۱۸۰۸ء]

(۸۹) نواسی

دہ دلا

اردو، فارسی الاصل، صفت

(دس دل والا)

۱۔ غیر مستقل مزاج، متلون، گھبرا جانے والا

۲۔ دلیر، جرأت مند

سخن کے ملک کا میں مستقل امیر ہوں
ہزار مدعی بھی مجھ کو دہ دلا نہ کریں

میر [دیوانِ سوم]

دھونی

اردو، اسم، مؤنث، برج

کوئی چیز جلا کر اس کے بخارات پیدا کرنا، بعض عملیات میں تعویز وغیرہ جلا کر اس کے دھوئیں کو مریض یا آسیب زدہ شخص پر چھوڑتے ہیں۔ لوبان عود وغیرہ جلا کر دھواں پھیلانا بھی دھونی دینا کہلاتا ہے۔

دھونی صرف دھویں کے معنی میں بھی ہے:

نہ وہ نالوں کی شورش ہے نہ وہ آہوں کی دھونی ہے
ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج سونی ہے

خواجہ میر درد

دھونی لگانی

ضد کرنا، اصرار کرنا، اڑنا، مطلب برآری کے لیے بضد ہونا

ٹپکنے کا نہیں ہرگز دو چار اس سے نہ جب تک ہو
مژہ پر اشکِ دود آلود نے دھونی لگائی ہے

مرزا جان طپش

دہ دَہی

فارسی، اردو

خالص عمدہ سونا

دیوداسی
مندروں کی رقاصہ، کسبی

دیوان
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم
۱۔ بڑا کمرہ، اطاق کلاں، ہال
۲۔ وزیر مال
۳۔ مالیات یا خزانے کا مہتمم اور افسر
۴۔ وہ شخص جس کے ذمے عام اخراجات و آمدنی کا حساب کتاب ہو
۵۔ شاہی دربار کا اطاق
۶۔ مقدمات مالی وزری کی سماعت کی جگہ

دیوان جی
پولیس کا ہیڈ کانسٹبل

دِھی / دِھیا
بیٹی، دختر، ہوش، سمجھ، عقل

دَھانگڑ
(اردو)
بیسوا عورت کا دلال

دَہباشی
اردو، مذکر، اسم
(دہ (فارسی) دس، باش (ترکی) سر)
۱۔ دس فوجیوں کا افسر
۲۔ معتمد اعلیٰ
۳۔ داروغہ، مہتمم

ڈھتا — دھوکہ، فریب، عیاری، چال، مکر، فریب

اردو، برج، مذکر، اسم

ڈھتا بتانا — دھوکہ دینا، چالاکی کرنا

ڈھتا دینا — عیاری کرنا، دھوکہ دینا، فریب کرنا

ڈھتے دے غرض پیسے اُڑا کر ہوئے رو پوش

گھر جا کے پکارے جوکوئی لالہ کہاں ہے

سودا

ڈہتا / ڈہتر — بیٹی، دختر

ڈہتا / ڈھوتر ا / دہتری / دہتی — دوہتر (بیٹی کا بیٹا) نواسہ یا نواسی

دِھرانا — دھمکانا، خوف دلانا، ڈرانا

اردو، برج، فعل

مجھ کو باورچی یوں دِھراتے ہیں

وہ تری آش کیا پکاتے ہیں

سواد

دِھراہر — کوٹھری، اٹاری، کمرہ

اردو، مذکر، اسم

''وہ اس جوان کو کسو نہ کسو ڈھب سے پوشیدہ میرے دھراہر میں لے آئی۔''

میر امن [باغ و بہار، لندن، ۱۸۵۱ء سرگزشت آزاد بخت پادشاہ کی]

دھرَن — ناف

اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم

دھرنَ ڈِگنی — ناف ٹلنی

دِھری — دیکھیے دھراہری

اردو، مؤنث، اسم — کوٹھری، کمرہ

"میں وو نہیں ٹاٹ کالا سر سے پاتوں تک اوڑھے ہوئے دِھری میں گیا۔" (میر امن، باغ و بہار، لندن ۱۸۵۱ء) سرگزشت آزاد بخت پادشاہ کی

دھریچا — (دھری چا)

اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم — ہندو بیوہ عورت اگر دوسرا خاوند کرے تو وہ دھریچا کہلاتا ہے۔ چوں کہ ہندو دھرم میں اس کی گنجائش نہیں اس لیے بغیر کسی مذہبی رسم ایسا ہوتا ہے۔ صرف سر اور ماتھے پر سیندور لگا دیتے ہیں۔ (ٹیلر، ہنٹر ۱۸۰۸ء)

دھشتر اردھشتر

سنسکرت الاصل، مذکر، اسم وصفت — دھشتر: ہندو ضمیمات میں اندرا کے دربار کا ایک دانا و حاذق حکیم، ہوشیار و عاقل آدمی، چالاک، عیار مالدار، دولت مند، بارسوخ

سیانا بھی چوک کھاوے یہ فن ہے وہ دھشترا
کترے ہے جیب چڑھ کر ہاتھی پہ جیب کترا
نظیر

دھنیے کی کھوپری میں پانی پلانا
اردو محاورہ

(کھوپری بمعنی چھلکار، دھنیہ مشہور مسالہ)
ترسانا، للچانا، جان عاجز کرنا، ذلیل کرنا

جس مغبچے سے پیاہ پیتے نہ تھے ہم ان نے
دھنیے کی کھوپری میں پانی ہمیں پلایا

سودا

دھواں بکھیر دیا
اردو محاورہ

ہرا دیا، لاچار کر دیا

[محاورات ہند۔ ۱۸۹۰ء]

دھوپ
خوشبودار، بخور، جن کو پوجا کے وقت ہندو جلاتے ہیں

دھوپ
اردو، مؤنث، اسم

(بواوِ مجہول بروزن توپ)
۱۔ سیدھی چپٹی تلوار
۲۔ چپٹی طرف سے اس تلوار کو مارنے کی آواز
۳۔ بھاگنا، محنت و کوشش کرنا جیسے دوڑنا دھوپنا

کز لکِ مژگاں چشم ستمگر آ کے جگر میں گھوپ چلی
آہ کی ہمدم ساتھ ادھر سے جنگ کو اپنے دھوپ چلی

حافظ غلام رسول شوق

محمد حسین آزاد [آبحیات۔ برحاشیہ دربیانِ ذوق]

دھوری
بیل، گاؤنر

دھون

آدھ من، بیس سیر

تھے اپنے گلے میں تو کئی من کے پڑے ہار
اور یار کے گجرے بھی تھے اک دھون کی مقدار

نظیر اکبرآبادی

دھونتال

اردو، برج، مؤنث، مذکر

جرأت، ہمت، اکڑفوں، ہیکڑی

دھونتال پن

شورشر، خودسری، سینہ زوری

دھونتالی

ہیکڑ باز

دھونسا

اردو، مذکر، اسم

(نون غنہ)

بڑا نقارہ، ڈھول

تکورے وہ نوبت کے اور ان کے بعد
گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد

میرحسن [سحرالبیان]

دھونسا کھانا

شامت آنا، مصیبت مول لینا

دھیر

اردو، سنسکرت، پراکرت، صفت، اسم

ا۔ صاحب ہمت، شجیع، سلیم، متحمل، صابر، عاقل، دانا، جرأت مند، پُرسکون، مستقل مزاج، غیر متلون

دھیر بندھنا
رعب، اثر، عزت وقعت قائم ہونا یا رہنا، سکون و طمانیت حاصل ہونا

کیا دھیر بندھے اس کی جو عشق کار رسوا ہو
نکلے تو کہیں لڑکے دھیری ہے بے دھیری ہے

میر [دیوانِ سوم]

دھیرَج
ہمت، جرأت، ثابت قدمی، استقلال، برداشت، صبر، تحمل

دھیری
دھیما، ست، نازک، کاہل، ٹھنڈا، ڈھیلا، نکما
عموماً کسی کھیل میں اور خصوصاً پتنگ بازی میں اگر کوئی ہار جائے اور پھر شریک ہونے سے انکار کرے تو لڑکے اسے چڑانے کے لیے "دھیری ہے بے دھیری ہے" کہہ کر اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔

دہ یکی
اردو
دس پر ایک، یعنی دس فیصدی کمیشن، جرمانہ، دستوری، محصول
"دوسرے روز میں اس کے مکان پر جاتا دہ یکی بطریق موصول کے اس کے مال سے لینا اور پروانگی کوچ کی دینا۔"
میر امن [باغ و بہار، سیر آزاد بخت بادشاہ کی ۴۔۱۸۵۱ء ص ۱۸۳]

(۹۶) چھیانوے

انھوں نے کہا کہ بھیا اتنی بڑی کتاب کون دیکھے گا۔ وہ اپنا بک کا قانون یہاں بھی جاری کرو۔ اس کنایہ میں یہ اشارہ تھا کہ پنڈت صاحب فوجِ شاہی میں منشی تھے اور بموجب قانونِ حکومت کے سب کی تنخواہوں میں سے دہ یکی کاٹ لیتے تھے۔ گھر گھر میں اس شکایت کا چرچا تھا۔

بیان میر حسن [محمد حسین آزاد۔ آب حیات لاہور۔ ۱۹۱۳ء]

دیہہ
اردو، کھڑی بولی، مذکر، اسم

جسم، جسد

سکھ دکھ پرتی دن سنگ ہے میٹ سکے نہیں کوئے
جیسے چھایا دیہہ کی بناری نیک نہ ہوئے

[لطایف ہندی] نقل

ڈاب

۱۔ کچا ناریل، بان جس سے چار پائی کی اَدوائین بُنتے ہیں
۲۔ کیسہ، چمڑے کی پٹی جس میں پیسے بھی رکھتے ہیں۔

ڈار

۱۔ قدیمی اردو میں بمعنی ڈال
۲۔ قطار، ڈال، ٹہنی، صف

ڈانک
اردو، برج، مؤنث، اسم

رنگین چمکدار ورق جو نگینہ وغیرہ کے نیچے اس لیے رکھتے ہیں کہ چمک دمک پیدا ہو۔ کپڑے کے نیچے بھی آب و

تاب اور جگمگاہٹ پیدا کرنے کے لیے لگاتے ہیں۔

وہ پشواز اک ڈانک کی جگمگی
ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی

میر حسن [سحر البیان]

ساقیا دردِ مے ناب نہیں بیٹھ گئی
شربتی ڈانک تھی یہ زیرِ نگیں بیٹھ گئی

امیر مینائی

اڑایا پان کی تحریر نے اور ان کے دانتوں نے
نگیں کا رنگ چمکا دے مقرر ڈانک کندن کا

آتش

آتش نے مذکر باندھا ہے مگر یہ استثناء ہے۔

[نور اللغات]

ڈانگ

اردو، برج، مؤنث، اسم

اونچائی
چوٹی، سب سے اونچی چوٹی
سب سے اونچی پہاڑی

چلی جاتی ہے حسب قدر بلند
دور تک اس پہاڑ کی ہے ڈانگ

میر

ڈانگر / ڈنگر

پشتو، اردو

Platts نے ڈنگر بمعنی جانور و مویشی یہ لفظ ہی درج نہیں کیا اس کے ہاں بکسر "ڈ"، ڈِنگر بمعنی موٹا، کمینہ، بد

معاش، غلام، نوکر، درج ہے (ص ۵۶۷) البتہ وہ ڈانگر درج کرتا ہے (ص ۵۶۳) اور اس کے معنی دبلا پتلا، فاقہ زدہ، سینگوں والا مویشی، کمزور و لاغر مویشی۔ رائی یا مولی کے ڈنٹھل جن میں پھول وغیرہ ہوں۔ مولانا عرشی کا خیال ہے: ''اہلِ دہلی ڈنگر بول کر بھینس کے علاوہ تمام سینگ والے جانور مراد لیتے ہیں۔ روہیل کھنڈی، بوڑھے سینگ والے کو ڈنگر کہتے ہیں اور بیوقوف کو بھی اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں، پشتو میں ڈنگر مویشی کا ہم معنی ہے اور دبلے کمزور کو بھی ڈنگر کہا کرتے ہیں۔ یہی صورت ڈانگر کی بھی ہے کہ افغانی اس سے ہر سینگ والا جانور مراد لیتے ہیں اور لفظ کی تعمیم اس کی تخصیص سے مقدم ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا زیادہ مناسب نظر آتا ہے کہ یہ لفظ پشتو کی وساطت سے دہلی اور روہیل کھنڈ کی زبان میں داخل ہوا ہے۔ چناں چہ روہیل کھنڈ میں، ''سوکھ کر ڈانگر ہو گیا'' عام محاورہ ہے جو انسانوں تک کے لیے بول دیا کرتے ہیں۔''

عرشی

ڈاہ

اردو، مؤنث، اسم

جلن، بغض، دشمنی، عداوت

ڈاہ رکھنا: دشمنی رکھنا

سوتیا ڈاہ: وہ دشمنی اور جلن جو ایک سوکن کو دوسری سوکن سے ہوتی ہے۔

ڈبکا

اردو، برج، مذکر، اسم

۱۔ تازہ پانی جو کنویں سے نکالا جائے،
آم کھائے ٹپکا پانی پیے ڈبکا
۲۔ دلی خدشہ، وسوسہ
۳۔ (صفت) موٹا، موٹی

ڈڈّہ

پشتو، روہیل کھنڈی، اردو، مذکر، اسم

۱۔ سہارا، پشتہ، تکیہ، دستہ
۲۔ ڈڈّہ: پشتو میں پہلو اور ڈڈّہ لگول، ایک پہلو پر لیٹ جانا ہے۔ رام پور میں اتنا عام ہے کہ عالم جاہل اور مرد عورت سب دن رات بولتے ہیں۔ روہیل کھنڈ کے دوسرے مقامات پر بھی حتیٰ کہ دیہات میں لوگ ڈڈہ لگالو اور کرسی یا مسہری کا ڈڈّہ کہا کرتے ہیں۔''
عرشی

ڈریانا

برج، اردو فعل متعدی

گھوڑے کی لگام پکڑ پیدل لے جانا، ڈوری یا رسی باندھ کر جانور کو چلانا۔
''میں نے سواری مانگی، بولے کہ پا پیادہ جو لطف سیر کا ہوتا ہے سو سواری میں معلوم۔ نفروں کو کہہ دو گھوڑے ڈریا کر لے آدیں۔''
میر امن [باغ و بہار، لندن ۱۸۵۱ء، سرگذشت آزاد بخت پادشاہ کی]

ڈزیں مارنا

پشتو، روہیل کھنڈی ، اردو

محاورہ

ڈزیں مارنا رامپور میں شیخی بگھارنے کو کہتے ہیں۔ پشتو میں ڈُوزِے بلَل اس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔''

عرشی

ڈلک رڈھلک

اردو، کھڑی بولی، مؤنث، اسم

چمک دمک، تاب، رونق

قمر خجل ہوا خوں کی تھلک نہ دیکھ سکا
سنہرے رنگ کی کندن ڈلک نہ دیکھ سکا
گہر بھی لب کے تجن کی ڈھلک نہ دیکھ سکا
ترے جمال کی سورج جھلک نہ دیکھ سکا
کھلی نقاب رہی جب تلک نہ دیکھ سکا

نظیر اکبرآبادی [خمسہ]

ڈلک

۱۔ ناہمواری، سلوٹ، شکن، پچٹ

ڈلک سرخ نیفہ کی ابھری ہوئی
گلابی سی گرد ایک تہہ دی ہوئی

میر حسن [سحرالبیان]

۲۔ وہ نقص جو کسی شفاف شے میں دکھائی دے۔ مثلاً ہیرے وغیرہ میں بال سا یا لہری۔

دُرِّ نجف میں بال ہے الماس میں ڈلک
تیرے صفائے سا عدو بازو کے سامنے

رشک [نوراللغات]

ڈنڈے کھیلنا

(آصفیہ) ہندوؤں کی ایک رسم ہے جس میں بھادوں بدی چوتھ کو پاٹ شالاؤں کے لڑکے تال سر اور ایک خاص انداز کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ بلکہ اب تو اکثر ہندوؤں کے میلے تماشے میں پنکھے چڑھاتے وقت یہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں یہ کھیل کرشن جی کا ایجاد ہے اور عجب نہیں کہ درست ہو کیوں کہ بہت سے ڈنڈوں سے ایک آواز کا نکالنا کثرت میں وحدت کو اور وحدت میں کثرت کو ثابت کرتا ہے جو کرشن جی کا اصل موحد مسلک تھا۔

ڈنگوارا

(مذکر) اردو

ڈنگوارا اس باہمی انتظام کو کہتے ہیں جس کے تحت مویشی اور ہل وغیرہ وقتی طور پر بغیر کرایہ یا معاوضہ کے آپس میں لیتے دیتے رہتے ہیں۔

ڈنگواری

مؤنث

مویشیوں کی مشترکہ ملکیت

ڈور ہونا

۱۔ کسی کے پیچھے لگ لینا

۲۔ مائل ہونا، محبت کرنا

۳۔ غالب ہونا

سب ڈور ہوے پتنگ ترے شمع رخ اُپر

پنڈے کو کھول ڈھیل ندو ہم سے پیچ لو

سید محمد شاکر ناجی (ٹیلر، ہنٹر، ۱۸۰۸ء)

ڈوریا

برج، اردو

سگبان، کتوں کا نگہبان، شکاری کتوں کا سدھانے والا

ڈول

اردو، برج، مذکر، اسم

ڈھب، طریقہ، انداز، طور، موقعہ معاملہ

کیجیے اقرار کچھ ایسا کہ پھر انکار نہو
یعنی آپس میں کسی ڈول کی تکرار نہو

انشاء

ہزار حیف ملا چاندنی میں ہم سے وہ ماہ
وگرنہ رات کو ڈول اس سے پٹ گیا ہوتا

انشاء

ڈھڈھا

اردو، برج، مذکر، صفت

۱۔ تروتازہ، شاداب، ہرا بھرا

لگیں ملنے اس گلبدن کا بدن
ہوا ڈھڈھا آب سے وہ چمن

میر حسن [سحر البیان]

۲۔ رنگ کی چمک دمک، تمتماہٹ

ہوائے بہاری سے گل لہلہے
چمن سارے شاداب اور ڈہڈھے

میر حسن [سحر البیان]

ڈھڈھانا

اردو، فعل

بیشتر زرد رنگ کی خوشنمائی کے لیے ڈھڈھانا،
سبزہ زار کے لیے لہلہانا اور سرخ رنگ کے

لیے چہچہانا مستعمل ہے

[نوراللغات]

یعنی بہت ہی شوخ سرخ رنگ کو کہتے ہیں چہچہاتا ہوا سرخ رنگ

ڈہر
برج، اردو، مؤنث، اسم

ڈہر زمین نشیب کو کہتے ہیں جس میں پانی بھرا ہوتا ہے اور گھاس بکثرت ہوتی ہے۔

بھینس کو ڈہر مزدور کو شہر

یعنی مویشی کو گھاس سے آسائش ملتی ہے اسی طرح مزدور کو شہر میں مزدوری بہت ملتی ہے۔ (محاورات ہند، ۱۸۹۰ء)

ڈھکانا
اردو، برج، فعل

۱۔ بہکانا، ترسانا، للچانا

۲۔ دھوکا دینا

۳۔ دینے کا ارادہ ظاہر کرنا لیکن جب لینے والا ہاتھ بڑھائے تو ہٹا لینا اور نہ دینا۔

چنائی بنات اس کو اس گھات سے
کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے

میر حسن [سحرالبیان]

پلائی گر نہ ساقی نے مجھے مے
دکھا کر جام ڈھکایا تو ہوتا

شعور (نوراللغات)

ڈھلک — دیکھیے ڈلک

ڈھلایٹ — چپراسی، قلی
اردو، مذکر، اسم

ڈھلیت — (ڈھال+یت)
اردو، برج، مذکر، اسم
۱۔ ڈھال والا، ڈھال بردار
۲۔ پیشہ ور سپاہی جس کے پاس ڈھال تلوار ہو
۳۔ عام فوجی
۴۔ گاؤں کا چوکی دار

ڈھلیتی — ڈھیلت کی نوکری، پیشہ، یا کام

جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار
تلاش کر کے ڈھیلتی انھوں نے ہوناچار
سودا [ویرانی شاہجہاں آباد]

ڈھنڈورا — ڈھول

ڈھوڑا — ۱۔ گھر، مکان، دوکان
اردو، مذکر، اسم
۲۔ تعزیہ
۳۔ ٹیم ٹام، خالی شان، دکھاوا، مثلاً نوابی کا ڈھوڑا بنا رکھا ہے۔

ڈھینڈھا — ناجائز حمل

اردو

''بارِحرام، حَبَلُ الزِنا۔ بفتح حائے حطی وسکون موحدہ وکسر زائے معجمہ بمعنی حمل کہ از حرام باشد''

مولوی محبوب علی رامپوری۔ [نفائس اللغات]

نوراللغات نے صرف حمل کے معنی دیئے ہیں Platts نے بھی صرف حمل ہی لکھا ہے قیاس ہے کہ مولوی نورالحسن صاحب نیر نے پلیٹس ہی سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ دوشعر مثال میں درج کیے ہیں جس سے بارِ حرام کی توثیق ہوتی ہے۔

ڈھینڈھا جو آنکھ منڈی نے پھیلایا حرام کا
ہے باندی بچی پیٹ بھی ہوگا حرا م کا

(جانصاب)

ملتی ہے باغبانوں سے ہے شوق ہار کا
گلزار ! پھول جائے نہ ڈینڈا بہار کا

(راحت)

ڈھینڈی — کرن پھول، ایک زیور جو عورتیں کان میں پہنتی ہیں۔

ڈیرا ڈانڈا — سازوسامان، لاؤ لشکر

مذکر، اسم

ڈیڑھ گت
اصطلاح رقص

ایک قسم کا رقص

کبھی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے
کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

میر حسن

ڈینگ
پشتو، اردو

ڈینگ کا کچھ تعلق سنسکرت سے نہیں۔
''انشاء نے یہ لکھا ہے کہ ڈینگ بمعنی لاف نیا لفظ ہے اور زباں زدِ عوام اردو ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈینگ اور ڈینگے پشتو میں لوری اور گیت کو کہا جاتا ہے اور ڈینگ ڈینگے وَیل گانا اور لوری دینا کا ہم معنی ہے۔ پٹھانوں نے اس لفظ کو طفل تسلی کی جگہ بولا ہوگا اور کہا ہوگا'' کیا ڈینگ ڈینگے بولتے ہو'' اہلِ اردو نے اس سے لاف و شیخی کے معنی پیدا کر کے صرف ڈینگ مارنا محاورہ بنالیا۔

عرشی

ذو جُجتیں مہینے

دیکھیے ثابت

راتنا
اردو، برج فعل

۱۔ سرخ رنگنا، سرخی پھیرنا، سرخ ہونا
۲۔ مستی کے جذبات سے آنکھوں اور گالوں پر سرخی چھانا

(۱۰۷) ایک سو سات

شاید شب مستی میں تمہاری گرم ہوئی تھیں آنکھیں کہیں
پیش از صبح جو آئے ہو تو آئے راتے ماتے تم
میر [دیوانِ پنجم]

راجا ماری پودنی بیر بساون جائے

حاکم کا تھوڑا ظلم عداوت کا سبب ہوتا ہے۔ (محاورات ۱۸۹۰ء)
اس مثل کا یہ بھی مطلب ہے کہ
کمزور سے کمزور آدمی بھی ظلم و جور سے تنگ آ کر مقابلے کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے۔

راجا کا دوجا بکری کا تیجا خراب ہے
اردو محاورہ

راجہ کا دوسرا بیٹا اور بکری کا تیسرا بچہ خراب، اس لیے کہ راجا کے پاس دوسری ریاست اور بکری کے پاس تیسرا تھن نہیں ہے جو ان کو ملے۔ (محاورات ہند، ۱۸۹۰)

راس
اردو

۱۔ (فارسی الاصل) بار برداری یا دودھ دینے والے جانوروں کی تعداد ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے دو راس گاؤ
۲۔ راس فقط: معمولی یا مخلوط نسل کا گھوڑا
راس کلاں: اعلیٰ نسل کا گھوڑا
۳۔ (سنسکرت الاصل) کارتک کے مہینے کا ایک تیوہار
۴۔ راس ملنا: یکساں ستاروں کے زیرِ اثر آنا۔ موافقت وہم آہنگی ہونا۔

۵۔ راس بیٹھا رلینا (لکھنؤ): بچہ کو گود لینا یعنی متبنیٰ کرنا
راس نشیں: متبنیٰ بچہ
۶۔ ناپ، پیمائش

جڑاؤ وہ استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے اک راس کے

سحر البیان

راگ لانا
اردو، محاورہ

ضد کرنا، نئی فرمائش کرنا، بے توجہ آمادۂ فساد ہونا، فیل مچانا

یہ راگ اور لائے نیا وہ کہ کہتے ہیں
پٹا تو مجھے سن لے ولی کا خیال تو

(انشاء)

رال
اردو، مؤنث، اسم

چنیر کا گوند، لعاب

رال اڑانا

رال کو بارود کی طرح اڑانا

تفِ سوزِ دل کا عیاں منہ سے حال
اڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال

میر حسن [سحر البیان]

رامے خورے
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

رامپور میں ہی نہیں غالباً بھوپال، ٹونک، جاورہ وغیرہ
تمام افغانی آبادیوں میں دستور ہے کہ کسی کے گھر میں

(۱۰۹) ایک سونو

بیٹا پیدا ہو تو زچہ اور بچہ کے کام سے نبٹ کر خاندان کی عورتیں صحن میں، اگر گھر میں بالا خانہ نہ ہو، ورنہ کوٹھے پر چڑھ کر "رامے خورے" پکارتی ہیں اور اس کے بعد خاندان اور پڑوس میں مٹھائی بانٹتی ہیں۔ یہ رسم بھی افغانستان سے آئی ہے اس کے آغاز کا قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص قتل کر دیا گیا تھا اور اس کا بدلہ لینے والا کوئی نہ تھا۔ ایک حاملہ بیوی اور ایک بیوہ بہن، دو عورتیں گھر بھر میں تھیں۔ بہن دعائیں مانگتی تھی

کہ بیٹا پیدا ہو جو بڑھ کر باپ کا انتقام لے۔ اتفاق سے بیٹا ہی پیدا ہوا۔ بچے کی پھپھی فرطِ خوشی میں مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور اس پاس کی عورتوں کو بلند آواز سے پکارنے لگی "راذہ خورِے دا نغے زُوی۔" یعنی بہنو آؤ بیٹا آیا۔ ہندوستان آ کر لفظ بدل گئے مگر روح اتنی خوش آئند تھی کہ پٹھانوں کی دیکھا دیکھی دوسری مسلمان قوموں نے بھی اس رسم کو اپنا لیا۔ اب روہیل کھنڈ میں یہ تمام مسلمانوں کی قومی رسوم میں شمار ہوتی ہے۔ [عرشی]

رانڈ کڑھی

اہلِ دہلی اس کڑھی کو کہتے ہیں جس میں پھلکیاں نہیں ہوتیں اور جس میں پھلکیاں ہوتی ہیں اسے سہاگن کڑھی کہتے ہیں۔ [محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

راوٹی — برآمدہ، سائبان

راہنا
برج اردو، فعل

چکی یا مسالہ پینے کی سل جب گھس کر سپاٹ ہو جاتی ہے تو کسی نوکدار آلے سے اس کی سطح پر مار مار کر چھوٹے چھوٹے گڈھے ڈال کر پھر کھردرا کرتے ہیں تاکہ پینے والی چیز آسانی سے پیسی جا سکے۔ اس عمل کو راہنا کہتے ہیں۔ نواح آگرہ میں کھٹانا اور کھٹونا بھی سننے میں آیا ہے۔ گلی کوچے آواز لگا کر آدمی کہتا تھا۔ ''سل بٹا کھٹوالو''

تازہ جھمک تھی شب کو تاروں میں آسماں کی
اس آسیا کو شاید پھر ہے کنھونے راہا

میر

ربڑ
اردو

بیکار کی دوڑ دھوپ۔ سعی لاحاصل

چلے آہ اگلوں کے قافلے رہے اب جنوں کے ہم اڑ تلے
پڑے اپنے پاؤں میں آبلے تو بھلا ہوا کہ ربڑ گئی

انشاء

رتن

بہت قیمتی پتھر، یہ تعداد میں ۹ ہیں اس لیے نورتن چنے ہوئے، برگزیدہ منتخب روزگار افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ۹ جواہر یہ ہیں:

(۱۱۱) ایک سو گیارہ

۱۔ الماس ۲۔ زمرد ۳۔ نیلم ۴۔ یاقوت ۵۔ لہسنیہ
۶۔ پکھراج ۷۔ گومیدک ۸۔ موتی ۹۔ مونگا

رتّی
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ ایک وزن

رتی چمکنا: قسمت جاگنا، دن پھرنا

لہو کی بوند بھی اشکوں میں ایک آدھ اب ٹپکتی ہے
دلا خوش ہو کر تیری آج کل رتی چمکتی ہے

میرزا جان طپش

کچھ اس نے ہی اب رسمِ تغافل کم کی
تاثیر بڑھی ہے یا کہ اپنے غم کی
رونے کو مرے تولے ہے اب نظروں میں
اس گوہر اشک کی بھی رتی چمکی

درد

رَٹ رکیل
اردو، مذکر، اسم

مجامعت

رَجا
اردو، برج، مذکر، اسم

راجا کا قدیم تلفظ

راجا

فاقے مست عدوے بد ایسا ہی چھٹی کا رجا ہے
نانی جس کی آئی چھٹی میں دھوم سے لے کر گھی کھچڑی

حافظ غلام رسول شوق [آزاد۔ دیوان ذوق۔ دہلی۔ ۱۹۳۳ء]

(۱۱۲) ایک سو بارہ

رِجل

عربی، مذکر، اسم

۱۔ پائنچہ

منتخب النفائس مولفۂ مولوی محبوب رامپوری میں مولوی صاحب نے حاشیہ پر درج کیا ہے:

"رجل بکسر رائے مہملہ وسکون جیم در لغت بمعنی پائے و عہد و گروہ و پارہ از ہر چیز وغیرہ آمدہ و بمعنی پائچہ شلوار بنظر نیامدہ و تخصیص معنی عام بے اضافت نہ شود و صاحب نفائس (نفائس اللغات مؤلفہ مولوی اوحد الدین احمد بلگرامی) کہ از رجل بے اضافت بسوئے سراویل معنی پائچہ ارادہ کردہ شاید کہ از عرب بسمع آں محقق رسیدہ باشد۔"

مولوی محبوب علی صاحب کی اس عبارت پر کسی اور مولوی صاحب کو خفگی پیدا ہوئی اور انھوں نے اسی صفحہ پر یہ فقرہ درج فرمایا:

"رجل بکسر پائچہ ازار چنانکہ در السافی فی الاسامی ست واز قاموس ہم مستفادہ می شود لیکن برآوردنِ لغت برنا آگاہاں آساں نیست۔"

مولوی عبدالرحمان خاں مسلمہ الرحمان

رَسکوک

برج، اردو، مذکر، اسم

چھوٹا موتی

"رسکوک بفتح را و سکون سین مہملتین و ہر دو کاف تازی بمحاورۂ جوہریاں مرواریدِ خرد را گویند۔"

(۱۱۳) ایک سو تیرہ

مولوی محبوب علی رامپوری [منتخب النفائس - کانپوری ۱۲۸۶ھ]

رضا

رخصت - سرکاری ملازمت سے رخصت، فوجی ملازمت سے رخصت

رضائی

اردو، مؤنث، اسم

روئی بھرا ہوا اوڑھنے کا کپڑا جو لحاف سے نسبتاً ہلکا ہوتا ہے۔

"رضائی صاحب بہارِ عجم گوید پوششے ست معروف در ہند کہ در ایام زمستاں بر سر گیرند۔ ظاہراً از مخترعات رضا نام شخصے کہ پائے نسبت باآں لاحق کردہ چنیں گفتہ اند۔ پس لفظ ہندی باشد باعتبار استعمال۔ لہذا در اشعار اہلِ زباں ایران دیدہ نہ شد۔ بیدل گوید ؎

ز تشریفِ حکمت نہ کردیم عریاں
چو بیدل شود پوششِ ما رضائی

مولوی محبوب علی رامپوری - [منتخب النفائس، کانپور ۱۲۸۵ھ]

رعایت

دیکھیے ضلع

رکاب

اردو

صفحے پر عبارت ختم ہونے کے بعد آخیر میں اگلے صفحے کا پہلا لفظ نشانی کے لیے لکھ دیتے ہیں جو رکاب کہلاتا ہے

رُک رک کے

اردو

گھٹ گھٹ کے

تو رک رک کے کر اپنے جی کو نہ بند
نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند

میر حسن [سحرالبیان]

وگر نہ میں رک رک کے مر جاؤں گی
اسی طرح جی سے گذر جاؤں گی

میر حسن [سحرالبیان]

رُکَن

اردو، برج، مؤنث، اسم

رکاوٹ، روک، بندش

میر نے مذکر باندھا ہے

نکلے ہے جی کا رستہ آواز کے رُکَن سے
آزردہ ہو نہ بلبل جاتے ہیں ہم چمن سے

میر [دیوانِ سوم]

رنجن

خوشی، پیار، لگاؤ، نقاشی، محبت کرنے والا

رُنْد

اردو، مذکر، اسم

وہ سوراخ جو قلعہ کی دیوار یا شہر پناہ کی دیوار میں رکھے جاتے ہیں اور ان میں سے دشمن پر گولہ باری کی جاتی ہے۔

رنگ راتنا

اردو محاورہ

کسی کی طرف مائل ہونا

روپا
اردو، مذکر، اسم

چاندی: روپیہ کو روپیہ اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ روپا (چاندی) کا ہوتا تھا۔
''دریائے نیل میں نور کا جہاز چلا جاتا ہے اور روپے کی مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔'' [آزاد۔ آب حیات۔ لاہور ۱۹۱۳ء]

روغ جوڑ
پشتو۔ روہیل کھنڈی، اردو

روغہ جوڑہ
پشتو میں روغ جوڑ بہر دو واو مجہول، میل ملاپ کا مترادف ہے۔
رامپوری مستورات اس سے میل ملاپ مراد لیتی ہیں (عرشی)

روغ راستی
پشتو، روہیل کھنڈی اردو

دیکھیے روغ جوڑ
رامپوری اصطلاح میں نرمی، آہستگی اور محبت۔
مثلاً ''دیکھو میں تو روغ راستی میں رسے کہہ رہی ہوں اور تم ہو کہ آپے سے باہر ہوئی جاتی ہو۔'' (عرشی)

روغ موٹ
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

دیکھیے روغ جوڑ
رامپوری اصطلاح میں ہٹا کٹا، موٹا تازہ

(عرشی)

روکڑ — نقد۔ حاضر روپیہ، زرِ نقد
اردو، برج، مذکر، اسم

روکڑ ملنا — آمد و خرچ کا حساب برابر ہونا، نقد روپیہ اور اس کے اندراجات کا درست ہونا۔

روم روم — بال بال

روماولی — بالوں کی قطار جو ناف سے اوپر ہوتی ہے

رَوَنڈی ہے — بدمعاملگی کرتا ہے، کہہ کر پھر جاتا ہے۔ قابلِ اعتبار نہیں (محاوراتِ ہند) ۱۸۹۰ء
اردو محاورہ

روہین — بیل، بھینس وغیرہ کے مثانہ کی پتھری

رَہَس — کھیل کود، مسخرا پن، جماع، خلوت، تنہائی
ایک خاص قسم کا ناچ یا کھیل جس میں کرشن جی اور گوپیوں کی نقل کی جاتی ہے۔

رہکلہ — چھوٹی توپ، توپ گاڑی
مذکر، اسم

ریل — (رِ ے ل) قطار، لائن، لین ڈوری

اردو، مؤنث، اسم

تاک پر جا کے ان کی ریل چڑھی
کیا منڈھی کھٹملوں کی بیل چڑھی

انشاء

ریل پیل — افراط، کثرت، بہتات، زیادہ، انبوہ، بھیڑ

ریجھ — ریجھنا، ریجھانا وغیرہ ریجھ سے ہے۔ جس کے معنی پسند، چاہ، خواہش، ارادہ، طلب، میلان وغیرہ

اردو، برج، مؤنث، اسم

ریجھ بچانا — اپنے میلانِ طبع کو چھپانا، نیت، خواہش اور ارادے کو خفیہ رکھنا، دل کے اصلی خیالات کو ظاہر نہ ہونے دینا

ریجھ بچاؤ — وہ شخص جو اپنے اصلی خیالات اور میلانات کو ظاہر نہ ہونے دے، اپنے دلی جذبات کو پوشیدہ رکھنے والا
میر تقی میر نے دیوانِ سوم میں لکھا ہے:

ریجھ بچاؤ ہیں اب تو پھر پسِ مرگ
انھوں نے تو کیا عزا سمۂ استاد

ریوڑی — ریوڑی عام اور سستی مٹھائی ہے۔ چند محاورے بھی اس سے نکلے ہیں۔

(۱۱۸) ایک سو اٹھارہ

ریوڑی کے پھیر میں آنا

بیٹھے بیٹھائے مشکل میں پڑ جانا، لالچ یا دھوکے سے کسی مصیبت میں گرفتار ہو جانا

مولوی سید احمد صاحب نے مثال میں اپنا یہ شعر درج کیا ہے

اے شکرلب تیرے تل کو دیکھ کر میں کیا کہوں
آ گیا بیٹھے بیٹھائے ریوڑی کے پھیر میں

ریوڑی کے پڑی پھیر میں گٹا سی مری جان
حلوائی نے ارمان تو تل بھر نہ نکالا

(آصفیہ)

یہ شعر مشہور ریختی نگار جان صاحب کا ہے اور اس میں ریوڑی کی رعایت سے تل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دھلے ہوئے تل ریوڑی کے ہر مدوّر ٹکڑے پر چپکے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ لفظ گٹا جو آیا ہے وہ بھی اسی قسم کی مٹھائی کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ریوڑی کا پھیر ہے کیا جو محاورے میں آج بھی استعمال ہوتا ہے۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

'جب کچھ ہم عمر جمع ہو جاتے ہیں تو اکثر تفنن طبع کے واسطے ایسے ایسے کھیل نکالتے ہیں اور شرطیں لگاتے ہیں کہ جس سے کوئی یار اسے سہل سمجھ کر دھوکے میں آئے اور پیچھے پچھتائے۔ چناں چہ بعض اوقات یہ شرط بھی بدلتے ہیں کہ بھلا دوست تم اس طرح کتنی ریوڑیاں کھا

سکتے ہو کہ ہر ایک ریوڑی کا دو چند کرتے چلے جاؤ۔
فرض کرو کہ ایک شخص نے اپنے نزدیک بظاہر نہایت
آسان سمجھ کر یہ شرط بدلی کہ میں دس ریوڑیاں کھا جاؤں
گا اب جب اس کا سلسلہ اس طرح پھیلا کہ ایک کا دو
چند دو اور دو کا دو چند چار، اور چار کا دو چند آٹھ اور آٹھ
کا دو چند، سولہ تو ان ریوڑیوں کی اکھٹی ایک ہزار تیئس ہو
گئیں۔ اب وہ حیران ہو کہ الٰہی کس غضب میں گرفتار ہو
گیا۔ اگر کھاتا ہوں تو کھاتے کھاتے منہ بھی تھکتا ہے اور
پوری بھی نہیں ہوتیں اور جو انکار کرتا ہوں تو شرط ہارتا
ہوں۔ بہر حال دونوں طرح خرابی ہے غرض اس طرح وہ
پیچ تاب میں آ جاتا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آپس
میں ایک دوسرے کہتا ہے کہ تم اس طرح کتنی ریوڑیاں کھا
سکتے ہو کہ ایک ہاتھ کی انگلی ہلاتے جاؤ اور دوسرے ہاتھ
سے کھاتے جاؤ۔ چوں کہ ایک وقت میں دو کاموں کا ہونا
محال ہے اس سبب سے جو اقرار کر لیتا ہے وہ ہار جاتا ہے
اور نہایت پچھتاتا ہے۔"

رسانا — اردو، برج فعل

تنگ کرنا رہونا، پریشان ہونا، دق ہونا، غصہ ہونا،
ناراض ہونا، ناخوش ہونا، بدمزہ ہونا۔

رساتے ہو آتے ہو اہلِ ہوس میں
مزا رس میں ہے لوگے تم کیا ترس میں

میر [دیوانِ پنجم]

رَبنی — مؤنث، اسم

رات بسر کرنے کی جگہ، قلعہ کے گرد حفاظتی دیوار جس میں سوراخ رکھے جاتے ہیں۔ رنگ

زہیر — پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

یہ لفظ عربی نہیں ہے۔
اردو میں غمگین، دبلا، کمزور، بیماری کے بعد کی کمزوری والا کے معنی میں مستعمل ہے۔
''پشتو میں یہ لفظ اسی مفہوم و صورت کے ساتھ عام بول چال میں شامل اور رام پور میں خاص طور پر مروّج ہے۔ اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ اردو میں پشتو کی وساطت سے آیا ہے۔'' (عرشی)

زی — اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم

(زَی، زِی)
پوشاک، وردی، شکل و صورت، فیشن، رسم، وضع قطع، شان و انداز، حیثیت

دیتے ہو گالیاں مجھے انصاف تو کرو
لایق تو ایسی باتوں کے بندے کی زی نہیں
انشاء

''بات یہ ہے کہ مذہبی تقدس اور مشائخ و علماء کی زی میں رہنا اور زہاد و عباد کی سی زندگی بسر کرنا ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو مذہبی پیشوا کہلاتے ہیں۔'' (حالی، حیات جاوید، آگرہ، ص ۲۰۵)

زیارت و بازدید — اگر زید خالد سے ملنے جائے تو عربی کے محاورہ میں کہتے ہیں کہ زید نے خالد کی زیارت کی پھر خالد زید سے ملنے آئے تو خالد کا آنا بازدید ہے۔

س

ساتارو بن | چھ بھیڑیوں کے ساتھ ساتواں کتا
اردو، مذکر، اسم

سادہ سودہ | ''اردو کا عام لفظ ہے۔ روہیل کھنڈ کے علاوہ لکھنؤ، جون پور اور آگرہ میں بھی بولا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا جزو سودہ پشتو ہے اور سادہ کا مترادف بھی۔''
اردو

عرشی

ساذھوی | (سا ذ ھ وی)
اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم
پاکباز عورت، عفیفہ، پاک دامن بی بی

سارسوت | سرسوتی دیوی کے متعلق۔ ایک بھارتی علاقے کا نام وہاں کے باشندے پنج گوڑ کہلاتے ہیں وہ یہ ہیں:
(۱) سارسوت (۲) کنیا کبج (۳) گوڈ (۴) اُتکل (۵) میتھل۔ یہ بندھیاچل کے شمال کی جانب رہنے والے ہیں پنج دراوڈ یہ ہیں:
(۱) مہاراسٹر (۲) کرناٹک (۳) گورجر (۴) دراوڈ (۵) تیلنگ۔ یہ بندھیاچل کے جنوب کے رہنے والے ہیں۔

سارنگ

اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

۱) موسیقی کا سر (۲) مور (۳) سانپ (۴) بادل (۵) مور کی آواز (۶) ہرن (۷) عورت (۸) پانی (۹) کنول۔

سارنگ نے سارنگ گہیو سارنگ بولیو آئے
جو رنگ سارنگ کہے سارنگ منہ تیں جائے

ہٹلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء

موز نے سانپ پکڑا بادل یہ گرجنے لگا
اگر مور اپنی بولی بولے سانپ منہ سے چھوٹ جائے

روایت ہے کہ اگر بادل گرجے اور مور کی چونچ میں سانپ ہو تو وہ چھوٹ جاتا ہے۔

ساکا

اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

۱۔ دور عہد، زمانہ

۲۔ جنگ، جنگ نامہ، کارنامہ ہائے دلیراں

۳۔ دھاک، شہرت، نام، دبدبہ

ساکا کرنا: کوئی عہد آفریں کام کرنا، سکہ جمانا

غیرت سے تنگ آئے غیروں سے لڑ مریں گے
آگے بھی میرؔ سید کرتے گئے ہیں ساکا

میرؔ [دیوان چہارم]

سالگ رام سے چکی بھلی جو دنیا کھاوے پیس

اردو محاورہ

سالگ رام ایک قسم کا گول پتھر ہوتا ہے اور ہنود پرستش کرتے ہیں اور کسی کام نہیں آتا

[محاورات ہند، ۱۸۹۰ء]

سالنا — چبھنا، کھلنا، تکلیف دہ ہونا، سوراخ کرنا

جسے وصفِ علیؑ کچھ سالتا ہے
اسی کو دوزخ آخر ڈھالتا ہے
نظیر اکبر آبادی

چھاتی سے ایک بار لگاتا جو وہ تو میرؔ
برسوں پہ زخم سینہ کا ہم کو نہ سالتا
میرؔ

سانبھر — ایک قسم کا پہاڑی نمک جو اجمیر کے قریب واقع گاؤں سانبھر کے علاقے سے نکالا جاتا ہے
اردو، مذکر، اسم

سانپ سونگھی چیز ہے — اس میں کوئی کچھ تصرف نہیں کرسکتا، زبردست کی ہے
اردو محاورہ
[محاورات ہند، ۱۸۹۰ء]

سانٹھ۔ سانٹ — سازش، گٹھ جوڑ، جوڑ توڑ
سانٹھنا۔ سانٹھ ملانا
اردو، برج، مؤنث، اسم

لڑی تھی زبس سحر سے اس کے سانٹھ
شب و روز کو دے رکھا اس نے گانٹھ
میرؔ حسن [سحر البیان]

سانجھ۔ سَنجھا — سندھیا
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم
شام

سانڈو
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

سالی کے شوہر کو اردو میں ساڑھو کہتے ہیں، پشتو میں سانڈو کہا جاتا ہے۔ روہیل کھنڈ میں بھی سالی کے شوہر یعنی ہم زلف کو سانڈو کہتے ہیں۔

عرشی

سانسا
اردو، برج، مذکر، اسم

(نون غنہ)

خوف، خطرہ، اندیشہ، فکر، تردد، شک وشبہ، خیال

سانسا چڑھنا: فکر سوار ہوا

سانسنا
اردو، برج، فعل

(نون غنہ)

دھمکانا، ڈرانا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا، سزا دینا، بے رخی کرنا، کج ادائی برتنا، بے اعتنائی دکھانا

رہیں کس کو سانسی کو اب ضعف سے
مراجی ہی کرنے لگا سائیں سائیں

میرؔ [دیوان سوم]

سانگر
اردو، پراکرت، مؤنث، اسم

زنجیر، دروازہ کی زنجیر، پاؤں کی زنجیر، ایک طرح کا زنجیر دار پاؤں زیب

ساہ گئی

بھینس یا گائے گابھن ہوگئی

[محاورات ہند، ۱۸۹۰ء]

سائی

بیعانہ۔ جب کچھ خریدتے ہیں اور قیمت نقد نہیں ہوتی تو
قیمت سے کچھ روپیہ نقد دیتے ہیں کہ یہ بیعہ ہمارا ہو گیا
اگر باقی روپیہ دے کر نہ لیں گے تو سائی تمہاری رہی۔
ایسے ہی جب گھوڑا ٹٹو گاڑی وغیرہ کرایہ کرتے ہیں تو
ایک پیسہ دے دیتے ہیں کہ وقت معہود پر حاضر ہو
اگر وہ نہ حاضر ہوا تو سب کے نزدیک مجرم ٹھہرتا ہے
اور بے سائی مجرم نہیں ٹھہرتا۔

[محاورات ہند، ۱۸۹۰ء]

سبزی

بھنگ
سبزی منڈی: ترکاریوں کا بازار

سبکی۔ سبکیاں

رونے میں ہچکیاں لینا۔ عموماً چھوٹے بچوں کے رونے
کی ابتدائی کیفیت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
ڈپٹی نذیر احمد نے توبتہ النصوح میں اس کو مرتے
وقت کی ہچکیوں کے لیے استعمال کیا ہے اسے نذیر
احمد کا تصرف سمجھنا چاہیے۔
باپ کی اجل آئی تو دوائیں رکھی ہی رہیں دینے اور پلانے
کی نوبت بھی نہ پہنچی تھی کہ بڑے میاں سبکیاں لینے لگے۔
نذیر احمد، [توبتہ النصوح، نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۱ء
(سلسلۂ طبع جدید مرتبہ اول) صفحہ ۱۰]

ستارہ
اردو، مذکر، اسم

گھوڑے کی پیشانی کا سفید نشان جو نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے

نہ ہڈوں کا نہ موتٹروں کا خلل
نہ پیشانی اوپر ستارے کا بل

میر حسن [سحرالبیان]

ستوانسا

ستوانسا (نون غنہ کے ساتھ) اس بچے کو کہتے ہیں جس کی ولادت قبل از ہوئی ہو۔ سات مہینے میں بجائے نو ماہ کے، ایسا بچہ عموماً کمزور ہوتا ہے اور زیادہ نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔

مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ستوانسا کے نام کی ایک رسم بھی ہوتی ہے۔ یعنی پہلوٹی کے بچے کی پیدائش پر۔ پہلوٹی کا یعنی پہلا بچہ۔ اس کی پیدائش پر ایک رسم ادا کی جاتی ہے اسے بھی ستوانسا کہتے ہیں۔ اس میں زچہ کے میکے سے زچہ کے واسطے جوڑا، مسی، عطر، تیل، پھلیل، کنگھی، جوتی، پھولوں کا گہنا، مہندی، چاندی کی نہرنی (ناخون تراشنے واسطے جدید نیل کٹر سے پہلے ایک آلہ استعمال کرتے تھے جسے نہرنی کہتے ہیں) کٹوری کچھ نقدی وغیرہ آتی ہے۔ اس رسم میں زچہ کے میکے والے اس کے مہندی لگاتے اور دلہن بنا کر اس

کی گود میں سات قسم کی ترکاریاں، ناریل، میوہ اور کچھ نقدی وغیرہ رکھتے ہیں چنانچہ گود بھرنا اسی سے مراد ہوتی ہے''۔

فرہنگ آصفیہ میں ہے کہ سڈھور یا سڈھورا اس سات طرح کے پکوان کو کہتے ہیں جو ستوانے میں دلہن کے میکے کی طرف تلا جاتا یا میکے سے میوے اور سات قسم کی ترکاریوں سمیت آتا ہے اور سب بیٹھ کر کھاتے ہیں اور دلہن کی گود ترکاریاں وغیرہ سے بھری جاتی ہے۔

ستو خورہ
اردو، اصطلاح

خلاف وضع فطری عمل کا خواہاں، لواطت کا دلداہ، لونڈے باز

ستونتی
اردو، سنسکرت الاصل، صفت

باعصمت، پاک دامن، وفادار

سٹکانا۔ سٹک جانا، سٹکنا
اردو، فعل

خاموشی سے کھسک جانا، چپکے سے چلے جانا، غائب ہو جانا، بھاگ جانا، پوشیدہ ہو جانا

لٹوں میں کبھی دل کو اٹکا دیا
کبھی ساتھ بالوں کے سٹکا دیا

میر حسن [سحر لبیان]

سَخہ
پشتو۔ روہیل کھنڈی اردو

دشمن کی تکلیف پر خوش ہونے کو پشتو میں سَخہ کہتے ہیں۔
مستوراتِ رام پور کہا کرتی ہیں ''دل کے سَخِ پورے کرتی ہے''یعنی تکلیف پر خوش ہوتی ہے۔
عرشی

سُرَت
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

مجامعت

سُرَت۔ سُرَتا
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

خیال، دھیان، تصور، ذہن، یاد، یادداشت

سُرت نہیں
محاورہ فعلہ منفی

ہوش نہیں

سب باتیں ٹھیک ٹھاک ہیں اس کی یہ مت نہیں
سر پہ رکھے دوپٹے کو اتنی سُرت نہیں
عبیر ہندی

سَرَجَن

تخلیق عالم، دنیا کی پیدائش، نکلنا، چھوڑنا

سَرَجنا

پیدا کرنا، بنانا

سَرجَنہار — پیدا کرنے والا، خالق مطلق

سر چڑھانا
اردو محاورہ

۱۔ بچے کے ساتھ ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار کرنا
۲۔ گستاخ کرنا، بے ادب بنانا
۳۔ غیر ضروری طور پر ناز برداری کرنا
۴۔ عزت کرنا، توقیر وقدر کرنا

طوفِ مشہد کیتیں جو جاؤں گا
تیغِ قاتل کو سر چڑھاؤں گا
میر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے
کھویا ہمیں نے اس کو ہر لحظہ پاؤں پڑ کر

سر چڑھ کے مرنا — اپنا خون دوسرے کے سر رکھنا۔ دوسرے کو اپنے نقصان اور اتلاف جاں کا ذمہ دار بنانا

سرخ اپنے لہو سے تری دستار کریں گے
آخر کو ہم اک دن ترے سر چڑھ کے مریں گے
مرزا جان طپش

سِرحان
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

(جمع سَراح، سَراح، سَراحین)
بھیڑیا، حوض کے بیچ کا حصہ

سرڈوب ہونا — غرق ہونا، ازسرتاپاڈوبنا اور بھیگنا

تلوار کس کے خون میں سر ڈوب ہے تری
یہ کس اجل رسیدہ کے گھر پر ستم ہوا
میرؔ

سُرس — تقریباً، لگ بھگ

سرسائی
اردو، برج، مؤنث، اسم وصفت

۱۔ خوبصورتی، خوبی، عمدگی
۲۔ کثرت، بہتات، زیادتی
۳۔ غمزہ، انداز و ادا، عشوہ، نخرہ

خماری وہ آنکھیاں وہ انگڑائیاں
وہ جوبن کے عالم کی سرسائیں
میرؔ حسن [سحرالبیان]

سرکھلا — جس روز دلہن بیاہی آتی ہے اس سے اگلے روز دولہن کو نہلا کر پوشاک بدلتے ہیں اقرباء اور برادری کی مستورات سب جمع ہوتی ہیں سرکھلا اس محفل کو کہتے ہیں۔ (محاورات ہند ۱۸۹۰ء)

سر منڈانا — قلندر ہونا، فقیری اختیار کرنا، علائق دنیوی کو ترک کرنا

(۱۳۲) ایک سو بتیس

نہیں ممکن رہائی قید سے اس زلفِ مشکیں کی
قلندر ہو کے میں بھی اس کے پیچھے سر منڈاتا ہوں
مرزا جان طپش

سِنگار — ا۔ آرائش، زیبائش، حسن

سولہ سنگھار — سولہ سنگھار یہ ہیں: (۱) صفائی (۲) غسل (۳) صاف لباس (۴) مہاور (لاکھی رنگ) لگانا (۵) بال باندھنا (۶) مانگ میں سیندور لگانا (۷) تلک (۸) رخساروں پر سیاہ تل بنانا (۹) زعفران ملنا (۱۰) مہندی لگانا (۱۱) پھولوں کا زیور (۱۲) سونے کا زیور (۱۳) لونگ کا زیور (۱۴) مسی لگانا (۱۵) پان کھانا (۱۶) سرمہ لگانا

سَروپا
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم
ایک قسم کی خلعت جو امراء و بادشاہوں کی جانب سے عطا ہوتی تھی

سروِ چراغاں
اردو
"لکڑی کے ٹکڑوں سے سرو کی شکل بناتے ہیں اور اس کی شاخوں پر چراغ روشن کرتے ہیں۔ آتش۔

کیا بیاں عالم زوالِ حسنِ خوباں کا کروں
روشنی جاتی رہی سروِ چراغاں رہ گیا

[نور اللغات]

سرو چراغاں ایک لوہے کا جھاڑ ہوتا ہے جس میں صدہا
لوہے کے دیئے بنے ہوتے ہیں جن میں تیل بتی ڈالتے
ہیں۔

دکھا دوں گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سروِ چراغاں کا
غالبؔ

فرصت دی کے لفظ میں یہ خوبی ہے کہ سروِ چراغاں
ہمیشہ روشن نہیں ہوتا صرف محرم کے عشرے میں اس
کی روشنی کا تماشا ہوا کرتا ہے اور یہ روز غمی کے
کہلاتے ہیں اسی طرح ہمارا دل ماتم سرا کا سرو
چراغاں ہے اگر ہمارا یار کسی موقع پر دیکھنا چاہے گا تو
دکھلاویں گے"

[درگا پرشاد نادر دہلوی۔ ولادت ۱۸۳۳ء]
ماخوذ از۔ کلام غالب کا ایک ہم عصر شارح، مصنفہ
جناب مولانا نثار احمد صاحب فاروقی مشمولہ تلاش
غالب مصنفہ مولانا نثار احمد صاحب فاروقی۔
[لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۱۹۲]

سرونج پسانا
اردو، فعل

سرونج ایک قسم کے بیج۔ شادی کی رسوم مختلف علاقوں میں
مختلف ہیں۔ سحر البیان میں جو رسوم بیان کی گئی ہیں وہ
عام نہیں۔ سرونج کے بیج پسانا بھی اسی طرح کی رسم معلوم
ہوتی ہے۔

(۱۳۴) ایک سو چونتیس

کسی نے پسائی سرونج آن کر
کوئی گالیاں دے گئی جان کر

میر حسن [سحر البیان]

سِرُوہی — ایک قسم کا نیمچہ، تیغہ، کٹار

سروہی ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہ کوہِ آبو سے تخمیناً تیس کوس کے فاصلہ پر ہے اور مارواڑ میں واقع ہے۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ چوں کہ یہاں کی سیدھی تلوار مشہور ہے اس لیے تیغ ہندی سے مراد وہیں کی تلوار ہے۔ اس وجہ سے مطلق تلوار کے معنی میں بھی شعراء نے استعمال کیا ہے۔ جیسے سرنہیں یا سروہی نہیں۔ ناسخ کا شعر ہے۔

قتل کرتا رہا اغیار کو قاتل ناسخ
نہ کوئی ہاتھ سروہی کا ادھر چھوڑ دیا

چوں کہ یہ تلوار اپنے لوہے کی خوبی کے سبب بے موقع جھٹکے یا ضرب سے فوراً ٹوٹ جاتی ہے اس لیے مثل ہے کہ سروہی باندھے تو دو۔

سَر ہونا — کسی بات کے پیچھے پڑ جانا، کسی کے پیچھے پڑ جانا

اردو محاورہ

سَر ہونا۔ [سین کے زبر سے]

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے ترے زلف کے سَر ہونے تک

یہ محاورہ ہے کہ ہم اس بات کے سر ہو گئے یعنی سمجھ گئے
یعنی جب تک تری زلف میرے حال سے باخبر ہو
میرا کام تمام ہو جائے گا۔ مولانا نظم طباطبائی۔
[شرح دیوان غالب۔ حیدرآباد ۱۳۱۸ھ]
اس شعر کی شرح پر مؤلف لغت ہذا کے والد محترم
جناب پروفیسر حامد حسن صاحب قادری کے قلم کا
مندرجہ ذیل حاشیہ درج ہے: "یہ کہاں کا محاورہ نکالا،
ہم اس بات کے سر ہو گئے" اس کے یہ معنی ہیں کہ
درپے ہو گئے، کر کے چھوڑا، سمجھنے کی قید نہیں، سمجھنا تو
سر ہونے کا نتیجہ ہے اور وہ جب تک شعر میں بیان نہ
کیا جائے کیوں کر متعین ہو۔ مثلاً مرزا داغ دہلوی
فرماتے ہیں:

دیکھتے ہی شکل رازِ دل سے ماہر ہو گئے
پھر نہ وہ ٹالے ٹلے جس بات کے سر ہو گئے

دوسرے اس محاورے میں (سِر) زیر کے ساتھ ہے
اور غالبؔ نے زبر سے لکھا ہے۔ اصل میں غالبؔ
نے (زلف کا سَر ہونا) ایسا عجیب محاورہ لکھا ہے جس
کی کوئی مثال عجم و ہند کے شعرائے فارسی و اردو کے
کلام میں نہیں ملتی اور وہ مطلب بتانا جو شارح نے
بتایا ہے غلط ہے۔ زلف کے سَر ہونے کے معنی
غالبؔ نے زلف کے کھلنے کے لیے دیے ہیں۔ یعنی

زلفوں کا بکھرنا، پریشان ہونا، اور یہ نتیجہ ہوگا آہ کے اثر کا، لیکن ایسے اثر کے لیے اک عمر چاہیے۔ اس وقت تک کون جیتا ہے"۔

حامد حسن قادری [۲۲؍ فروری ۱۹۴۰ء، آگرہ]

سَریکھا

قدیم اردو

یہ لفظ دکنی اور برج دونوں میں مستعمل رہا ہے اور نواحِ آگرہ میں آج بھی بغیر "ہ" کے قدرے تغیر کے ساتھ بولا جاتا ہے اور یہی اس کا قدیم سے تلفظ بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ شاہ مبارک آبرو کے شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

جیسا، سا، ایسا، کی مثل، مشابہہ، کی مانند، مطابق

تجھ سریکھے بہت دیکھیں ہیں............ تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں

مترجم کل کے سریکھا حاضر ہیں (کل کی طرح حاضر ہیں) [کورٹ مارشل، مدراس ۱۸۵۳ء]

اگر کوئی سپاہی سمجھتا ہے کہ کوئی عہدے والا اس پر زبردستی کیا ہے اور وہ سپاہی اوپر بیان کیے سریکھا قانون کے موافق فریاد نا کر کے اس کے بدلے میں گھرکی یا غصے سے بات کرے یا ایسا کچھ کام کرے تو یہ حرکت لشکری قانون کے برخلاف ہونے کے سبب سے اس سپاہی کو سزا ملے گی۔ حالاں کہ

(۱۳۷) ایک سو سینتیس

دریافت میں یہ بات ثابت ہو کہ شروع میں عہدے والے کی ہی تقصیر تھی۔

[Dakhni Translation of Standing Orders of Madras Army-Meer Ghulam Ali Shah, Madras, Oct. 1849, pp.65-66]

سخن سنجاں میں ہیگا آبرو آج
نہیں شیریں زبان شاکر سریکا

[محمد شاکر ناجی ہمعصر آبرو]

سڑک
اردو، عربی الاصل

سڑک اردو کا لفظ ہے۔ عام طور پر اس کی اصل سنسکرت سے سمجھی جاتی ہے اور غالباً اسی بنا پر اس کو ان دیسی الفاظ میں شریک سمجھا جاتا ہے جس کے ساتھ فارسی اضافت کا استعمال ثقہ حضرات درست نہیں سمجھتے اور لب سڑک اگرچہ اس قدر عام، مقبول اور زبانوں پر رواں ہے کہ اس کا ترجمہ "سڑک کے کنارے" نہیں لیکن زباں داں اب تک اس پر اعتراض کیے جاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اعتراض ہمارے نزدیک وقیع نہیں۔ پرانے زباں داں بے شک ایسا کہتے تھے اور اپنے اصول میں سخت اور گرفت پر مستعد تھے لیکن ان کا رویہ ان کے ساتھ گیا۔ لب سڑک ہمارے نزدیک مستند اور فصیح ہے۔ اس کا ترجمہ

سڑک کے کنارے نہ ہر وقت اور ہر جملے میں سلاست کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے اور نہ اس کو ترجیح حاصل ہے۔ ہم اس وقت ایک اور دلچسپ امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ یہ کہ یہ لفظ "سڑک" نہ تو سنسکرت ہے اور نہ کسی پراکرت سے ماخوذ ہے، پھر کیا ہے؟ اس کی تفصیل مولوی سید احمد صاحب سے سنیے:

پہلے تو لوگ اس کی نسبت خیال کرتے رہے کہ یہ لفظ انگریزی ہوگا، مگر جب انگریزوں نے ہندوستانی ڈکشنریاں بنائیں تو انھوں نے ہندی قرار دیا، چناں چہ فیلن صاحب نے جن کی ڈکشنری سب سے اخیر بنی اس کا مادہ یا ماخذ سنسکرت سرک قرار دیا۔ لیکن یہ ساری گھڑت ہے۔ کیوں کہ ہم نے سنسکرت کی بڑی بڑی مستند ڈکشنریاں جو انگریزوں نے بنائی تھیں یا کوش جو پنڈتوں نے لکھے تھے دیکھ ڈالے۔ کہیں لفظ سرک اس معنی میں نہیں نکلا۔ ہاں اس کا پتہ چلا تو عربی سے صاف صاف چلا۔ اور اس میں کچھ ہیر پھیر بھی نہیں کرنا پڑا۔ کیوں کہ عربی میں شَرَک بفتحتیں راہ آشکارا و بزرگ کو کہتے ہیں۔ چوں کہ فن عمارات اور نقاشی یعنی انجینئری میں عربی زبان کے بہت سے الفاظ ہند میں اسلامی سلطنت ہونے کے باعث مستعمل ہو گئے ہیں۔

پس یہ بھی شاقول، فانہ وغیرہ کی طرح زباں زدِ خلایق ہو گیا، شینِ معجمہ کے بجائے سینِ مہملہ اور رائے مہملہ کی جگہ رائے ثقیلہ جس کا ہندی زبان کے موافق بولنا سہل تھا استعمال کرنے لگے۔ جانسن کی مشہور لغت میں جو لندن سے ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئی ہے، شرک کا لفظ ملتا ہے اور معنی دیئے ہیں۔

ایک بڑی کھلی سڑک ...... سڑک کا بیچوں بیچ''

مدار الافاضل مشہور عالم اللہ داد سرہندی کی تالیف ہے جو علامہ دکتر محمد باقر صاحب نے عمدہ حواشی کے ساتھ لاہور سے شائع کر دی ہے۔ اس میں صفحہ ۵۵۸ پر ہے:

''شرک بفتحتین: دام، درشرح نصاب است وراہِ خورد۔ و در صحاح است معظم الطریق و وسطہ۔''

جانسن نے غالباً مدار الافاضل سے استفادہ کیا ہے یا صحاح سے۔ کیوں کہ انگریزی تشریح میں اس نے بڑی کشادہ سڑک لکھا ہے جو معظم الطریق کا لفظی ترجمہ ہے۔

اسی طرح دوسری تشریح اس نے سڑک کا عین وسط کی ہے یہ بھی صحاح کے وسطہ کا ترجمہ ہے۔ اس لیے مولوی سید احمد صاحب دہلوی کا قیاس سڑک کے ماخذ کے بارے میں بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مشہور لغت نویس جان ایف پلیٹس نے تو عجب عجب گل

(۱۴۰) ایک سو چالیس

کھلائے ہیں۔ سڑک کے ماخذات انھوں نے دو تجویز کیے۔ ایک تو سنسکرت سرک سے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ راہ اور شارع عام کے معنی میں سنسکرت میں کوئی لفظ سرک نہیں۔ راجہ راجیسور راؤ ورما کی لغت کے مطابق سنسکرت میں سرک کے معنی ہیں پھولوں کی مالا۔ دوسرا مادہ پلیٹس نے نہایت دلچسپ تجویز کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سڑک شاید سڑکنا سے ہو! سڑکنا یا سڑکانا یا سرکانا سے سڑک تجویز کرنا پلیٹس ہی کا کام ہے۔

ایک اور دلچسپ اور قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ بھارت کی جدید مصطلحات میں روڈ کے واسطے سڑک کا لفظ بالکل اختیار نہیں کیا گیا بلکہ سڑک کے مقابلہ میں سنسکرت الاصل لفظ مارگ کو ترجیح دی گئی ہے۔ پاکستان میں تو روڈ کا لفظ اس قدر عام ہے اور اس کا زور اس قدر بندھا ہے کہ بے سبب اور بے ضرورت روڈ کا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں لیکن جدید بھارت میں ہر جگہ ہر موقع پر صرف مارگ کا لفظ استعمال کرتے ہیں نہ روڈ نہ سڑک۔

سزاول
اردو ترکی، مذکر، اسم

محصول جمع کرنے والا، لگان وصول کرنے والا
پٹواری قانون گو قسم کا آدمی

سفر کرنا

اردو محاورہ

۱۔ انتقال کرنا، مرنا

۲۔ ترک کرنا، چھوڑنا، ہاتھ اٹھانا

کیا جانوں عیشِ بزم کہ ساقی کی چشم دیکھ
میں صحبتِ شراب سے آگے سفر کیا

میر

سِفلی عمل

سفلی عمل یا کالا جادو، عام طور پر کہتے ہیں جادو برحق کرنے والا کافر۔

مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں:

سفلی عمل یا جادو وہ منتر یا جادو جس میں شیطان یا روحانیت ارضی سے استعانت کی جائے۔ کلام الٰہی یا سحر علوی کے سوا عمل، شیطانی عملیوں کہ استعانت باللہ کے علاوہ دو قسم کی استعانت اور ہے۔ ایک استعانت اجرام و روحانیاتِ فلکی اس کو سحرِ علوی کہتے ہیں۔ وہ بہ نسبت سفلی سحر کے زیادہ مؤثر اور پائدار ہے اور اسی کو سحرِ بابلی بھی کہتے ہیں اور دوسری قسم کی استعانت شیاطین اور روحانیاتِ ارضی کی ہے۔ اس کو سحرِ سفلی یا عملِ سفلی کہتے ہیں۔ یہ قسم کم اثر اور کم پائدار ہے اور ہر قسم کے سحر ضرر کی طرف خاصتاً مؤثر ہوتے ہیں۔ پس جو استعانت اسماء و صفات الٰہی کے سوا ہے وہ خواہ سفلی ہو یا علوی مذہب اسلام میں حرام اور کفر ہے۔ مگر

(۱۴۲) ایک سو بیالیس

جاہل عوام جو قواعدِ شریعت سے واقف نہیں، سحرِ علوی اور سحرِ سفلی کو نہ سمجھ کر آجب یا اسرافیلُ اور اُقتل یا مریخ (قبول کر میری دعا اے اسرافیل اور قتل کر میرے دشمنوں کو اے مریخ) کہا کرتے ہیں اور عوام کو سکھاتے ہیں اور اس سحرِ علوی کو سحرِ نا جائز نہیں سمجھتے بلکہ جائز اور استعانت باللہ کے اقسام میں جانتے ہیں۔ خود تباہ ہوتے ہیں اور عوام کو برباد کرتے ہیں اور تین مذکورہ استعانتوں کو دو استعانتیں سمجھ کر ایک کو موسوم بہ علوی کرتے ہیں اور دوسری کو موسوم بہ سفلی۔ یہ سراسر ان کی غلطی ہے حالاں کہ تین نام سے موسوم ہونا چاہیے:
اول کلام الہی، عمل الہی، دوم سحر یا عملِ علوی سوم عمل سحرِ سفلی۔

سَقطی نامہ
اردو، مذکر، اسم

فوج میں میدان جنگ میں مارے جانے والے گھوڑوں کی فہرست و تفصیل

سَکار

صبح، علی الصباح

سُکلی کَرم
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

(سنسکرت) شکلی: صاف، سفید
کرنئر: کرنے والا

(۱۴۳) ایک سو تینتالیس

ا۔صابن ۲۔سفید و صاف کرنے والا

سِکورہ
اردو، برج، مذکر، اسم

ا۔مٹی کا گلاس جس میں پانی پیتے ہیں یا دودھ وغیرہ دوکان دار اس میں ڈال کر دیتا ہے
۲۔مٹی کا پیالہ

سُکھ تلا
اردو، مذکر، اسم

جوتے کے اندر مزید آرام کے لیے رکھا جانے والا تلا۔

سکَینا
اردو، برج، فعل

کسنا، کھینچنا

سکَیلنا
اردو، برج، فعل

سمٹنا، بھینچنا، سکوڑنا

سلاطین
اردو

جو شہزادے قرابت قریبی کے لحاظ سے ایک وقت میں دعویدار سلطنت کے ہو سکتے تھے وہ سلاطین کہلاتے تھے۔ مثلاً شاہِ موجود کا چچا، بھائی وغیرہ''۔
محمد حسین آزاد۔ [دیوان ذوق۔۱۹۰۳ء]

سلَون
اردو، صفت

نمکین
سلونا: نمدار، ملیح، گہرے سانولے رنگ کا

سلونی: ملیح حسینہ

سَم
اردو، سنسکرت الاصل، حرف

بہت اچھی طرح سے، خوبصورتی سے، برابر، یکساں، نیک، عمدہ، اکٹھا، سب، کل، مانند، مشابہہ، ہم شکل، رو۔ بعض الفاظ سے پہلے لگایا جاتا ہے اور اس معنی میں شدت زیادتی اضافہ اور کثرت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔
سم کین: بہت اچھا کیا، بہت عمدہ طرح کیا،

سماجی
اردو، مذکر، اسم

وہ سازندے جو ناچنے والی کے ساتھ ہوتے ہیں

سَمبَت

راجا بکرماجیت کا رائج کردہ سال

سَمبَنَدھ
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

ا۔ تعلق، رشتہ، علاقۂ خاطر
۲۔ بحر و وزن
سمبندھی: رشتہ دار

سَمبھاونا
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

امکان

سَمبھرَم
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

عزت، قدر و منزلت، ادب، وقعت

سَمبھوگ
اردو، سنسکرت، مذکر۔ اسم

ا۔ عیش وعشرت، عیاشی
۲۔ مجامعت

سَمپت
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

خوشحالی، دولت

سُمرَن
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

مالا، چھوٹے دانوں کی مالا، رنگین دھاگوں کی مالا، ہندوؤں کی تسبیح

زمرد کی سُمرن کو ہاتھوں میں ڈال
اور اک بین کاندھے پہ اپنے سنبھال
میر حسنؔ [سحرالبیان]

مالا کوئی جپتا ہے کوئی شوق میں سُمرن
چھوڑے ہے کوئی مال سمیٹے ہے کوئی دھن
نظیرؔ اکبرآبادی

سَمیر
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم

ہوا، باد

سَناتَن

کہنہ، قدیم، ازلی، دائمی، جاودانی، برہما

سَناتَن دَھرم

قدیم دھرم، عام طور پر مروجہ ہندو دھرم

سُنبل

سنبل (نون غنہ۔ن اور ب کی آواز کی طرح) پیچدار بیل ہوتی ہے۔ شاعری میں محبوب کی زلفوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لغات آصفیہ میں ہے:

"بروزنِ بلبل۔ ایک خوشبودار گھاس کا نام جسے ہندی میں بال چھڑ یا جٹاماسی اور عربی میں سنبل الطیب کہتے ہیں۔ بلی اس پر عاشق ہے۔ اکثر عطریات اور ملاگیری رنگ میں ڈالتے ہیں۔ شعراء معشوق کی زلف کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں خوشۂ گندم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چناں چہ تائے وحدت بڑھا کر سنبلہ بھی کہتے ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ خاص سنبل ایک اور چیز ہے۔ بال چھڑ اس کی ایک قسم ہے۔ خانِ آرزو نے ایک قسم کے پھول کا نام لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک ایرانی کے پاس یہ پھول دیکھا۔ اس کی گٹھی نرگس کی مانند تھی اور پھول نیلاہٹ لیے ہوئے تھا۔ اس میں کچھ پیچید گی اور خوشبو بھی تھی۔ چناں چہ اس امر کی تصدیق جونسن ڈکشنری سے بھی ہوتی ہے جو ایک معتبر اور مطوّل کتاب ہے۔ بعض لوگوں نے بنسراج کو بھی لکھا ہے مگر عربی میں یہ معنی نہیں پائے جاتیلیکن زیادہ تر مشہور رائے غالب اسی پر ہے کہ بال چھڑ کو سنبل کہتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں حار ہے۔ شعرائے لکھنؤ میں

(۱۴۷) ایک سو سینتالیس

خواجہ محمد وزیر صاحب شاگردِ ناسخ نے جو صاحبِ دیوان اور مستند شاعر خیال کیے جاتے ہیں تعجب ہے کہ سنبل بر وزنِ بلبل کو بائے

تازیِ موقوف کے ساتھ معلوم نہیں کس استاد کی تحقیق یا سند کے موافق باندھا یا لام گرایا ہے:

سنبل گلشن میں کہہ رہا ہے
یکتا ہے وہ زلف گو دوتا ہے

لیکن گلزارِ نسیم نے صاف بلبل کے وزن پر داخل کیا ہے

سنبل مرا تازیانہ لانا
شمشاد انھیں سولی پر چڑھانا

سنٹھ
اردو، سنسکرت، صفت

کنجوس، بدخصال

سَنْجَم
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

(سنسکرت): سَیں یم

۱۔ ممانعت، تاخیر، روک، صبر، پرہیز
۲۔ چند مقررہ ایام میں کسی خاص غذا سے پرہیز کرنا بطور تقویٰ کے

سَنْجوگ
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

(سنسکرت): سَیں یوگ

حادثہ، اتفاق، ملاپ ملاقات، وصل، میل، اتصال، جماعت، سبھا، قرآن السعدین

سنجوگی: ملا ہوا

وہ سنیاسی جو تجرد کا پابند نہ ہو اور اہل و عیال رکھتا ہو۔

سَنّجھا (سَنّدھیا) — شام، صبح، ظہر، شام کی دعا

سَنّجیو — مردہ کو زندہ کرنا

سَنّجیون — جان ڈالنا

سَنّجیونی — مردے کو زندہ کرنے والی

سَنّچت — جمع شدہ، اکٹھا کیا ہوا
اردو، سنسکرت، صفت

سَنّدھان — ۱۔ جاسوسی
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم
۲۔ سراغ رسانی
۳۔ رازوں کی تلاش

سنکار — اشارہ، ایما، آنکھوں کا اشارہ، سر کی جنبش، اشارے سے بلانا
اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

سنکار دینا، سنکارنا: اشارہ کر دینا، پیچھے لگا دینا، شبہہ دینا، ہشکارنا، ترغیب دینا

(۱۴۹) ایک سو انچاس

آج میرے خون پر اصرار ہے ہر دم تمہیں
آئے ہو کیا جانیے تم کس کے سنکارے ہوئے
— میر

مت آنکھ ہمیں دیکھ کے یوں مار دیا کر
غمزے ہیں بلا ان کو نہ سنکار دیا کر
— میر

سنگر
سنسکرت، اردو، مذکر، اسم

ملا ہوا، مخلوط، جو خالص نہ ہو
''غیر قانونی طور پر ازدواج باہمی مابین فرقہائے مختلفۂ اہل ہنود''
اعلیٰ جاتی کی ہندو عورت اور ادنیٰ جاتی کے مرد سے پیدا شدہ شخص، اور چار جاتیوں کے باہمی ناجائز تعلقات سے پیدا شدہ فرد، بعد میں جس کے اخلاف مابین جنسی تعلقات کی بنا پر مزید سلسلہ توالد و تناسل کا جاری ہوا ہو۔ موجودہ زمانے کے اہل ہنود کی اکثریت اسی طرح کی نسل کی مختلف جاتیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جس میں سے سب سے اعلیٰ بھی خالص اور نظیف نہیں اور شودر سے بھی کم درجہ رکھتی ہے۔ رامائن کے مطابق سنکر کی تعریف میں دو قبیل کے افراد شامل ہیں۔ یونی سنکر جو پیدائشی طور پر مخلوط یا پیدائش کے لحاظ سے ادنیٰ ہو۔ آچار سنکر جو عادت چال چلن

اور اطوار کے لحاظ سے ادنیٰ ہو۔ (ماخوذ از PLATTS، ص ۶۸۵)

سنکر — پوربی، اردو
میوہ فروش
[منتخب النفائس]

سنکل — مذکر
دروازے کی زنجیر، کنڈی، تالا زنجیر

سنمکھ — اردو، سنسکرت الاصل
مدمقابل، سامنے، آمنے سامنے، مخالف
رکھا عرصہ جنوں پر تنگ مشاقوں کی دوری سے
کے مارا ہے اس گھیتے نے سنمکھ ہو کے میداں میں جس
میر [دیوانِ سوم]

سنکھ
ناقوس۔ ایک بڑی کوڑی جسے پوجا اور جنگ کے وقت بجاتے ہیں

سنکھ — اردو، صفت
سادہ، سادہ لوح، احمق، سیدھا سادھا
ڈپول سنکھ: باتیں بنانے اور کام نہ کرنے والا

سنکھنی
عورتوں کی اقسام چہارگانہ میں سے تیسری قسم کی عورت جس کی خصوصیات یہ بیان کی گئی ہیں: دراز قامت، دبلی

یا موٹی، اس کی رگیں کھال میں سے نظر آتی ہیں، رنگ گندمی یا چمپئی، چھاتیاں چھوٹی، کمر دبیز، ٹانگیں قد کے لحاظ سے دراز، کنکھیوں سے دیکھتی ہے، آواز قدرے خشک، چال تیز، کم خوراک، سرخ رنگ کے کپڑوں اور پھولوں کو پسند کرتی ہے۔ ہمبستری کے وقت بہت زیادہ مست ہونے والی اور ہاتھا پائی کرنے والی، پر شہوت، کینہ پرور، تنک مزاج

سنگ پا۔ سنگ پائے

اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

۱۔ سنگ پا (اضافت کے ساتھ) پاؤں کو رگڑ کر صاف کرنے کے لیے پتھر کا ٹکڑا۔ اس کو جھانواں (نون غنہ) بھی کہتے ہیں۔

۲۔ سنگ پائے: پتھر کے چھوٹے چھوٹے خوشنما ستون جو نہروں کے بیچ بیچ میں خوبصورتی کے لیے لگاتے ہیں۔ بعض میں سے فوارے بھی جاری ہوتے ہیں۔

زمرد کے لے ہاتھ میں سنگِ پا
کیا خادموں نے جو آہنگِ پا
میر حسنؔ، [سحرالبیان]

گئے نہر کے سنگ پائے پگھل
پڑے سارے فوارے اس کے اچھل
میر حسنؔ [سحرالبیان]

سنگِ فرش
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

پتھر کے وہ تراشیدہ ٹکڑے جو فرش کے چاروں طرف اسے دبانے کے لیے رکھ دیے جاتے ہیں تا کہ ہوا سے نہ اڑے۔

بلوریں دھرے ہر طرف سنگ فرش
کہ جس سے منور رہے رنگ فرش

میر حسنؔ [سحر البیان]

سنہار
برج، اردو، مؤنث، اسم

(سنسکرت الاصل معلوم ہوتا ہے "سنہت" یعنی قریب ہونا، پیوست ہونا، متصل ہونا وغیرہ)

بہو، لڑکے کی بیوی

سامنہ سمدھن قریب و خویش رشتہ دار ہے
اور خسر خانہ ہے سسرال اور بہو سنہار ہے

عزیز الدین احمد نظرؔ۔ [نادر الترتیب، محمڈن پریس علی گڑھ ۱۸۹۵ء]

سنہرا

سونے کے رنگ کی طرح۔ یہ لفظ مذکر ہے اور صفت۔ موصوف کی جنس کے اعتبار سے استعمال ہونا چاہیے۔ یعنی مذکر کے لیے سنہرا اور مؤنث کے لیے سنہری۔ نہیں معلوم کس سبب سے اسم مذکر کے ساتھ بھی بعض لوگ مؤنث سنہری ہی لکھتے اور بولتے ہیں۔ سنہری رنگ، سنہری موقع، سنہری ہار، سنہری

کاغذ۔ یہ نہ صرف غلط ہے بلکہ بے وجہ بھی ہے۔ اگر اسم مذکر ہے تو ہمیشہ صفت بھی مذکر ہی ہونی چاہیے۔ یعنی سنہرا موقع، سنہرا کاغذ، سنہرا ہار، سنہرا رنگ، ہر جگہ بلا امتیاز جنس سنہری بولنے کا سبب شاید لکھنوی زبان کا اثر ہے۔ لکھنؤ کے بعض شعراء کے ہاں مذکر اسم کے ساتھ بھی سنہری مستعمل ہوا ہے۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی نے فرہنگ آصفیہ میں مندرجہ ذیل مثالیں دی ہیں:

ناسخ لکھنوی۔

وصف جب میں نے کیے تیرے سنہری رنگ کے
خود بخود ہر صفحۂ دیواں مذہب ہوگیا

ناسخ کے اس شاعر میں عین ممکن ہے کہ لفظ سنہرے ہی ہو کیوں کہ دونوں طرح موزوں ہے اور جب تک سنہری قافیہ میں نہ آئے تعین جنس مشکل ہے۔

اسی طرح مولوی صاحب نے ایک مثال رنگین کی دی ہے۔

دانت خاصے دھڑی طلسم جمی
سنہری لب تپہ بول چال پری

اس میں سنہرے لب ہونا عین ممکن ہے..... ناسخ لکھنوی کے شعر سے جو دوسری مثال دی ہے اس سے استنباط مناسب نہیں کیوں کہ سنہری کے ساتھ

موصوف خود مؤنث ہی ہے۔

اے پری تو نے جو پہنی ہے سنہری انگیا
آج آئی ہے نظر سونے کی چڑیا مجھ کو

لیکن شعراء لکھنؤ سے جو مثال مولوی سید احمد صاحب نے دی ہے اس سے اس لفظ کے کم سے کم صحیح استعمال کا تعین صاف ہوجاتا ہے۔ اشک کا شعر ہے۔

یہ طلائی رنگ جسم بار گہرا ہوگیا
جو انگ رکھا چھو گیا تن سے سنہرا ہوگیا

اسی طرح آتش کے شعر سے بھی مذکر کی مثال ملتی ہے:

مے کی تکلیف نہ کیوں کریں ان آنکھوں کے جام
موئے سر ابر سیہ برق سنہرا تعویز

اس کا مطلب یہ ہوا کہ محتاط شعرائے لکھنؤ کے ہاں بھی مذکر کے لیے سنہرا ہی استعمال ہوا ہے۔

سواپاٹی
اردو

زمین پر لکیریں چوخانے میں بنا کر گٹیوں سے کھیلنے کا کھیل

''نام بازی ست کہ بست و چہار خط بر زمین کشند و برآں سنگ ریزہا گزارند'' میر محبوب علی رامپوری۔

[منتخب النفائس۔ کانپور ۱۲۸۶ھ ص ۷۹]

انتخاب سودا دہلی ۱۹۷۲ھ میں مولانا رشید حسن خاں صاحب نے لکھا ہے:

(۱۵۵) ایک سو پچپن

''دو آدمی کھیلتے ہیں ہر ایک کی بارہ بارہ گوٹیں ہوتی ہیں، نمبروار ایک ایک گوٹ چلی جاتی ہے چار کونوں پر جو تین تین خانے ہیں اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ حریف کی تین گوٹیں اس ایک لائن کے خانوں میں نہ مل جائیں۔

یہ معلومات جناب جاوید وشِشٹ سے حاصل ہوئی۔

منتخب النفائس میں ہے کہ چوبیس لکیریں ہوتی ہیں۔

سوار کاری
اردو

گھوڑے پر سواری کا فن

''میر موصوف (سوز) سوار کاری میں شہسوار اور فنونِ سپہ گری میں ماہر''

آزاد [آبحیات، حال میر سوز، لاہور ۱۹۱۳ء]

سواری
اصطلاح موسیقی

ایک تال جو طبلے اور پکھاوج سے بجتی ہے

سوال
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

(سَاَل)

پوچھنا، مرضی، درخواست، عرضداشت

اب آگے دفتر تن کی میں کیا کہوں خواری
سوالِ دستخطی پھاڑ کر کے پنساری

سودا [ویرانی شاہجہاں آباد]

(۱۵۶) ایک سو چھپن

سوس
سنسکرت (ہندی)

خشکی، پیاس، تونس

مثال پانی کی سوس تھی۔ [کورٹ مارشل]

سوکن۔ سوت

ایک شوہر کی بیویاں آپس میں سوت یا سوتن یا سوکن کہلاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرد کے لیے ہو یا نہ ہو عورت کے لیے کوئی خوشگوار رشتہ نہیں۔ کہاوتوں محاوروں اور گیتوں میں طرح طرح سے ذکر آتا ہے اور ہر جگہ برائی سے ہی ہوتا ہے۔

کانٹا برا کریل کا اور بدلی کی گھام
سوت بری ہے چون کی اور ساجھے کا کام

چون کی سوت یعنی آٹے بھوسی کی۔ یعنی سوت کا نام ہی برا ہے۔ خواہ آٹے چونی یا مٹی کی ہی کیوں نہ ہو۔ فیلن نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے چونے آٹے کی مورتی بنا کر اسے ریشمی کپڑے اور زیور سے لاد کر بطور اپنی دوسری بیوی کے سجا کر رکھا اور روزانہ اس کے واری صدقے جاتا اور خبر گیری کرتا۔ مقصد اصل میں اپنی بیوی کو ستانا اور جذبۂ رقابت یا سوتیا ڈاہ کو ابھارنا تھا۔ مولوی سید احمد صاحب نے سوتن اور سوت کے ذیل میں دلچسپ گفتگو کی ہے لکھتے ہیں:

"یہ لفظ زبان سنسکرت میں سی پتنی تھا۔ ہندی میں آنے سے بائے فارسی گر کے ستنی ہوا۔ پھر ستنی سے

سَتّن۔ سَتّن سے سوتن حسب قاعدۂ زبان بولا جانے
لگا۔ اس کے علاوہ سنسکرت میں دشمن کو سپتن کہتے ہیں
چوں کہ یہ عورتیں باہم دشمن ہوتی ہیں اس واسطے سپتنی
سوکن کو کہنے لگے۔ جو لوگ سوکن کا مادہ ساتھن یعنی
ساتھ رہنے والی خیال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔
افسوس کہ فیلن صاحب نے مونڈھایا دفتر بنا کر اکثر جگہ
ایسی گھڑت کی ہے، جس سے ان کی ڈکشنری میں بڑا داغ
لگ گیا۔ سو ہم بھی اسی دفتر میں سات برس تک رہے مگر
ہمیں کبھی اس قسم کے مادے پسند نہ آئے۔ چوں کہ
صاحب بہادر اس قسم کے الفاظ بہت جلد سمجھتے اور قریب
الفہم خیال کرتے تھے اس سبب سے نوعمر نوجوان، بچو نگڑوں
نے ان کو بڑے بڑے دھوکے دیئے اور لغات کا ستیاناس کرا
دیا۔ فحش الفاظ اور امثال کی طرف ایسا راغب بنایا کہ یہ عیب
میں اور عیب کر دیا"۔ اوپر مولوی سید احمد صاحب کا قول
نقل ہوا۔ "جو لوگ" کے بعد انھوں نے فیلن صاحب کا
ذکر خیر کیا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ جو لوگ سے
مراد فیلن صاحب اور ان کی بچہ پارٹی ہوگی اور انھوں
نے سوتن کا مادہ ساتھن تجویز کیا ہوگا۔ مگر حق یہ ہے کہ بے
چارے فیلن نے اپنی لغت میں ہرگز ساتھن مادہ نہیں
دیا۔ یہ مولوی صاحب کی بدگمانی ہے۔ ہماری دانست
میں اوپر جو تفصیل مولوی صاحب نے اشتقاق کی دی

ہے وہ بھی غیر ضروری ہے۔ ہندی اردو لغت مولفہ راجہ راجیسور راؤ ورما نے صاف صاف لکھا ہے:
''سپتنی: ایک ہی شوہر کی دوسری بیوی۔ یعنی سوتن''

سوگی
سوگوار

سول
اصطلاح موسیقی
ا۔ ایک تال جو طبلے اور پکھاوج سے بجتی ہے

۲۔ سول
اردو، برج، مؤنث، اسم
نوک، برچھی کی انی، نوکدار چیز، کانٹا، درد، سخت تکلیف، کیفیت، حالت

جگر میں اگر آہ کی سول ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

میر حسن [سحر البیان]

سولہ بگھی
اردو، مذکر، اسم
زمین پر لکیریں کھینچ کر گٹیوں یا سنگ ریزوں سے کھیلنے کا ایک کھیل
فارسی میں سہ درہ ماسہ درک اور سہ پرک کہتے ہیں۔
عربی میں طبن: ''طبن بضم طالے خطی وفتح موحدہ خطے چند کہ قمار بازاں بجہت باختن قمار برزمین کشند''۔
میر محبوب علی رامپوری۔
[منتخب النفائس۔ کانپور۔ ۱۲۸۶ھ]

سوم

اردو

شوم کا مخرب ہے۔ اردو میں بمعنی کنجوس کے استعمال ہوتا ہے۔

سوم پوچھے سوم سے کاہے جیا ملین
گانٹھی کا کچھ گر گیا یا کاھو کو کچھ دین
گانٹھی کا کچھ گر گیا نا کاھو کو کچھ دین
لیتے دیتے دیکھ لیا واسے جیا ملین

کنجوس نے کنجوس سے پوچھا: کیوں جی غمگین ہے۔ کیا گرہ سے ہے کچھ گر گیا یا کسی کو کچھ دینا پڑ گیا۔'' دوسرے نے جواب دیا نہ ہی گانٹھ سے کچھ گرا اور نہ ہی کسی کو کچھ دیا بلکہ کسی کو لیتے دیتے دیکھ کر اتنا دکھ ہوا۔

سُون

اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم

(شُونیہ)

[سنسکرت میں شونیہ ہے صفر۔ سنان میں یہی سون ہے]

سون کسنا، سون کھینچنا، سون لینا، خاموش ہو جانا، چپ سادھ لینا، مہر بلب ہو جانا

اس سے زیادہ ہوتا نہ ہوگا دنیا میں بھی نچلا پن
سون کے بیٹھے رہتے ہو حال ہمارا سن کر تم

میر [دیوان چہارم]

سون کے رہنے کی کس نے بدی ہے بھلا
لطف و غضب مہرباں کچھ تو کیا چاہیے
میرؔ۔ [غزل شکارنامہ]

سُونا
اردو، سنسکرت، صفت

سنسان، خالی، اجاڑ
سونا لینے پی گئے سونا کر گئے دیس
سونا ملا نہ پی ملے روپا ہو گئے کیس

سُونٹ
اردو، کھڑی بول، مؤنث، اسم

خاموشی، سکوت
سونٹ بھرنا: خاموشی سے نکل جانا، بے خبری میں چلے جانا
دل نے کیدھر بھری ہے لمبی سونٹ
ہم تو ڈھونڈھا ہے اس کو چاروں کھونٹ
میر حیدر علی حیرانؔ [ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

سونٹھ

سونٹھ: سوکھی ہوئی ادرک کو سونٹھ کہتے ہیں۔
مولوی سید احمد صاحب فرہنگ آصفیہ میں لکھتے ہیں:
قیمتی چیز، نادر چیز، بیش بہا چیز، جیسے ''ایسی ہی تم نے سونٹھ بھیجی ہے۔
اس جگہ سنوٹھ کا نون قلب مکانی کی صورت پیدا کر کے سونٹھ خیال کیا گیا۔ مگر ہندی کوشوں (لغتوں)

میں فیلن ڈکشنری کے سوا کہیں اس سنوٹھ کا پتہ نہیں
لگتا۔ واللہ اعلم گھڑت ہے یا زبانی اعتبار پر لکھ دیا
ہے چوں کہ سونٹھ کے یہ معنی نہیں آتے شاید اس وجہ
سے یہ تکلیف فرمائی۔ لیکن ہماری رائے میں اس
جگہ سونٹھ ہی اس معنی میں ہیں کیوں کہ گاؤں
گنویں میں یہ قیمتی چیز اس وجہ سے خیال کی جاتی
ہے کہ ہر جگہ بوئی نہیں جاتی اور وہاں کبھی کبھی بلکہ
خاص کر بچہ پیدا ہونے میں اس کی ضرورت پڑتی
ہے اور وہ لوگ کسی نادر چیز کی طرح اسے وقت
بے وقت کو لگا رکھتے ہیں چناں چہ گنواری عورتیں
جس کے گھر میں سونٹھ نہ ہو، اسے نہایت غیر محتاط
خیال کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص کسی
کھیت میں جانے کا ارادہ کرتا ہے اور کھیت کا مالک
اسے روکتا ہے تو یہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تو نے
ایسی ہی سونٹھ بو رکھی ہے جو ہمیں منع کرتا ہے۔ یہ
باتیں ہم نے بگوشِ خود سنی ہیں۔ پس ان دلائل سے
سونٹھ کا ان لوگوں کے نزدیک عزیز اور نادرات سے
ہونا کچھ عجب نہیں۔ اس کے علاوہ یہ محاورہ بھی انھیں
لوگوں سے بقالوں میں آ کر رائج ہوا''۔

دوسرے معنی مولوی سید احمد صاحب نے سونٹھ کے
دیے ہیں چپ، خاموش، دم بخود اور اسے ہندوؤں

کا محاورہ قرار دیا ہے۔اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

''جیسے وہ تو سونٹھ ہوا ہے کچھ جواب نہ دیا''

اس معنی میں فیلن صاحب بہادر کی رائے ہے کہ لفظ شونیہ کو بگاڑ کر سونٹھ کر لیا ہے لیکن سنسکرت کو شوں سے لفظ شونیہ کے معنی خالی اور صفر کے پائے جاتے ہیں۔شاید اسے بھی یہ خیال کیا ہو۔مگر ہم اس سے بھی متفق نہیں ہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک ایک سونٹھ کی بستگی اور گرہ پن سے بجائے خود خاموشی کی حالت عیاں ہے۔پس اسی قسم کے الفاظ پر ہمیں فیلن صاحب کی ڈکشنری پر اعتراض ہے اور اس اعتراض آنے کی وجہ وہی ہے کہ انھوں نے کم سن بچو نگڑوں کے آگے سنسکرت ڈکشنریاں رکھ دیں اور کہہ دیا کہ اپنی لیاقت کے موافق ان لفظوں کے مادے نکالتے چلے جاؤ۔اس جگہ ہمیں صرف مادہ پر اعتراض ہے ورنہ لفظ سونٹ بمعنی خاموشی تو فوربس۔ شیکسپیئر نے بھی حسب عادت پوری بھاکا کے موافق لکھ دیا ہے''۔

مولوی سید احمد صاحب کے اقتباس میں یہ بات واضح ہے کہ ان کے خیال میں فیلن نے دو الگ الگ لفظ سونٹھ اور سنوٹھ لکھے ہیں۔ایک کے معنی قیمتی نادر

بیش بہا چیز کے اور دوسرے کے معنی خاموشی کے ہیں
اور خاموشی کے معنی والا لفظ بقول سید صاحب کے
فیلن نے شونیہ سے ماخوذ بتایا ہے۔
آیئے دیکھیں کہ فیلن کے ہاں کیا ہے۔ ہمارے پیش
نظر فیلن کا ۱۸۷۹ء کا ایڈیشن ہے۔ اس میں صفحہ ۷۹۷
پر سونٹھ کا لفظ دو جگہ آیا ہے اور دونوں جگہ س و ن ٹھ سے
لکھا ہے۔ سید احمد صاحب نے جو نون کی قلب مکانی
لکھی ہے وہ نہیں پائی جاتی۔ یعنی دونوں جگہ نون واو
کے بعد ہے واؤ سے پہلے ایک جگہ بھی نہیں۔ البتہ دیو
ناگری میں ایک لفظ میں نون غنہ کا نقطہ لگنے سے رہ گیا
ہے۔ مگر رومن حروف کے تلفظ میں بھی غلطی ہے یعنی N
تو دونوں لفظوں میں ٹھ سے پہلے ہی ہے لیکن دوسرے
لفظ میں th کی جگہ th چھپ گیا جس کا تلفظ ایک جگہ
ٹھ اور دوسری جگہ تھ ہوگا، بہر حال اگر سید صاحب
کے پیش نظر کوئی اور اشاعت نہیں تو ایک تو یہ طباعت
کی غلطی گرفت سے رہ گئی اور دوسرے سنوٹھ اور سونٹھ
والی بات درست نہ رہی۔ فیلن کی ڈکشنری میں پہلے
اردو ٹائپ میں لفظ ہے اس کے بعد دیوناگری میں وہی
لفظ ہے پھر رومن حروف میں اس کا تلفظ ہے اس لیے
لفظ کے تلفظ کا تعین تین زبانوں میں ہو جاتا ہے۔
لہٰذا یہ سمجھنا چاہیے کہ فیلن کے ہاں سنوٹھ کا لفظ نہیں ہے
اور سونٹھ کا لفظ ہی دو معنوں میں دو جگہ اس نے دیا ہے۔

البتہ مولوی سید احمد صاحب کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ اس نے خاموشی اور چپ کے معنی میں سونٹھ کا مادہ سنسکرت شونیہ سے بتایا ہے۔

سونٹھیا صراف: مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں۔ بڑا بھاری مہاجن۔ قابلِ اعتبار اور ساکھ والا ساہوکار طنزاً غیر معتبر اور بددیانت کو بھی کہتے ہیں۔ جس طرح فیلن صاحب نے وہاں قیمتی کے معنی میں لفظ سنوٹھ دیا معنی نہ سونے کے ہیں نہ بیش قیمت چیز کے۔ اس وجہ سے ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ محض گھڑت ہے اصل میں اس جگہ بھی سونٹھ ہی ہے کیوں کہ سونٹھ کرانہ کی چیزوں میں مہنگی اور گنواروں کے نزدیک ایک نادر اور بیش قیمت چیز ہے۔ اس وجہ سے وہ سونٹھ کے بیوپاری کو ابتدا میں بڑا بھاری بیوپاری مانا کرتے تھے۔ چناں چہ اس کے ثبوت میں ہم لفظ سونٹھ میں بہت کچھ لکھ آئے ہیں چناں چہ مشہور ہے ''ایسی کیا تم نے میرے ہاتھ سونٹھ بیچی ہے''۔ یعنی ایسی کون سی بیش قیمت چیز فروخت کی ہے کہ جس کے دام ادا کرنے ضروری اور لازمی ہیں اس کی اصل سنوٹیا بمعنی سونا قرار دی ہے وہ بھی تکلف اور بناوٹ سے خالی نہیں''۔

فیلن نے سنوٹیا نہیں دیا اس نے رومن حروف میں Sanoth سنوٹھ لکھا ہے...... اصل لغت کے الفاظ

(۱۶۵) ایک سوپینسٹھ

وہی سونٹھ دو جگہ لکھے ہیں جیسا کہ اوپر ہم نے تشریح کر دی ہے۔

سونٹھیا صراف۔ محاورات ہند ۱۸۹۰ء میں ہے۔

''بے سرمایہ دوکاندار''

سونا سوگند

اردو

سونا: زر، طلا

سوگند: خوشبو

خوشبو کی مانند عمدہ سونا، زر خالص، عمدہ آدمی، اعلیٰ صلاحیتوں کا آدمی، (Platts)۔ ایک خاص قسم کا سونا

واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں
سونا سوگند ہو گیا ہے
غالبؔ

سونا سوگند ایک خالص قسم کا سونا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ سونا قسم ہو گیا ہے۔ مراد اول سے ہے کہ بیداری سے رنگ زرد ہو گیا ہے۔

درگا پرشاد نادر [دہلوی۔ ولادت ۱۸۳۲ء]

مندرجہ بالا معلومات جناب مولانا نثار احمد صاحب فاروقی کے مضمون...... کلام غالب کا ایک ہم عصر شارح۔ مشمولہ تلاش غالب مصنفہ مولانا نثار احمد صاحب فاروقی۔ لاہور، ۱۹۶۹ء ص ۱۸۱ سے ماخوذ ہے]

سوندھا
اردو، برج، مذکر، اسم

مختلف خوشبودار اشیاء سے تیار کیا ہوا مرکب جسے عورتیں سر میں لگا کر بناتی ہیں۔

پہونچے مہک نہ اس کی پرستاں میں کہیں
سوندھا لگا کے کھول نہ یوں سر کے بال تو
انشاء

نور اللغات نے اس شعر کو شاد سے منسوب کیا ہے جو درست نہیں۔ ۱۲)

سونگا
اردو، مذکر، اسم

(نون غنہ)
(پلیٹس نے خیال ظاہر کیا ہے کہ سونڈ کا معرب ہے حالاں کہ یہ الگ لفظ ہے)
بظر، بغیا

سونگھا
اردو، مذکر، اسم

آدمی جو مرہٹوں کی فوج میں اپنی اس صفت کی بنا پر ملازم رکھا جاتا تھا کہ وہ مٹی سونگھ کر دفینے یا اناج کے ذخائر کا پتہ لگالیتا ہے۔

سَونہہ
اردو، سنسکرت الاصل، مؤنث، اسم

قسم، حلف، عہد
سونہہ دینا یا ڈالنا: قسم دینا، حلف اٹھوانا

سُونہیں
اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

مخالف مقابل، مدمقابل، آمنے سامنے

سوہا
اردو، مذکر، صفت

شوخ سرخ، سرخ، گہرا زعفرانی، گہرا نارنجی

کہتی ہے کوئی مجھ کو جوڑا سوہا بنا دو
یا ٹاٹ بافی جوتا یا کنش سرخ لادو

نظیر اکبرآبادی

عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس
وہ مہندی سوہانی وہ پھولوں کی باس

میرحسن [سحرالبیان]

سوہرائی
پوربی، بہاری، اردو، مؤنث، اسم

(تلفظ واو مجہول سے)

سوہرائی بہار کے علاقہ میں ایک دیہاتی تہوار کا نام ہے جس میں بالعموم گوالے حصہ لیتے ہیں۔ یہ تہوار کارتک کی پندرہ تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد گائے کو خوش وخرم رکھنا ہوتا ہے اور اس کے لیے اسے رقص کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ گائے رقص تو کیا کرپاتی ہے کچھ اچھل کود کرتی ہے اور اس کے لیے بھی بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ زیادہ تو وہ بھاگتی دوڑتی ہی ہے۔ کبھی کبھی گائے کے بچے کے پاس سور یا دوسرا جانور کھڑا کر دیتے ہیں اور گائے یہ سمجھ کر کہ وہ اس کے بچھڑے کے درپے آزار ہے اس پر حملہ کرنے کو دوڑتی ہے۔ کبھی کالا کمبل کسی چیز پر لپیٹ کر اسے دوڑاتے ہیں۔ غرض گائے خوش ہوتی ہو نہ ہوتی ہو اس کا پلیتھن

نکل جاتا ہے اور دیکھنے والے ضرور خوش ہوتے ہیں۔ بہاری کہاوت: بوڑھ گائے سوہرائی کے سادھ محل استعمال یہ ہے کہ جب کوئی طاقت، استطاعت اور موقع ومحل کے خلاف کام کرنا چاہے۔

سوئی کے ناکے سے خدائی کو نکالنا
اردو محاورہ

ناممکن کام سرانجام دینا۔

تھا کام یہ تیرا ہی خداوند تعالیٰ
لاسوئی کے ناکے سے خدائی کو نکالا

ہدایت [ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

سُویران
اردو، سنسکرت، مذکر، صفت

سوَیری

زانی

سُویرانی، فاحشہ

سوَیَمبر

تقریب جس میں عورت اپنا شوہر خود منتخب کرتی ہے۔

سِہرنا
اردو، برج، فعل

کپکپانا، جاڑے میں ٹھٹھرنا، سردی سے تھرتھرانا

گیا جو پوس پہنچا ماس سر پر
لگے جاڑا بدن آوے سِہر کر

ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

سُہڑ نا — اردو، برج، فعل

گھسٹنا، پیچھے پیچھے گھسٹتے رہنا

سُہودر — اردو، سنسکرت، صفت

ایک ماں کی اولاد

سُہودر بھائی: سگا بھائی، ماں جایا

سے — اردو، مذکر، اسم

ایک سو، صد، سو کا مختلف تلفظ

سخاوت یہ ادنیٰ سی ایک اس کی ہے

کہ اک دن دو شالے دیے سات سے

میر حسنؔ [سحر البیان]

سیاہا۔ سیاہہ — اردو، مذکر، اسم

ا۔ روزمرہ کے آمد و خرچ کے حساب کی فرد

۲۔ روپیہ پیسہ یا اجناس کے روزانہ خرچ کی تفصیل کی فرد

سیالہ درج ہونا: نام درج مسل ہونا۔ سرکاری دفتر میں نام داخل ہونا

سیتا پھل

مسلمانوں میں اس پھل کو شریفہ کہتے ہیں۔ بعض علاقوں میں سیتا پھل بھی کہلاتا ہے۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایک عمدہ خوش ذائقہ پھل کا نام جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ جب راجہ رام چندر جی اور سیتا جی امرت سر کے

علاقے سے گزرے تو وہاں ایک تالاب پر شریفے کے
بہت سے درخت کھڑے تھے سیتاجی کی فرمائش
سے وہ پھل توڑ کر ان کو دیا گیا جس کی وجہ سے یہ
نام پڑ گیا۔ مگر ہماری ذاتی تحقیق جو سفر دکن اور سیر
وارنگل سے حاصل ہوئی یہ ہے کہ جب راجہ رام
چندر ملک تلنگانہ میں پہنچے اور یہاں کے سرسبز جنگل
میں جہاں دس ہزار تالابوں میں سے چھ ہزار اس
وقت تک صحیح سالم موجود ہیں اور شریفے کے درخت
بکثرت وخوش ذائقہ پائے جاتے ہیں تو وہاں
ستیاجی نے یہ پھل پسند فرمائے اور رام چندر جی نے
ایک اور پھل جو اسی قسم کا مگر ذائقہ میں ذرا اترا ہوا
اور ترشی مائل برنگِ سرخ ہے اپنے لیے انتخاب کیا
جس کا نام رام پھل رکھا گیا۔ ہم (مولوی سید احمد
صاحب) نے اس کو کھایا اور خوب غور سے دیکھا۔
شریفے سے بڑا سرخ اور لمبوترا ہوتا ہے۔ وضع ہو بہو
ویسی ہی ہے۔ مقام جڑکل جہاں رام چندر جی نے
ہرن کے شکار کے واسطے گھٹنا ٹیک کر تیر چلایا تھا اسی
جگہ آمیر کے اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ یہاں
ایک چٹان دس فٹ اونچی دو ڈھائی سو فٹ چوڑی
موجود ہے۔ اس پر رام چندر جی کے گھٹنے کا نشان بنا
ہوا ہے۔ راون سیتاجی کو یہیں سے اٹھا کر لے گیا

تھا۔ ہنومان اسی جگہ کے راجہ کا سپہ سالار تھا۔ ہنم کنڈہ میں اس کے نام کا ایک بہت پرانا خوشنما سیاہ پتھر کا مندر بنا ہوا ہے۔ ہنومان کا گھر اسی جگہ تھا۔ اس کی قوم کے لوگ اب تک موجود ہیں۔ ان کے رنگ سیاہ اور چہرے لمبوترے ہیں۔ یہ مقام نہایت ہی پر فضا اور صحت افزا ہے......"

سیتنا۔ سینتنا اردو، برج، فعل	حفاظت سے رکھنا، احتیاط کرنا
سیتل پاٹی اردو، مؤنث، اسم	(شیتل: ٹھنڈ) باریک تنکوں کی بنی ہوئی چٹائی
سِجنا (سیج نا) اردو، برج، فعل	۱۔ رِسنا، پسیجنا، نکلنا، چھننا ۲۔ ابلنا، ابل کر نرم پڑنا ۳۔ وصولیابی زر نقد ۴۔ قرضہ کا نبٹنا، رقم کا تصفیہ ہونا
سیدنا اردو، برج، فعل	سینکنا
سیر اردو، سنسکرت، مذکر، اسم	۱۔ ہل، ہل کے بیل ۲۔ کاشت، زراعت

(۱۷۲) ایک سو بہتر

خود سیر: وہ زمین جو مالکِ زمین خود کاشت کرتا ہے، بجائے لگان پر دینے کے۔ اسے خود کاشت بھی کہتے ہیں۔

سِیَزز
اردو، برج، مؤنث

زہ، چلہ، کمان کا فیتہ جس میں تیر رکھ کر پھینکتے ہیں۔

کس زور کش کی قوسِ قزح ہے کمانِ پاک
جس کی اٹھا سکا نہ کبھو سِیَزر آفتاب
میرؔ [دیوان ششم]

سیف زبان

سیف زباں: مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں "تیز زباں، وہ شخص جس کے کلام میں اثر اور بات میں تاثیر ہو، اعلیٰ درجہ کا شاعر سخن داں، سخن گو، منہ پھٹ دریدہ دہن

دنبالہ سے سرمہ کے دھواں ہیں تری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تری آنکھیں
ذوقؔ

مولوی سید احمد صاحب کی اس تشریح سے سیف زباں کا اصل مفہوم واضح نہیں ہوا۔ اللہ کے درویشوں، قلندروں اور مقربان بارگاہِ الٰہی میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتے ہیں۔ ایسے حضرات صاحبانِ حال ہوتے ہیں اور ان پر احوال کا غلبہ ہوتا ہے۔ بیشتر وقت مستغرق رہتے ہیں۔ اس حالت استغراق اور احوال قلبی میں محویت کے عالم میں جو بھی ان کے منہ سے نکل جاتا ہے وہ پورا ہو کے رہتا ہے۔ گویا تلوار کی سی کاٹ

رکھنے والا۔ عام طور پر ایسے فقراء اور درویشوں سے
لوگ احتراز کرتے ہیں اور دور رہتے ہیں کہ خدا معلوم
منہ سے کیا اچھا برا نکل جائے اور وہ پورا ہو کر رہے۔

اس مردِ قلندر سے بچو سیف زباں ہے
لڑتے ہوئے بے تیغ و سپر دیکھ رہا ہوں

خالد حسن قادری

سیف تو پٹ پڑی تھی مگر نیچہ کاٹ کر گیا۔ سید احمد
صاحب دہلوی لکھتے ہیں کھاوت۔ یعنی جس پر
بھروسہ تھا وہ تو کام نہ آیا مگر ایک ادنیٰ شخص سے کام
نکل گیا۔ اس کی ابتدا یوں ہے کہ ایک مرتبہ نواب
سیف اللہ خاں ہاتھی پر سوار تھے، بیٹا پاس بیٹھا تھا،
کسی آزاد فقیر نے سوال کیا کہ او بابو سیفو کوئی چٹا
دلوا۔ نواب صاحب نے منہ پھیر لیا مگر لڑکے نے
ایک اشرفی جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھ دی۔ اس پر
فقیر نے خوش ہو کر کہا: ''سیف تو پٹ پڑی مگر نیچہ
کاٹ کر گیا''۔

سیکھ: سیکھ کے معنی ہیں نصیحت کرنا، پند کرنا، تدبیر
بتانا، صلاح مشورہ دینا، اسی سے ہے سیکھ دینا یعنی
نصیحت کرنا وغیرہ

سیکھ وا کو دیجیے جا کو سیکھ سہائے
سیکھ نہ دیجیے باندرا جو گھر بئے کا جائے

(۱۷۴) ایک سو چوہتر

یعنی نصیحت اس کو کرو جسے نصیحت نفع پہنچائے۔ بندر کو نصیحت مت کرو جو بئے کا گھونسلہ اجاڑے۔

مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں اس کا قصہ مختصر اس طرح پر ہے کہ ایک مرتبہ بارش کے سبب بندر عاجز آ کر اِدھر اُدھر بھاگتا پھرا۔ آخر کو ایک کھجور پر چڑھ گیا جہاں بیا اپنے گھونسلے میں بیٹھا ہوا مینہ کی بہار لوٹ رہا تھا اس نے اس سے بطور نصیحت کہا کہ یار تجھے خدا نے انسان کی سی صورت ہاتھ پاؤں سب کچھ دیے مگر تو نے اتنا سلیقہ بھی نہ کیا کہ آج بھیگنے سے بچ جاتا۔ بندر ایک تو جلا ہوا تھا ہی اس سے اور بھی جھلایا اور اس کا گھونسلا نوچ کر پھینک دیا اور کہا دیکھیں اب تو کیسے بھیگنے سے بچتا ہے پس بیے نے اس کے جواب میں یہ دوہا پڑھا"

سالِ فصلی

مسلمانوں کے خراج وصول کرنے کا سال۔ جس میں کوئی مہینہ مقرر نہیں۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

یہ سال جلال الدین اکبر کے وقت سے جسے ۳۲۲ برس کا عرصہ ہوا قرار پایا ہے۔ سال فصلی دراصل سال شمسی کا وہ برس ہے جو فصل سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس کا نکاس ہجری قمری تاریخ سے ہوا ہے۔ جس کی مجملاً تفصیل یہ ہے کہ جس وقت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دفتروں میں خراج ہند کے واسطے

مرزایانِ فارس کے حساب کے بموجب طرزِ جدید
قرار پائی تو حمیتِ اسلام کے سبب سالِ سمبت کو جو
ہندوستانی دفاتر میں قدیم الایام سے چلا آتا تھا
متعصبوں نے دور کر کے اس وقت کا سال ہجری
مندرج کر دیا۔ لیکن چوں کہ خراج وصول کرنے کا
مدار فصول شمیّہ پر موقوف ہے۔ اس وجہ سے بہت سا
فرق پڑنے لگا۔ پس بعض لوگوں کے قول کے
بموجب دیوان ٹوڈرمل اور بعض کے کہنے کے
موافق مرزایانِ فارس نے اس وقت جب کہ
۹۷۱ھ یعنی ۱۵۶۳ء تھے اور حسب اتفاق انھیں
دنوں میں آغاز ہجری جو غرۂ محرم ہوا کرتا ہے
ابتداء سے فصل خریف و قربِ زماں اعتدال لیل
و نہار کے جو ہندی جوتش سے سنبلہ کا گیارہواں
درجہ ہے مطابق پڑا۔ لہٰذا اس وقت سے سنین ہجری
کو جس قدر گزر گئے تھے فصلی قرار دے کر آغاز سال
تحویلِ آفتاب بہ سنبلہ سے جو تقریباً ابتدائے ماہ کوار
اور فصلِ حریف یعنی ساؤنی کے کٹنے کے زمانے کا
آغاز ہوتا ہے ٹھہرالیا۔ جب سال ہجری کا قمری
سال خراج وصول کرنے کے دفتروں میں تعلق فصل
کے سبب سالِ شمسی سے بدل گیا اور دیگر سالانہ
مقدمات تاریخ ہجری کے بارہ قمری مہینوں کے

موافق بدستورِ سابق ہوتے رہے تو دونوں تاریخوں
کے دنوں کی تعداد کے مقابلے کے وقت دو برس آٹھ
مہینے سولہ دن چار گھڑی کی مدت میں قمری مہینوں کا
ایک مہینے سے زیادہ فرق جا پڑا۔ کیوں کہ سال شمسی
تین سو پینسٹھ اور سوا دن کا ہوتا ہے (۳۶۵ ۱/۴)
اور سال قمری تین سو چون دن بائیس گھڑی کا
(یہاں دن شب و روز کے مجموعہ یعنی ساٹھ
گھڑی سے مراد ہے) پس اس سے معلوم ہوا کہ سال
قمری سال شمسی سے دس دن تیرپن گھڑی نو پل چھوٹا
ہوتا ہے اور سالِ شمسی سالِ قمری سے تقریباً سات گھڑی
کم گیارہ روز ہوتا ہے۔ چناں چہ اہلِ ہند اسی ایک مہینے
کی زیادتی کو لَوند کا مہینہ یعنی سالِ کبیہ کہتے ہیں۔ غرض
شمسی سو سال کے عرصہ میں قمری حساب کے مطابق
قریب قریب تین برس کچھ دن کا فرق جا پڑتا ہے۔
اس وقت ہماری تالیف لغات کے زمانے میں اور علی
الخصوص اس لفظ سال فصلی کے لکھتے وقت فصلی سنہ
۱۲۹۳ھ ۱۳۰۳ء، ۱۸۸۶ء فقط سید احمد ۲۵/ جون
۱۸۸۶ء مطابق ۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ
موافق ۹ ساڑھ فصلی ۱۲۹۳ء مقابل اساڑھ بدی متی
۷ سمبت ۱۹۴۳ بکرماجیتی۔ مقام کوہ شملہ دارالخلافہ
ہندیا تفرج گاہ حکام ہند"۔

سیکا
زراعتِ گندم جس کو کنویں وغیرہ کا پانی
دیتے ہیں اور جس کو پانی نہیں دیتے اس کو
مارو کہتے ہیں یہ کسانوں کی اصطلاح ہے
[محاورات ہند ۱۸۹۰ء]

سیکری
اردو، پراکرت، مؤنث، اسم
ایک طرح کی زنجیر

سیل
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم
نرمی، شائستگی، بھلمنساہت، خوبی، انسانیت، مروت
آنکھوں میں سیل ہونا: مروت ہونا، بالحاظ ہونا

سیل (بروزن جیل)
اردو، برج، مؤنث، اسم
تفریح کے لیے کسی مقام پر جانا آج کل پکنک کا لفظ
جس مفہوم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے سیل کا لفظ
بالکل یہی مفہوم رکھتا ہے۔ سیل سے ہی سیلانی ہے جو
اب تک کثیر الاستعمال ہے۔

سیلی
اردو، برج، مؤنث، اسم
۱۔ زُنّار
۲۔ کالے دھاگے یا ریشم کا ڈورا جسے فقراء گلے میں
ڈالتے ہیں۔
۳۔ آرائش کے لیے کالے ریشم یا دھاگے کا ڈورا جو
کلائی پر بھی باندھتے ہیں۔

پہن سیلی اور گیروا اوڑھ کھیس
چلی بن کے صحرا کو جوگن کے بھیس
میر حسن [سحر البیان]

سَین
مذکر، اسم

اشارہ، علامت، اشارہ بازی، بات سمجھانے یا خاموش پیغام رسانی کے لیے اشارات
سینا بینی: باہمی اشارے بازی
لڑتی ہے کہیں آنکھ کہیں دست کہیں سین
چھوٹا ہے کہیں پیار کسی سے ہے لگے نین
نظیر اکبر آبادی

سیندھ

نقب، وہ سوراخ جسے چور چوری کرنے کے لیے دیوار میں بناتے ہیں۔

سیندھا
اردو، سندھی الاصل، مذکر، اسم

ایک طرح کا پہاڑی نمک جو سندھ کے علاقے میں ہوتا ہے۔

سینگا لگے
محاورہ فعلہ معلی

مبارک آئے
دیا بچہ کو اسپ عربی منگا کر خدا سے دعا ہے کہ سینگا لگے

سیورا (سیوڑا)

ہندو جینی فرقے کا فقیر۔
جوگی اتیت جنگم یا سیورا کہایا
نظیر آبادی

ش

شام

سیاہ، نیلا رنگ، کرشن جی کا لقب کیوں کہ وہ سانولے تھے۔

شاخ سانہ

شاخسانہ: بے بات کا جھگڑا کھڑا کرنا، حجت، تکرار، الزام، تہمت، عیب گیری، ڈھکوسلا، دھوکا، من گھڑت وغیرہ اس طرح اور بہت معنوں میں آتا ہے۔ اس لفظ سے محاورے بھی بہت ہیں۔ شاخسانہ پیدا ہونا۔ رخنہ نکل آنا۔ اخترؔ کا شعر ہے:

ٹکڑے دل ہے کس قدر گستاخ شانہ ہوگیا
زلف میں پیدا کہاں کا شاخسانہ ہوگیا

نکلنا، کھڑا ہونا، پیدا ہونا کے ساتھ بھی محاورے ہیں اور معنی اسی طرح کے ہیں، یہ لفظ کیا ہے، اس کی اصل کیا ہے۔ مولوی سید احمد صاحب سے سنیے۔

''یہ لفظ فارسی میں اگرچہ شاخ شانہ ہے مگر شاخسانہ بھی بہت سی فارسی لغات میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کی اصل سب کے نزدیک بالاتفاق شاخشانہ ہے جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح ہمارے ہندوستان میں منڈ چڑے اور اگھوری فقیروں کا گروہ ہے اسی طرح [ایران] میں بھی منڈ چڑے فقیروں کا ایک گروہ ہے جس کا قاعدہ ہے کہ ہاتھوں میں ڈنڈوں کے بجائے سینگ اور مینڈھے کے شانہ کی ہڈی لے کر مکروہ آواز

کے ساتھ بجاتے ہوئے دکانوں اور گھروں پر مانگنے جا کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر صاحبِ خانہ یا مالکِ دوکان نے سیدھی طرح پیسہ دے دیا تو خیر ورنہ وہیں پاکھنڈ پھیلانے اور اپنا سر چیرنے اور چھری لے کر اپنے اعضاء کٹانے اور خون بہانے لگتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ تنگ آ کر انھیں کچھ نہ کچھ دے کر ٹال دیتے ہیں۔ پس اس وجہ سے فارسی میں ڈراوے، دھمکی اور خوف کے معنی ہو گئے۔ اگر کوئی شخص کسی کا مطلب بر نہ لائے اور وہ اسے مرنے مارنے کی دھمکی دے تو کہتے ہیں کہ تم ہم سے شاخسانہ کرتے ہو یعنی منڈ چراپن دکھا کر ڈراتے ہو۔ پس اردو والوں نے اس سے جہت رخنہ فتنہ اور موجب خلل بات کا مفہوم کر کے ان معنوں میں مستعمل کر لیا.......... حضرت شاہ نصیر نے اس کو شاخسانہ ہی باندھا ہے۔ ہمیں صاحبِ بہارِ عجم پر تعجب ہے کہ انھوں نے شخصانہ بہ صاد مہملہ مخفف شاخسانہ کیوں کر شاخسانہ کے ساتھ ملا دیا''۔

شام کے مردے کو کب تک روئیے

اردو محاورہ

اگر کوئی مشکل، پریشانی یا آفت ہمیشہ کی ہے یا عرصہ تک رہنے والی ہے تو انسان زیادہ عرصہ اس کا رنج و غم نہیں کر سکتا۔ وقتی اور فوری تکلیف و غم پر ماتم والم ہو سکتا ہے۔ ''ساری زندگی کوئی کسی کو نہیں روتا''۔ یہ بھی ایسے ہی موقعہ پر کہتے ہیں ''رنج خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج''۔

(۱۸۱) ایک سو اکاسی

یہ محاورہ غالباً اس طرح وضع ہوا کہ اگر کوئی صبح یا دن کے وقت مرے تو زیادہ دیر نالہ و بکا کا وقت نہیں ہوتا اور مردہ جلدی لے جایا جاتا ہے لیکن اگر سر شام یا رات کو مرے تو صبح تک مردہ گھر میں ہی رہتا ہے، ساری رات نوحہ کناں کہاں تک ماتم کر سکتے ہیں۔ آنکھ جھپک ہی جاتی ہے اس لیے کہتے ہیں کہ شام کے مردے کو کب تک روئیے

پھنس چکا دل زلف میں بس سوئیے
شام کے مردے کو کب تک روئیے

گنا بیگم تمنا

کہہ سانجھ کے موئے کو اے میر روئیں کب تک
جیسے چراغِ مفلس اک دم میں جل بجھا تو

میر

شامل

ساتھ، ملا ہوا، شریک

اردو کا عام لفظ ہے اور برابر استعمال ہوتا ہے۔

بہاری اردو میں بول چال کی زبان میں اس لفظ کو اس طرح بولتے ہیں ''کیا آپ کے شامل بدھنا ہے''۔ مراد یہ ہے کہ کیا آپ کے ساتھ لوٹا ہے۔

مغربی یو پی کی اردو میں یہ لفظ اس طرح اب استعمال میں نہیں ہے لیکن غالب نے اپنے ایک مشہور قطعہ میں اس لفظ کو بالکل اسی معنی میں لکھا ہے:

(۱۸۲) ایک سو بیاسی

دیدہ خوں بار تھا مدت سے و لے آج ندیم
دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے
اب ہے دلّی کی طرف کوچ ہمارا غالبؔ
آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے

شان
اردو، فارسی الاصل، مذکر، اسم

چھتہ۔ شہد کی مکھیوں کا چھتہ
اس کی شیریں لبی کی حسرت میں
شہد پانی ہو شان سے نکلا
میرؔ

شبنم
اردو، فارسی، مؤنث، اسم

(نمِ شب)
۱۔ اوس
۲۔ ایک نہایت نفیس باریک کپڑا
کھنچی چادر اک اسپہ شبنم کی صاف
کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
میر حسن [سحر البیان]
شبنمی: وہ موٹی چادر جو کھلے آسمان کے نیچے سوتے وقت پلنگ یا مسہری کے اوپر بطور چھت کے تان دیتے ہیں تا کہ اوس سے بچ جائیں

شُبھ لگن
اچھا وقت، نیک گھڑی

شُت درو
قدیم اردو، سنسکرت الاصل، مذکر، اسم
سو راستوں پر بہنے والا۔ متعدد معاون ندیاں رکھنے والا دریا، دریائے ستلج کا قدیمی نام

شُدکار
اردو، فارسی، مذکر، اسم
۱۔ زمین جسے جوتنے بونے کے لیے تیار کیا گیا ہو۔
۲۔ نگراں جس کا کام فصل کی حالت کا معاینہ کرنا ہے۔
۳۔ جائزہ، تشخیص

شُدھ
پاک صاف، صحیح، بے عیب، اکیلا، بے نظیر

شُدھی
پاکی، صفائی، طہارت، بے گناہی

شری
وشنو کی بیوی لچھمی، دولت، ترقی
یہ لفظ بزرگوں اور مقدس چیز کے ساتھ بولا جاتا ہے

شُرطی
اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم
لاٹری، قرعہ اندازی

شش سری
فارسی، اردو
خالص عمدہ سونا

شق دار
اردو، فارسی، مذکر، اسم
حاکم جو زمین کا لگان اور مال گزاری وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو

شکتی

طاقت، قدرت، زور، قابلیت

شگنی

اردو، مذکر، اسم

شگون، شگن، فال نیک

شگنیا، شگونیا، نیک فال بنانے والا، شگون دینے والا، اہل تنجیم

بلا شگنیوں کو بتا سال و سن
مقرر کیا نیک ساعت کا دن

میر حسنؔ [سحر البیان]

شَلَخ

اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم

(شَلَخ)

۱۔ تلوار کی لڑائی

۲۔ مادہ منویہ

۳۔ فُرج

شَلفِینہ۔ شَلفِیَہ

فارسی، اردو

فرج، کُس، اندام نہانی

شلفینہ بروزن چربینہ و کس بتخفیف سین وتشدید سین و بیت، و در قاموس گفتہ کہ عربی خالص نیست"

مولوی محبوب علی رامپوری۔ [منتخب النفائس۔ ۱۲۸۵ھ]

شَلَک

فارسی، اردو، مؤنث، اسم

(لام کی تشدید سے بھی ہے)

۱۔ توپ داغنے کی آواز، بندوق کی آواز

۲۔ مجامعت

(۱۸۵) ایک سو پچاسی

"شلّک بفتح شین معجمہ و لام مشدد مفتوح توپہا و بندوقہا
کہ برائے تعظیم امیرے یا تہنیت وغیرہ سر دہند"
میر محبوب علی رامپوری۔ [منتخب النفائس۔ کانپور ۱۲۸۵ھ]

شلوکا
اردو، مذکر، اسم

آدھی آستینوں کا کمر تک کا بنیان یا کرتا۔
(Platts نے لکھا ہے بچوں کے گلے باندھنے کا کپڑا
جسے "بِب" Bib کہتے ہیں "شلوکے" کے یہ معنی درست
نہیں)

ہجر میں لاغر بدن حد سے زیادہ ہوگیا
جو شلوکا تھا ہمارا وہ لبادہ ہوگیا

ناسخ [نوراللغات]

شمسہ
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

۱۔ پُھندنا جو تسبیح وغیرہ میں لگاتے ہیں۔
۲۔ قرص جو گنبد وغیرہ کے کلس پر لگایا جاتا ہے۔
شمسی: شمس۔ سورج سے نسبت رکھنے والی چیز
سال عیسوی کو بھی شمسی سال لکھتے ہیں

شمسی
اردو، مؤنث، اسم

۱۔ نوکر پیشہ ملازم عورتیں ماہواری کے دوران تین چار دن
کی رخصت کا حق رکھتی ہیں یہ رخصت شمسی کہلاتی ہے
۲۔ شاہی زمانے میں چھ ماہ کی تنخواہ دی جاتی تھی اسے شمسی
کہتے تھے۔
۳۔ شاہی زمانے میں چھ ماہ کے بعد ملنے والی رخصت

(۱۸۶) ایک سو چھیاسی

بی مہر نساء پاتی ہیں ششماہی کی شمسی
اک سال میں ہیں دیکھتی دوبار گھر اپنا

جان صاحب

بڑی خانم! ستارہ جان مغلانی کی باری ہے
حضور ان کو نہ دیں شمسی یہ کیا نا مہربانی ہے

جان صاحب [نوراللغات]

شاہی زمانے میں چھ ماہ کی تنخواہ دی جاتی تھی اسے بھی شمسی کہتے تھے۔ غالب کو پیسے کی بڑی تنگی رہتی تھی ۱۸۵۰ء میں دربار مغلیہ سے ان کا تعلق ملازمت ہوا اور پچاس روپے ماہوار تنخواہ قرار پائی۔ مگر ماہ بماہ نہ ملتی تھی۔ شاہی دستور کے مطابق چھ ماہ بعد یکشت رقم ہاتھ آتی تھی۔ یہ ضرورت مند انھیں تاب انتظار کہاں۔ اپنے عزیز دوست منشی نبی بخش حقیر کو ایک خط میں لکھا:
''یار چھ مہینے پورے ہو چکے ہیں۔ ۲ر جولائی سے دسمبر تک اب میں دیکھوں یہ ششماہی مجھے کب ملتا ہے بعد اس کے ملنے کے اگر آئندہ ماہ بماہ کر دیں گے تو لکھوں گا ورنہ اس خدمت کو میرا سلام'' صرف یہی نہیں بلکہ بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں بھی ایک قطعہ کہہ کر پیش کیا، کہتے ہیں:

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

(۱۸۷) ایک سو ستاسی

رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو کہ ہوں بقید حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

شاہی زمانے میں چھ ماہ کے بعد ملنے والی رخصت کو بھی ششی کہا جاتا تھا۔ مشہور ریختی گو جان صاحب کہتے ہیں:

بی مہرنساء پاتی ہیں ششماہی کی ششی
اک سال میں ہیں دیکھتی دو بار گھر اپنا
بڑی خانم! ستارہ جان مغلانی کی باری ہے
حضور ان کو نہ دیں ششی یہ کیا نا مہربانی ہے

شمع
عربی، اردو، مؤنث، اسم

"شمع عربی میں بمعنی موم ہے۔ پھر موم بتی کو کہنے لگے۔ فارس میں آکر چربی کی بھی بننے لگی مگر نام شمع ہی رہا۔ ہند میں چربی ناپاک ہے اس لیے نہ شمع تھی نہ اس کا نام تھا"۔ آزاد [آب حیات۔ لاہور ۱۹۱۳ء]

شمع کا چور
اردو۔ فارسی الاصل، مذکر، اسم

موم بتی کے پگھلنے سے ایک طرف جو گڑھا سا پڑ جاتا ہے جس سے موم بہہ نکلتا ہے اسے شمع کا چور کہتے ہیں فارسی میں اسے دزدِ شمع کہتے ہیں۔

پھرے شمع کے گرد گر آکے چور
صبا کھینچ لے جاوے اس کو بزور

میر حسن [سحر البیان]

شناہ
عربی، اردو، مؤنث، اسم

۱۔ دریا پار نے کا تختہ وغیرہ
۲۔ مشک جسے پھلا کر تیرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
''شناہ بفتح شین معجمہ وتشدید نون چیزیکہ آنرا مانند جوال از چرم دوختہ از کاہ پر کردہ ویا چوب ہارا بہم پیوستہ براں نشستہ از آب بگذرند''۔
[منتخب النفائس، کانپور۔ ۱۲۸۵ھ]

شندہ
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

ایسے کام کو جو کبھی سنا نہ گیا ہو پشتو میں ''شندہ'' کہتے ہیں۔ رام پور میں بھی لوگ انوکھے کام کو کہتے ہیں۔ ''میاں عجب شندہ ہے'' یا ''کیوں جی یہ کیا شندہ ہے۔''
عرشی

شوبھا
اردو، سنسکرت، مؤنث، اسم و صفت

روشنی، چمک، رونق، جھلک، تیزی، خوبصورتی، طمطراق

شوپری

شہر بنارس کا ایک نام

شوم
پشتو، اردو

دیکھیے: سوم
عربی میں شوم کے معنی بدنصیب، بدقسمت، غمگین، نحوست زدہ کے ہیں۔ ''اردو میں شوم کے معنی کنجوس کے ہیں۔ یہ مفہوم بھی عربی و فارسی سے نہیں پشتو سے آیا ہے''۔
عرشی

(۱۸۹) ایک سو نواسی

شہد لگا کے الگ ہو جانا

جھگڑے کی کوئی بات کر کے خود چپکے سے الگ ہو جانا۔ جیسے کہتے ہیں بھس میں چنگاری ڈالنا۔ یعنی ایک ذرا سی چنگاری بھس کے ڈھیر میں ڈال دی اور چل دیے۔ وہ اپنے آپ آہستہ آہستہ سلگتی رہے گی۔

مولوی سید احمد صاحب نے لکھا ہے:

''لڑائی کی بات نکال کے آپ جدا ہو جانا۔ اصل میں یہ اس قصہ کی طرف تلمیح ہے جو اس طرح پر مشہور ہے کہ کسی شخص کو شیطان نہایت مقطع صورت ثقہ لباس پہنے ہوئے ملا۔ اس نے کہا کہ یار تیری صورت تو ایسی پاکیزہ اور متبرک ہے پھر تجھے لوگ کیوں برا کہتے ہیں۔ شیطان نے جواب دیا کہ اس میں میرا قصور نہیں۔ یہ ان کی ہٹ دھری اور بے انصافی ہے۔ تم ذرا میرے ساتھ چلو اور دیکھو کہ میں بالکل علیحدہ ہوں گا اور لوگ مجھ پر ناحق لعنت و ملامت کریں گے۔ میرا جو نام نکل گیا ہے تو وہی مثل ہو گئی کہ شہر میں اونٹ بدنام، دشمن سوئے نہ سونے دے۔

کسی کا جرم کسی کی خطا کسی کا قصور
مجھے ہمیشہ ملے کیوں سزا سنو تو سہی

(نامعلوم)

غرض دونوں مل کے بازار گئے۔ شیطان نے دیکھا کہ ایک شہد فروش کڑھاؤ میں شہد بھرے ہوئے چھان چھان کر مرتبانوں اور بڑی بڑی اچاریوں میں بھر رہا

ہے۔ اس نے ذرا سا اٹھا کر دکان کے کواڑ پر لگا دیا۔
جس سے ہزاروں مکھیاں جمع ہوگئیں اور وہ شہد چپک کر
مکھیوں کا چھتہ نظر آنے لگا۔ مکھیوں کا گچھا دیکھ کر چھپکلی
لپکی اور چھپکلی کے خیال سے بلی دوڑی۔ بلی پر ایک سپاہی
کا کتا جو بازار میں اپنے آقا کے ساتھ جا رہا تھا جھپٹا۔ بلی
اور کتا دونوں لڑتے ہوئے شہد کے کڑھاؤ میں جا پڑے۔
شہد فروش نے جھلا کر کتے کی پیٹھ پر ایسی لاٹھی ماری کہ اس
کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ سپاہی کو یہ بات دیکھ کر غصہ آیا۔
اس نے شہد فروش کا سر پھوڑ ڈالا۔ پولیس نے دونوں کو
گرفتار کر لیا۔ لوگوں کا جمگھٹا ہوگیا اور سب کہنے لگے کہ
دیکھو شیطان کو آتے دیر نہیں لگی۔ کیا تو ذرا سی بات تھی
اور کہاں تک نوبت پہنچی۔ اس پر شیطان نے کہا کہ بھلا
میرا کیا قصور تھا، چھپکلی کو میں بلا کر نہیں لایا، کتے
کو میں نے نہیں جھپٹایا بلی میری خالہ نہیں تھی۔ پھر مجھ پر
کیوں گالیاں پڑیں۔ اس پر اس آدمی نے جواب دیا
کہ یار شہد لگا کر تو تم ہی الگ ہوگئے تھے۔ شیطان بولا
کہ آپ کا بھی انصاف دیکھ لیا بس اس بات سے یہ
محاورہ ایجاد ہوگیا''۔

شُہدا — اردو، اسم، مذکر

لفنگا، آوارہ، لُچا، بدمعاش، بازاری

شہدا شکستہ: تباہ حال

(۱۹۱) ایک سو اکانوے

شہید تیغ ابرو ہے اسیر دام گیسو ہے
ہدایت بھی میاں کوئی زور ہی شہدا شکستہ ہے

ہدایت [ٹیلر۔ ہنٹر ۱۸۰۸ء]

شیبہ
پشتو، روہیل کھنڈی، اردو

شیبہ، یہ یائے مجہول پشتو میں تیز بارش کو کہتے ہیں۔ رامپور میں عورتیں کہا کرتی ہیں: ''شیبوں مینھ پڑا''

عرشی

شیر خشت
فارسی، اردو، مؤنث، اسم

شبنم جو پتھر پر گر جم جاتی ہے۔ خراسان میں کثرت سے بنائی جاتی ہے۔
''شیر خشت بکسر خاے معجمہ لغت فارسی است در اردو و ہندی مستعمل وآں شبنمے ست کہ در خراسان بر سنگہا افتد وبستہ شود و معتدل است در حرارت و برودت''۔

[منتخب النفائس ۱۲۸۵ھ]

شیپ شیپس
(بروزن کھیت)
قدیم اردو، سنسکرت، مذکر، اسم

۱۔ عضو تناسل
۲۔ خصیہ

شیتل
اردو، سنسکرت، اسم صفت، مذکر

۱۔ ٹھنڈا، سرد، خنک
۲۔ متحیر، بھونچکا
(اسم) چاند، کافور، موتی

شیروانی
اردو، مؤنث، اسم

اچکن میں ترمیم کر کے شیروانی ایجاد ہوئی۔ اس میں آستینیں انگریزی کوٹ کی طرح بنائی گئیں، گریباں جو گوٹ لگا کر نمایاں کیا جاتا تھا نکال دیا گیا۔ دامن کی وضع بھی بدل گئی اور موجودہ لباس شیروانی جو برصغیر کے مسلمانوں کا لباس ہے مورد وجود میں آیا۔

شیشا
فارسی و اردو، مذکر، اسم

قارورہ یا قارورہ رکھنے کا برتن
''قارورہ بمعنی شیشہ وانگہ بمعنی بول مشہور است مجاز است''
[منتخب النفائس، کانپور، ۱۲۸۵ء]
شیشہ انگریزی کے عمل دخل سے پہلے بڑی بوتل کو کہتے تھے اور چھوٹی کو شیشی۔ اب شیشی تو زبانوں پر باقی ہے۔ شیشہ مطلب متروک ہوگیا۔

شیشے میں اتارنا

عام محاورہ ہے، کسی کو رام کر لینا، راضی کرنا، بالکل اپنی مرضی کے مطابق تابع بنا لینا۔ یہ لفظ شیشہ بمعنی آئینہ نہیں۔ بلکہ بمعنی بوتل ہے۔ انگریزی اور انگریزوں کے عمل دخل سے پہلے عام استعمال میں تھا۔ اب صرف شاعری میں باقی رہ گیا۔ البتہ اس کا اسم تصغیر چھوٹی بوتل کے لیے شیشی اب تک رائج و عام ہے۔ تو شیشے میں اتارنے کے معنی میں بوتل میں بند کرنا۔ جیسے بھوت، جن ،ارواح کو بند کرتے ہیں۔ مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں:

(۱۹۳) ایک سو ترانوے

سیانوں کا دستور ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے اوپر سے
بھوت پریت یا جن وغیرہ کو اتارتے ہیں تو ایک شیشہ
منہ کھول کر رکھ لیتے ہیں اور اس میں کوئی عمل یا منتر پڑھ
پڑھ کر پھونکتے ہیں جس کے سبب سے ان کے خیالات
کے موافق وہ بھوت بشکل دخان آجاتا ہے اور پھر اس کا
منہ بند کر کے دفن کر دیتے ہیں چوں کہ بوتل میں
آجانے سے بھوت قابو میں آجاتا ہے اس سبب سے یہ
لفظ قابو میں لانا، بس میں کرنا، قبضے میں کر لینا، تسخیر
کرنا، فریفتہ بنانا اپنی طرف رجوع کرنا وغیرہ کے معنی
میں مستعمل ہو گیا ہے:

کون سی رات وہ آئی کہ تصور سے ترے
شیشۂ دل میں پری کو میں اتارا نہ کیا
مصحفی

باتیں اس آئینہ رو کی بھی ہیں گویا کہ طلسم
آج تو خوب ہی شیشے میں اتارا ہم کو
داغ

ص

صبح خیزیا۔ صبح خیزا
مذکر، اسم، اردو

وہ چور جو علی الصبح لوگوں کے بیدار ہونے سے پہلے چوری چکاری کرتا ہے۔

بچ سکے کیوں کر اب کسی کی شے
ملا مسجد کا صبح خیزا ہے

سودا

عیار اور چھچھورا نت اپنے کار میں ہے
اور صبح خیزیا بھی اپنی بہار میں ہے

نظیر

صحنک
عربی، اردو، مؤنث، اسم

"طبق طعام" میر محبوب علی رامپوری۔
[منتخب النفائس کانپور ۱۲۸۵ھ]

بی بی کی صحنک

یہ ایک طرح کی نیاز ہوتی ہے۔ مؤلفِ لغات النساء مولوی سید احمد صاحب دہلوی نے اس کو بیوی کی صحنک یا نیاز اور بیوی کا دانہ یا کونڈا لکھا ہے اور اس کے ذیل میں جو تفصیل لکھی ہے وہ یہ ہے: یہ کتاب لغات النساء ۱۹۱۷ء میں چھپی تھی اور اب ۲۰۰۴ء میں ۸۷ برس ہو چکے ہیں ہمارے علم میں نہیں۔ کہ اس طویل مدت میں کسی نے اس تشریح و توجیہہ پر اعتراض کیا ہو۔ ہمیں تاریخی طور پر اس کی صحت یا عدم

صحت کی کوئی تحقیق نہیں صرف عام دلچسپی کے لحاظ سے
نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا:

حضرت فاطمہ علیہ السلام کی فاتحہ: یہ نیاز اکثر شادی یا
کسی مراد کے بر آنے پر عورتیں نہایت احتیاط سے
دلواتی ہیں اور اسے سہاگن، پارسا، خاندانی عورتوں
کے سوائے ''دوہاجو'' تک کو نہیں کھانے دیتیں۔ بلکہ
سیدانیوں کو کھلانا اولیٰ سمجھتی ہیں۔ جہانگیر بادشاہ کے
وقت سے اس کا رواج ہوا ہے جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ
جہانگیر بادشاہ کی بیاہتا بیوی قوم کی راجپوتنی تھی اور نور
جہاں جو پہلے شیر افگن کی بیوی تھی وہ جہانگیر سے آنکھ لگا
کر گھر میں پڑی تھی چوں کہ اس پر بادشاہ کی نظر عنایت
زیادہ تھی اور سوکنوں میں آپس میں کٹا چھنی رہا کرتی
ہے اس وجہ سے نور جہاں جو کہ ایک چلبلی اور طرار
عورت تھی ہمیشہ اس کے پر منہ آتی اور اسے مارواڑن
کہہ کر چھیڑتی۔ ناچار اس نے تنگ ہو کر اسے ذلیل
کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک روز کسی تقریب
سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فاتحہ دلا کر تمام بیگمات
محل سے بہ آواز بلند کہا کہ اے صاحبو! اس نیاز متبرک
کو وہ عورت کھائے جس نے دوسرا خاوند نہ کیا ہو۔
جب نور جہاں بیگم نے اپنے حسب حال یہ بات سنی
تو...... ایسی شرمندہ ہوئی کہ اس دن سے پھر کبھی آنکھ

نہ ملا سکی۔ غرض کہ اس زمانہ سے جسے تقریباً ڈھائی سو برس کا عرصہ ہوا اس رسم نے رواج پایا۔ اب یہ نیاز منہیاریوں کو بھی کہلانے لگے ہیں''

صحنک سے اٹھ جانا۔ ''حضرت فاطمہ علیہ السلام کی مجلسِ نیاز یا مجلسِ طعام فاتحہ میں بے عصمتی کے باعث شریک ہونے کے قابل نہ رہنا''۔

مولوی سید احمد صاحب مندرجہ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں:

''جن جن باتوں کا اس میں پرہیز ہے اور وہ بی بی کا دانہ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ جہاں ان میں فرق آیا پھر عورتیں نہ تو خود ہی اپنے کو اس نیاز میں شریک ہونے کے قابل سمجھتی ہیں اور نہ صاحب نیاز ہی جب خبر ہو جائے تو اسے شریک ہونے دیتی ہے۔ شوق لکھنوی:

ڈر ہے ہم صحبتوں کی چشمک سے
ارے اٹھ جاؤں گی میں صحنک سے

مندرجہ بالا اقتباس سے علم ہوتا ہے کہ بی بی کا دانہ کے ذیل میں وہ شرائط درج ہوں گی۔ آیئے دیکھیں مولوی سید احمد صاحب نے اس کے تحت کیا لکھا ہے:

بی بی کا یا بیوی کا دانہ: ا۔ حضرت فاطمہ ضی اللہ عنہ کی نیاز کا کھانا، طعام نیازِ حضرتِ فاطمہ ۲۔ بیوی کی کمائی یا بیوی کی ذاتی آمدنی یا جائداد کا سہارا۔

(۱۹۷) ایک سوستانوے

صرف یہ دو معنی نمبر ڈال کر بی کا دانہ کے تحت فرہنگ آصفیہ میں ملتے ہیں۔ جن جن باتوں کا پرہیز ہے ان کا کہیں ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سید احمد صاحب لکھنا چاہتے ہوں گے مگر پھر ذہن سے نکل گیا کہ لکھا یا نہیں۔

لغت کی ایک جدید کتاب نہایت ضخیم کئی مجلدات میں مہذب اللغات کے نام جناب علامہ مہذب لکھنوی نے تالیف فرمائی ہے۔ اس میں بھی عجب عجب شگوفے مہذب صاحب نے چھوڑے ہیں۔ ایک تو بیشتر لغات میں عادتاً قول فیصل کے عنوان سے اپنی رائے درج فرماتے ہیں اور یہ بات ذہن سے مطلق خارج ہو جاتی ہے کہ لغت میں قول فیصل کے کوئی معنی سرے سے ہے ہی نہیں۔ بہر حال نہایت وقیع اور قابل قدر کام کیا ہے۔ صحنک کے طریقے کا حال میں مہذب اللغات سے ہی نقل کرتے ہیں لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہ طریقہ اہل لکھنؤ کا ہے۔ دوسرے مقامات پر بھی یہ نیاز ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ تفصیلات ہر جگہ منطبق ہوتی ہوں:

''یہ کھانا عورتیں نہا دھو کر گیلے بالوں کے ساتھ پکاتی ہیں۔ اس کے پکانے کا طریقہ یہ ہے کہ کھولتے ہوئے پانی میں لونگ الائچی ڈال کے اس میں چاول ابال

لیتے ہیں۔ اس کے بعد ان چاولوں کو اوپر سے بگھار
دیتے ہیں۔ پھر مٹی کے کونڈے میں اس طرح رکھتے ہیں
کہ چاولوں کی ایک تہہ بنا کے اوپر شکر اور دہی ڈالتے
ہیں پھر دوسری تہہ اس تہہ کے اوپر رکھ کر اس پر بھی دہی
ڈالتے ہیں۔ اس طرح کئی تہیں بناتے ہیں اور زردے
کی بھی صحنک ہوتی ہے۔ اس میں دہی نہیں ہوتا۔
شادی کی صحنک میں پینڈیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ یہ
پینڈیاں صحنک سے الگ ہوتی ہیں۔ صحنک کھانے کے
بعد صحنک کے چاولوں کی کھرچن وغیرہ جو پتیلی میں بچ
جاتی ہے اس میں دہی ملا کر لڈو بنائے جاتے ہیں اور
ان لڈوؤں کو صحنک کھانے والی بیبیاں پھر کھاتی ہیں۔
اسے صحنک دوہرانا کہتے ہیں۔ صحنک دوہرانا بھی گویا
واجبات میں سے ہے۔ اب مٹی کے کونڈوں کی کوئی
خصوصیت نہیں ہے۔ صحنک کھانے کے لیے باعفت و
باعصمت ہونا ضروری ہے۔ بیوہ عورت کو بھی صحنک
میں شریک نہیں کرتے۔ عورتیں اس نذر پر مردوں کا
پرچھاواں تک نہیں پڑنے دیتیں اور نہ مرد اس نذر کو
چکھتے ہیں بلکہ بعض گھرانوں میں نابالغ بچوں تک کو یہ
نذر نہیں چکھائی جاتی''۔

مخزن المحاورات میں حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء کی
جگہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک لکھ دیا ہے۔

(۱۹۹) ایک سوننانوے

اس پر مولوی سید احمد صاحب فرہنگ آصفیہ میں لکھتے ہیں:

''ہم حیران ہیں کہ ہندوستانی مخزن المحاورات کے جدید محقق نے بی بی عائشہؓ کی نیاز کہاں سے لکھ دیا۔ جب ایک قوم کی رسمیں معلوم نہیں تو اس میں ہاتھ ڈال کر اوروں کو گمراہ کرنے اور غلطی میں ڈالنے سے کیا فائدہ۔ اس سے تو نہ لکھنا ہی بہتر تھا''۔

صدا کہنا

اردو محاورہ

فقیر بھیک مانگتے وقت مخصوص آواز میں کچھ کہت سی کہتے ہیں۔ ہر فقیر اپنی ایک کہت مقرر کر لیتا ہے اور وہی ایک خاص لحن سے کہتا رہتا ہے۔ اسے صدا کہنا کہتے ہیں۔ اب یہ محاورہ سننے میں نہیں آتا اور اس کی جگہ صدا کرنا یا صدا دینا یا لگانا بولا جاتا ہے

نہیں ''یا صنم'' مومنؔ اب کفر سے کچھ
کہ خو ہوگئی ہے صدا کہتے کہتے
مومنؔ

۲۔ ''..... تھوڑی دیر میں مکان سے ایک لڑکی نکلی اور پوچھا تم کون ہو اور کیا کام ہے۔ انھوں نے کہا میں فقیر ہوں۔ وہ لونڈی یہ سن کر چلی گئی اور جا کر کہہ دیا کہ ایک فقیر کھڑا ہے۔ لونڈی نے کچھ پیسے دیے اور کہا کہ جا کر دے دے وہ لڑکی پیسے لے کر آئی اور مولانا کو دینا چاہا۔ مولانا نے کہا میں ایک صدا کہا کرتا ہوں

اور بغیر صدا کیے لینا میری عادت نہیں تم اپنی بی بی سے کہو کہ میری صدا سن لے.....'' [روایات الطیب۔ قاری محمد طیب صاحب، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۶۵۔۶۴]

۳۔ راقم الحروف کے ماموں صاحب، جناب مولوی فرید عالم صاحب چشتی بچھرایونی مدظلہ العالی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج فرماتے ہیں:

''میری دادی صاحبہ جب کسی فقیر کی آواز سنتیں تو کہتیں کہ دیکھو فقیر صدا کہہ رہا ہے اسے کچھ دے آؤ''

(خالد حسن قادری)

صلائے سمرقندی

صلائے سمرقندی: بعض جگہ اس لفظ کو حائے حطی سے صلاح سمرقندی بھی لکھا گیا ہے۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

''رسالہ مزیل الاغلاط میں لکھا ہے کہ صلاح سمرقندی غلط العوام ہے۔ صحیح صلائے سمرقندی ہے۔ کیوں کہ اہلِ سمرقند کھانے پر عام تواضع کرتے اور سب کو کھانا کھانے کے لیے کہتے ہیں۔ کجا کہ ان کے پاس بہت سا کھانا ہو اور پھر باز رہیں۔ لیکن خانِ آرزو کی رائے ہے کہ صلائے دروغ یا طلب سرسری سے مراد ہے جو نہ دل سے ہو یعنی صرف منہ جھٹلانے کے واسطے ہو۔ چناں چہ آج کل اردو اور فارسی اشعار میں صلائے سمرقندی ایسے ہی معنی میں پایا جاتا ہے۔

خان آرزو کی رائے میں اہل سمرقند میں ظاہری خلق اور منہ دیکھے
کی محبت بہت ہے۔ مگر دل سے ایسی ہے جیسے آج کل اہلِ
دہلی کا وتیرہ ہو گیا ہے۔ بعض شعرائے فارس جیسے اسیری
لاہجی کے اشعار سے صلاح جائے حطی سے بھی معلوم ہوتا
ہے۔ چناں چہ ہم نے اسیری کا شعر صلاح نمبر ۵ میں لکھا ہے۔
مرزا حسین شریف صاحب طہرانی جو اس وقت
میرے پاس تشریف لائے فرماتے ہیں کہ ایران
میں اخیر ہی معنی میں صلائے سمرقندی و خوش باش
سمرقندی بولتے ہیں باقی بناوٹ ہے''
مولوی سید احمد صاحب نے صلاؔح کے نمبر ۵ میں اسیری
کا یہ شعر دیا ہے۔
۵۔ تواضع طعام، کھانا کھلانے کی التجا۔ اگر چہ اس معنی
میں صلا ٹھیک ہے مگر اسیری کے شعر سے معلوم ہوتا ہے
کہ لفظ صلاح بھی اس معنی میں درست ہے۔ کیوں کہ
اس نے صلا ذوق کی جگہ صلاح گفتن، فلاح اور نجاح
کے قافیہ کے ساتھ باندھا ہے۔

ساقی ما از کرم میخانہ را در باز کرد
جام سے برکف گرفت و گفت رانداں واصلاح

صنڈل گھِسنا
اردو محاورہ

عورت کا عورت کے ساتھ رفع شہوت کرنا۔
''مساحقت کرنا زنانِ دوست باز کا''۔

جان صاحب

نکالوں پیٹ سے جو پانوں کیا ہے سر پھرا میرا
گھسے یاں کون صندل تم سے یہ عادت نہیں مجھ کو
مولوی محمد منیر صاحب منیر لکھنوی، محاوراتِ نسواں
[کانپور، ۱۹۳۰ء]

صنم کا کھیل

مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں:
ایک قدیمی کھیل ہے جو استادانِ عاشق مزاج کے اختراعات سے دل بہلانے اور شاہدانِ پری تمثال کے پرچانے کا ایک اچھا لٹکا ہے۔ چناں چہ حضرت قلندر بخش جرات وغیرہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے:

کچھ داغ جوانی میں نہیں عشق کا چپکا
طفلی میں بھی ہم کھیل جو کھیلے تو صنم کا
سونے نہ دیں گے اور نہ سوئیں گے رات بھر
کھیلیں گے آج کھیل صنم کا صنم سے ہم
احسن اللہ خان

اس کھیل کے قواعد میں ایک مختصر رسالہ بھی سید حسین شاہ صاحب حقیقت کی تصنیف سے یادگار ہے۔ جس کا نام مصنف موصوف نے صنم کدہ چیں تجویز فرما کر ۱۲۰۹ ہجری میں تیار کیا۔ وہ ۱۲۶۹ ہجری میں ۴۳ صفحہ پر مطبع مصطفائی سے چھپا۔ اس کھیل کو اس طرح شروع کرتے ہیں کہ چند ہم عمر باہم مل کر ایک جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور دائیں جانب سے حرف الف کا دورہ شروع کرتے ہیں یعنی

ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ صنم آمد۔ دوسرا اس سے پوچھتا ہے از کجا؟ وہ کہتا ہے از احمد نگر۔ غرض آخیر تک اسی طرح اس سے سوال کرتے جاتے ہیں۔ وہ ہر ایک کا جواب دیتا جاتا ہے جب الف کا دورہ ختم ہو جاتا ہے تو بے کا دورہ شروع کرتے ہیں اور اسی طرح یے تک لے جا کر ختم کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک چیز کے جواب دینے میں بھی عاجز و قاصر رہتا ہے تو اسے اس طرح شرمندہ کرتے ہیں کہ جس حیوان کی چاہتے ہیں اس سے بولی بلواتے ہیں۔ بعض لوگ الف۔ عین۔ حا۔ ہا۔ سین۔ صاد۔ ذال۔ زائے۔ ضاد۔ ظا کا فرق نہیں کرتے اور زیور و شیرینی وغیرہ چاہتے ہیں سو پوچھ بھی لیتے ہیں۔ تمثیلاً یہاں ایک سوال کر کے اس کا جواب بھی لکھا جاتا ہے۔ صنم آمد؟ از کجا؟ از احمد نگر۔ کجا می رود؟ بہ آگرہ۔ بر چہ سوار است؟ اشتر۔ چہ پوشیدہ است؟ اچکن۔ در دست چہ دارد؟ انگشتری۔ چہ می خورد؟ انگور۔ چہ می نوشد؟ آب۔ چہ می سراید؟ ایمن کلیان۔ شعرے ہم یاد دارد؟ آرے (یہاں پر چاہے جس زبان کا شعر پڑھے اختیار ہے)

اے باد اگر بہ گلشن احباب بگذری
زنہار عرضہ دہ بہ جاناں پیام ما

(۲۰۴) دوسوچار

آج بیڈھب ہے ہمارے دل میں کچھ آئی ہوئی
جامِ مے بھی سبز ہے اور ہے گھٹا چھائی ہوئی

آ پیارے نین میں پلک ڈھانک تو ہے لون
نہ میں دیکھوں اور کو نہ تو ہے دیکھن دون

کدام مثل ہم یاد دارد؟ آرے۔ آمدن بہ ارادت رفتن بہ اجازت۔

کدام چیستاں ہم یاددارد؟ آرے

آں چیست کز و حسنِ بت افزوں گردد
اندر کفِ مہ و شاں موزوں گردد
سبز است تنش گر رسد آب بہ او
چو آب باو رسد ہم خوں گردد

(یعنی مہندی)

اٹھے تو اک روگ اٹھا دے بیٹھے تو دکھ دے
جاوے تو اندھیری لاوے آوے تو سکھ لے

(یعنی آنکھ)

بس اسی طرح کے ہر حرف کے سوال کیے جاتے ہیں۔

صید

اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم

علاوہ معروف معنوں کے

ا۔ کبوتر بازی کی اصطلاح میں ایک معاہدہ جس کے تحت کبوتر باز دوسرے کے کبوتر اڑا کر پکڑ سکتے ہیں اور اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ مثال فقرہ: "ہمارے اس کے صید ہے"۔

(۲۰۵) دوسوپانچ

اس معاہدے کے دونوں فریقوں کو صیدی کہتے ہیں۔

حریف، مخالف

صید بدنا: نوراللغات کے مطابق پتنگ بازی، کبوتر بازی یا بٹیر بازی کا مقابلہ شرط لگا کر

صید میں باندھنا: کسی قول وقسم کا پابند کر دینا، کسی شرط میں باندھ دینا

نہ باندھا ہو اس کو کسی صید میں
کیا ہو نہ اس کے تئیں قید میں

میر حسنؔ [سحرالبیان]

ض

ضِلَع

اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

علم ادب میں ایک طرح رعایت لفظی، ذو معنی بات، ضلع جگت، پہلودار بات بولنا یا کہنا

''اس زمانے کی شاعری میں رعایت کو بھی صنعت سمجھتے ہیں اور رعایت اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا استعمال کریں جسے کسی اور لفظ کے ساتھ کچھ تعلق اور مناسبت محض لفظی ہو جیسے اس شعر میں:

یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت
نقش پا میں ہے تپ گرمیٔ رفتار ہنوز
غالبؔ

لفظ یک قلم معنی کے اعتبار سے سرتاسر کے معنی پر ہے لیکن لفظ کے اعتبار سے قلم کو صفحہ سے ایک تعلق ہے...... یا جیسے سید امانتؔ کا یہ شعر:

عاشق کو زہر غیر کو مصری کی ہو ڈلی
اس طرح کی بنات زباں سے نکالیے

کہ نہ بات نکالیے اس مطلب کے لیے ہے کہ بات نہ نکالیے اور نبات اور مصری کو باعتبار لفظ باہم وگر د تعلق و تناسب ہے...... غرض کہ اس میں شک نہیں کہ اسے رعایت کہیں یا ضلع کہیں بعض بعض مقام میں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں اس قدر افراط و تفریط کو دخل دے دیا ہے کہ

(۲۰۷) دوسوسات

اس ضلع کے خیال سے حسن معنی وسلاست الفاظ تک کا خیال نہیں رکھتے جیسے امانتؔ نے ایک مرثیہ میں کہا ہے: شامی کباب ہو کے پسند اجل ہوئے۔ اس سبب سے فصحاء کو اب اپنے کلام میں ضلع بولنے سے کراہیت آگئی ہے اور بے شبہہ قابلِ ترک ہے کہ یہ بازاریوں کی نکالی ہوئی صنعت ہے۔ اہل ادب نے کہیں اس کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ شہر کے لونڈ جب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو ضلع بولتے ہیں۔ ایک کہتا ہے تمہاری چکنی چکنی باتوں نے چھا لیا یعنی چکنی ڈلی اور چھالیا۔ دوسرا جواب دیتا ہے ''میں تیرا یار کدتھا یعنی کتھا۔ وہ کہتا ہے آنکھ پر پنجہ رکھ کر کیوں بات کرتے ہو۔ یہ پنجہ کی رعایت سے جواب دیتا ہے کہ مت ٹوک رے یعنی جھاڑو پنجہ اور ٹوکرا'' [نظم طباطبائی۔ شرح غالب۔ بات، حیدرآباد، ۱۳۹۸ھ]

ط

طَرَف

اردو، عربی، مؤنث، اسم

طَرَف: اردو کا عام لفظ ہے اس کے کئی معنی ہیں:

۱۔ سمت، جانب، کنارہ، حد

۲۔ ہم پیشہ، مدمقابل

۳۔ حریف، دشمن

طرف ہونا، مقابل ہونا، ہم پلہ ہونا، برابری کرنا۔
میر تقی میرؔ نے ایک غزل لکھی جس کی ردیف "طرف" ہے۔ سوداؔ نے اسی بحر اور ردیف و قافیہ میں ایک غزل لکھی۔ کہتے وقت میرؔ کی غزل پیشِ نظر تھی۔ مقطع میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا اور میرؔ کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا۔ ان کو استاد کے لقب سے یاد کیا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ سوداؔ بڑے دبنگ اور تنگ مزاج آدمی تھے۔ کسی ایسے ویسے کو مشکل سے ہی خاطر میں لاتے اور ان کا قلم دان ہجویات کے لیے ہر وقت تیار رہتا تو سوداؔ کا مقطع ہے:

سوداؔ تو اس زمیں میں غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجھ کو میرؔ سے استاد کی طرف

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس شعر میں میرؔ کی استادی کا اعتراف ہے اور لب ولہجہ سوداؔ کی عمومی انداز کے خلاف نرم اور شائستہ ہے۔ لیکن میرؔ صاحب ایسے نازک مزاج تھے کہ

اتنی بات بھی برداشت نہ ہوئی۔ بھلا کوئی شخص ان کی برابری کا دعویٰ کرے یا ان کا مدِ مقابل ہو۔ بس فوراً کہا:

طرف ہونا مرا مشکل ہے میرؔ اس شعر کے فن میں
یوں ہی سوداؔ کبھی ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

طرف ہونا منہ لگنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ غالب کا شعر ہے:

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں کے

طرف کا تلفظ بالاتفاق ط اور ر کے زبر سے ہے۔ لیکن میر حسن نے را اور ف کے سکون سے طَرْف بھی نظم کیا ہے۔ سحر البیان میں ہے:

اسی کثرتِ فوج سے ہو سوار
پھرا شہر کی طرف وہ شہریار
قضارا وہ شب تھی شبِ چار دہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

طرق
(بفتح اول و دوم)
عربی الاصل، مذکر، اسم

[طَرِّقوا۔ صیغۂ امر حاضر جمع ''دور ہو جاؤ، راستہ دو، ایک طرف ہٹو''۔ سلاطین عرب کے آگے آگے نقیب یہ آوازیں لگاتے ہوئے چلتے تھے ''طَرِّقوا طَرِّقوا''۔ اسی سے نقیب کے معنی پیدا ہوئے]

ا۔ نقیب۔ وہ لوگ جو شاہانہ سواری کے آگے آگے اعلان کرتے چلتے ہیں۔

طَرق کے طَرق اور پرے کے پرے
کچھ ایدھر اودھر کچھ ورے کچھ پرے

میر حسنؔ [سحرالبیان]

طَرَقوزن: نقیب، افسر و مہتمم جلوس

طَیّو رفَیّو ر
اردو، عربی، اسم صفت

تیز، مستعد، چالاک، پھرتیلا، چوکس، باخبر، ہوش گوش کا

طیوروں
اردو، عربی، مذکر، اسم

طیور طائر کی جمع الجمع ہے۔ طیور کی بھی جمع اردو قاعدے سے طیوروں معدودے چند قاماء کے سوا کسی نے نہیں لکھا۔ میر حسنؔ:

وحوش و طیوروں تلک بے خلل
پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

میر حسن [سحرالبیان]

ظ

ظِلِّ ظلیل
اردو، عربی، مذکر، اسم

ظل: سایہ
ظلیل: شاداب جگہ، ہمیشہ رہنے والا سایہ
۱۔ جنت کے باغ
۲۔ ہمیشہ رہنے والے سایہ دار باغ
۳۔ فرحت باغ

ظہورا
محاورہ قلعہ معلی

فائدہ
اوروں پہ طنز کیا کرتی ہو کچھ ظہورا تو دکھایا ہوتا۔
عبیر ہندی

ظہیر
محاورہ قلعہ معلی

نحیف، کمزور
بوا پیروں چلے گا یہ تو کب
ہوگیا ہے ظہیر بنا اب
عبیر ہندی

ع

عالم گیری
اردو، مؤنث، اسم

ایک قسم کی پھنسی یا پھوڑا جو اچھا نہیں ہوتا اور کوئی علاج اثر نہیں کرتا

عبرہ
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

خراج، محصول، گھاٹ کی چنگی

میرے اشکوں کو نہ چشم کم سے دیکھ اے بحر حسن
ہیں وہ دُر بیعانہ جن کا عبرۂ بحرین ہے

نواب احمد حسن خان جوشؔ ابن نواب محمد مقیم خاں ابن نواب محبت خاں ابن نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ،
[چمنستان جوش۔ لکھنؤ ۱۲۹۰ھ]

عرب سرائے

دہلی کے ایک مشہور علاقے کا نام ہے۔ فرہنگِ آصفیہ کے مؤلف مولوی سید احمد صاحب مشہور زبان داں عالم اور لغت نویس گزرے ہیں۔ وہ عرب سرائے کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب نے خود اس کا مختصر حال اس طرح لکھا ہے:

''یہ ایک تین دروازے کی چھوٹی سی بستی شاہجہاں آباد عرف دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر جانب جنوب موضع غیاث پور میں مقبرہ ہمایوں کے متصل اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کے قریب واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء اکثر اس

سرزمین پر تشریف لا کر بیٹھا کرتے اور فرمایا کرتے تھے
کہ مجھے اس سرزمین سے کمال انسیت ہے۔
کیوں کہ یہاں سے مجھے بوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آتی
ہے۔ یہ بستی ۱۴؁ جلوس اکبری مطابق ۹۴۹؁ ہجری قدسی
میں نواب حاجی بیگم صاحبہ ہمایوں بادشاہ کی بیوی نے
حج سے آنے کے بعد بسائی تھی۔ جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ جب نواب حاجی بیگم صاحبہ مکہ معظمہ کے حج کو تشریف
لے گئیں تو وہاں سے انھوں نے ایک ایسا تحفہ لانا چاہا
جس سے تمام ہندوستان میں بزرگی اور قیام کے ساتھ
ان کا نام یادگار رہے۔ چناں چہ انھوں نے وہاں کے
علماء فضلاء کی رائے سے نہایت نجیب الطرفین عرب جو
حضرموت اور خاص بیت اللہ کے رہنے والے عابد زاہد
اور فاضل تھے مع شجرہ شرافت مختلف قبیلوں سے اسی مرد
بہم پہنچائے۔ ان میں بافقیہ، باحسن، باوجود، سقاف،
باطہ، باکثیر وغیرہ اور ان کے خدمتی لوگ تھے۔
حاکم عرب کی اجازت سے ان کو یہاں لائیں اور موضع
غیاث پور میں انھیں کے نام پر ایک گاؤں بسا کر عرب
سرائے کے نام سے نامزد کیا۔ ان لوگوں نے یہاں آ کر
اس بستی کو نمونہ عرب بنا دیا۔ جا بجا عربی کھجور کے درخت،
عرب کا ملوکیا ساگ لگایا۔ قہوہ اور صلوٰۃ کا رواج دیا۔

صبح نماز میں صلوٰۃ کا پڑھنا۔ مردے کے ساتھ صلوٰۃ پڑھتے ہوئے بطریقِ عرب جانا عجب کیفیت اور لطف دکھاتا تھا۔ ان لوگوں کی شادیاں گو ہندوستان میں ہوئیں مگر رسمیں تمام عربی ہی قائم رہیں۔ شاہی خزانے سے ان کی تنخواہیں مقرر ہوئیں جو سلطنتِ مغلیہ کے آخیر تک کچھ نہ کچھ قائم رہیں۔ اس کے بعد جب ۹۶۹ ہجری میں پندرہ لاکھ روپے کے صرف سے سولہ برس کے عرصہ میں مقبرہٗ ہمایوں جو خاص اس بستی کی وجہ سے وہاں بنایا گیا تھا، تیار ہوا تو بادشاہ کی قبر پر جا کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچانا اور نگرانی رکھنا بھی انھیں لوگوں کے سپرد ہوا۔ ان لوگوں کے پاس خاص وہی شجرہ جو عرب سے مواہیر ثبت ہو کر آیا تھا اب تک موجود ہے۔ اگرچہ کرم خوردہ ہوگیا ہے مگر پڑھا صاف جاتا ہے اور وہ اب حاجی الحرمین شریفین جناب مولوی سید عبداللہ صاحب بالفقیہہ سررشتہ دار کوہ شملہ کے پاس تبرکاً رکھا ہے جسے دیکھ کر اکثر لوگ ان لوگوں کی شرافت اور حسب نسب کی تعریف کرتے ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح بندۂ مؤلف (سید احمد) کے سگے ماموں خلقِ محمدی میں ڈوبے ہوئے درویش صفت بلکہ اپنے وقت کے حاتم ہیں۔ ہندوستان سے لے کر عرب اور ایران بلکہ قسطنطنیہ تک لوگ ان کو جانتے ہیں۔ افسوس ہے کہ عرب سرائے

میں ان کے بعد کوئی شخص صفادیدعرب کا دکھانے والا
ہندوستان اور علی الخصوص عرب سرائے میں نہ رہے گا۔

عرعر
اردو، عربی، مذکر، اسم

چیڑ کا درخت

اکڑ رہے ہیں بہت سرو عرعر و شمشاد
صبا چمن میں مرا نونہال ہے کہ نہیں
نواب احمد حسن خاں جوشؔ

عزب
اردو، عربی الاصل، صفت

مرد مجرد، بے عورت مرد

عسب
عربی، اردو

عسب کے معنی عربی میں نسل کے ہیں۔

توالد وتناسل کی غرض سے اچھی نسل کے سانڈ کو مادین
سے جفتی کے لیے کرایے پر لینے کا رواج ہے۔ جفتی کی
اجرت کو بھی عسب کہتے ہیں۔

عسراء
عربی، اردو

کھبتی۔ الٹے ہاتھ سے کام کرنے والی۔ وہ عورت جو
داہنے ہاتھ کی نسبت بایاں ہاتھ زیادہ استعمال کرتی ہو۔

عشق ہے

اردو کا قدیم محاورہ ہے بمعنی آفریں، مرحبا

بطور کلمہ تعریف کے استعمال ہوتا تھا اور اس کا استعمال "کو عشق ہے" سے ہوتا ہے۔

رنج رہ کیوں کھینچے واماندگی کو عشق ہے
اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم منزل میں ہے
غالبؔ

عشق ان کی عقل کو ہے جو ماسوا ہمارے
ناچیز جانتے ہیں نابود جانتے ہیں
میرؔ

اس شعر کے سلسلہ میں جناب علامہ شمس صاحب بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں عشق معنی معروف میں تو فصیح ہے لیکن میرؔ نے اس کے جو معنی لیے ہیں میر کے دور میں تو قریب الفہم تھے یعنی آفریں لیکن آج کل نہیں۔ اس کلمہ میں تنافر اور مخالفت قیاس لغوی موجود ہے۔ آپ کو کسی اردو لغت میں عشق کے معنی آفریں کے نہیں ملیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب رضاؔ کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ [کراچی ۱۹۷۶ ص ۱۹۴]

کسی اردو لغت میں عشق کے معنی آفریں ہی نہیں اور میرؔ کے اس شعر میں عشق اپنے معروف معنی یعنی محبت کے معنی میں استعمال بھی نہیں ہوا۔ اگر عشق کے معروف معنی اس شعر میں

لیے جائیں تو فصیح کیا معنی شعر با معنی بھی نہیں رہتا۔ میر نے
عشق کے معنی آفریں کے بھی نہیں لیے۔ میر نے پورا محاورہ
استعمال کیا ہے یعنی عشق ہے اور عشق ہے کہ معنی آفریں
کے لیے ہیں محض عشق کے معنی آفریں نہیں لیے۔ اس لیے
اس کلمہ میں نہ تناضر ہے نہ مخالفت قیاس لغوی ۔
میر کے دیوان اول کی ایک غزل کی پوری ردیف ہی ہے۔
کو عشق ہے۔ جس کے مطلع میں دونوں جگہ یہی معنی ہیں۔

شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہے
اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے

علاقہ بند
فارسی، اردو، مذکر، اسم فاعل

بیل، فیتے، ڈوری، جھالر کا کام کرنے والا، زیورات
میں ڈورے ڈالنے والا

عملہ ستک
اردو، اصطلاح۔ موئث۔

لین دین کی دستاویز۔ وہ کاغذ جس کے ذریعے کسی
عمارت، مقام، جائداد یا علاقہ سے کرایہ، لگان،
محصول وصول کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ وہ سرکاری
دستاویز جس کے ذریعہ نیلام میں خریدی ہوئی جائداد
پر قبضہ کا حق حاصل ہو

(۲۱۸) دوسو اٹھارہ

عورتوں کے مہینے

اردو معاشرے میں برصغیر میں عام طور پر انگریزی مہینوں کے نام استعمال ہوتے ہیں۔ بعض دینی حلقوں میں اسلامی نام بھی مستعمل ہیں مثلاً محرم، صفر وغیرہ لیکن بعض علاقوں اور بعض گھرانوں میں گھر کی عورتیں ان مہینوں کے الگ نام استعمال کرتی تھیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ محرم (محرم)، ۲۔ تیرہ تیزی (صفر)، ۳۔ بارہ وفات (ربیع الاول)،

۴۔ میران جی (ربیع الآخر)، ۵۔ مدار (جمادی الاول)،

۶۔ خواجہ معین الدین (جمادی الآخر)، ۷۔ رجب (رجب)،

۸۔ شب برات (شعبان)، ۹۔ رمضان (رمضان)،

۱۰۔ عید (شوال)، ۱۱۔ خالی (ذی قعدہ)، ۱۲۔ بقر عید (ذی الحجہ)

غ

غچلی پن
اردو، صفت

[غچلی، گندگی، گھناؤنا پن]

گندا، میلا، گھناؤنا

ا۔ گندگی، گھناؤنا پن۔

مگر جو غچلی پن ہم ہندوستانی مسلمانوں کے کھانے کی مجلس میں ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا کسی ملک کے کھانے کی مجلس میں نہیں ہوتا۔

محمدی بیگم [خانہ داری۔ لاہور۔ ۱۹۳۳]

غارت غول
محاورہ

خانہ خراب، تباہ و برباد شدہ، ضائع، گم وغیرہ۔

مولوی سید احمد صاحب نے یہ مثال دے کر تفصیل لکھی ہے۔

بہائے آنسوؤں کے غول گرداب
یہ چشم تر ہے غارت غول گرداب

یہ لفظ اصل میں غارت غور ہے۔ جس طرح ترکتاز، تاخت و تاراج ترکاں کے سبب فارس میں بمعنی غارت گری رواج پایا۔ اسی طرح یہ محاورہ غوری خاندان کی غارت گری کے سبب ہند میں مروج ہوا۔ چوں کہ شہاب الدین عرف محمد غوری نے اپنے قوی ہیکل افغانوں کو لے کر ہند اور غزنی کو بار بار تاخت و تاراج کیا۔ اس سبب سے گیارہویں صدی عیسوی سے یہ محاورہ

زباں زد خلائق ہوگیا۔ اور سب سے زیادہ عورتوں میں
جولوٹ مار کے نام سے کانپتی ہیں اس لفظ نے دخل پایا۔
رفتہ رفتہ حسب قائدہ رائے مہملہ کا لام سے بدل ہو کر
غارت غور سے غارت غول ہوگیا۔ چنانچہ شعراء نے دونوں
طرح استعمال کیا ہے۔ ایک مثال [اوپر] گزر چکی ہے
دوسری حکیم مولا بخش قلق شاگرد رشید حکیم محض خاں دہلوی
کے دیوان سے یہاں لکھی جاتی ہے۔

ہوئے ہیں نالہ و فریاد تک بھی غارت غور
لٹا ہے منزل الفت میں کارواں کیا

غل

شور ہنگامہ، آفت، کان پڑی آواز نہ سنائی دینا، چیخم دھاڑ،
شور و شغب، پلیٹس لکھتا ہے کہ غلو اور غلغل کی تخفیف
ہے۔ اردو کا عام لفظ ہے۔ مومن خاں مومن دہلوی لکھتے ہیں۔

میری فریاد سن کہتا ہے اسرافیل حیرت سے
قیامت آ گئی کیوں کر یہ غل کیا زمیں پر ہے

ذوق دہلوی کا شعر ہے

پروانہ بھی تھا گرم تپش پر کھلا نہ راز
بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا

فرہنگ آصفیہ میں ہے

و بعض محقق اس لفظ کو فارسی بھی نہیں مانتے۔ ان کے
نزدیک اردو یا مبتذ ہے۔ اگر چہ ملا نظامی نے ہفت پیکر

میں یہ لفظ بمعنی شور باندھا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ اس میں انھوں نے اہل ہند کی پیروی کی ہے۔ اگر یہ لفظ فارسی کا ہوتا تو برابر وہاں کی تصانیف میں پایا جاتا۔ ہماری رائے میں بھی یہ فارسی تو نہیں گر غلغل کا مخفف ہوسکتا ہے۔ اگر ہندی قرار دیں تو یوں تاویل ہوسکتی ہے۔ کہ عجب نہیں جو یہ لفظ پنجابی گل بمعنی بات گل ہو کر غل ہو گیا ہو۔

غلام گردش
اسم، اردو

کوٹھیوں، بنگلوں، محلوں میں رہائش کے کمروں کے اردگرد جو راستہ ملازموں نوکروں کے آنے جانے کے لیے ہوتا ہے اسے غلام گردش کہتے تھے تاکہ ہرا یرا غیرا آیا گیا صاحبوں کے بیچ سے کمروں میں ہو کر نہ گزرے۔ حرم سرا اور دیوان خانے کی بیچ کی دیوار۔ وہ دیوار جو حرم خانہ اور دیوان خانہ کے درمیان حائل ہو، پردے کی دیوار، کوٹھی یا محل کے چاروں طرف کا برآمدہ جہاں نوکر چاکر، اردلی، چپراسی رہتے اور آتے جاتے ہوں۔

مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں:

''اس لفظ پر غالب کا ایک لطیفہ سننے کے قابل ہے۔ ایک مرتبہ مرزا فتح الملک ولی عہد بہادر نے غالب کو یاد کیا

(۲۲۲) دوسو بائیس

جب آپ غلام گردش تک پہنچ گئے تو وہ بھول گئے۔ یہ بڑی دیر تک وہاں کھڑے رہے۔ اتفاقاً ولی عہد بہادر کو پھر یاد آیا کہ ہم نے غالب کو بلایا تھا۔
ملازموں سے پوچھا غالب حاضر ہے۔ آپ نے باہر سے خود جواب دیا۔ کہ غلام گردش میں آ گیا ہے۔ ان کی واقعی گردش اور برجستہ لطیفہ سے وہ بہت خوش ہوئے''۔

غُلیلا
اردو، فارسی، مذکر، اسم

غلّہ، گلّہ، پتھر کنکر یا پختہ مٹی کی گولی جسے غلیل میں استعمال کرتے ہیں۔

ف

فارسی بگھارنا

مولوی سید احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ ''ایسی زبان بولنا جسے دوسرا نہ سمجھے۔ اس موقع پر ہمارے نئے محاورہ داں مخزن المحاورات کے جامع نے گلشن فیض کے سبب تو مثال میں اور اپنی علمیت کے سبب ایک معنی میں بڑا دھوکا کھایا۔ مثال کا دھوکا تو ہے جرأت کے شعر کی مثال جو دی گئی وہ صحیح نہیں۔ اس جگہ فارسی سے مراد ساکنانِ فارس صاف ظاہر ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ وہ زبان بولنا جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور مثال میں یہ شعر دیتے ہیں۔

کیا جانیے کہ بولیں گے کیا واں کے فارسی
جرأت گئے جو شعر ترے اصفہان کو

جرأت

ہم پوچھتے ہیں یہاں بولنے کا فاعل کون ہے؟ اہل فارس یا شعر؟ اگر اہل فارس ہیں تو پھر یہ مثال کاہے کی ہوئی۔ اور جو شعر ہے تو شعروں کا بولنا آپ ہی سے سنا ہے۔ دوسرے کی نقل بے سمجھے کر دینے سے ایسی ایسی قباحتیں پیش آتی ہیں۔ علمی غلطی یہ ہے کہ آپ اس محاورے کے معنی میں دو فقرے لکھتے ہیں اول فقرہ تو یہ ہے ۔

"ایسی زبان بولنا جو دوسروں کی سمجھ میں نہ آئے"۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا دوسرا مترادف فقرہ یہ ہے کہ "نافہمیدہ باتیں کرنا"۔ حضرت اس جگہ اس کے کیا معنی؟ اور کیا موقع ہے اور اگر اس کے معنی آپ یہ لیتے ہیں کہ بے سمجھی باتیں کرنا تو فقرہ تو درست ہے مگر معنی غلط بلکہ محض غلط ہیں لیکن اس صورت میں بھی اس کو دوسرا نمبر دے کر یا معنی کا فرق دے کر لکھنا واجب تھا۔

فارغ خطی — حساب کتاب برابر ہونے کی تحریر، لادعویٰ، محاسبہ کے انفصال کی تحریر، آزادی کا پروانہ، اس سبب سے طلاق کو بھی کہتے ہیں۔

فارغ خطی لکھوانا — دھمکی سے رسید لینا، زبردستی اقرار کرانا۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی فرہنگ آصفیہ میں لکھتے ہیں:

اس معنی کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ کسی ساہوکار نے کسی بھلے مانس پر اس قدر سود چڑھا دیا تھا کہ اصل سے آٹھ گنا لے چکا مگر تقاضہ برابر چلے جاتا تھا۔ ایک روز اس شخص نے کہا کہ آج آپ اپنی بہی لے کے آئیں اور حساب بے باق کر جائیں۔ اور ادھر تاشے والوں کو بلا کر بٹھا دیا کہ جس وقت ہم کہیں بجانا شروع کر دینا۔ جب لالہ صاحب آئے تو وہ ان کو مکان کے اندر لے گیا اور

ہاتھ پاؤں باندھ کر پیٹنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ فارغ خطی لکھ۔ ادھر سے تاشے والوں کو حکم دیا کہ تاشوں پر چوٹ پڑے۔ جب لالہ کی آواز بھی کوئی نہ سن سکا تو مجبوراً بہی میں بھر پایا لکھ کر ایک رسید ان کو دے دی اور اپنے گھر چلے آئے۔ اتفاق سے ایک روز کسی کی برات کا باجا بج رہا تھا۔ لڑکے نے کہا ہمیں برات دکھالا انھوں نے سادگی سے اسے جواب دیا۔ ابے چپکا ہو رہ۔ کسی کی فارغ خطی لکھوائی جاتی ہوگی۔ پس جب سے عوام میں یہ فقرہ بطور مذاق مشہور ہوگیا ورنہ کوئی محاورہ ہے نہیں۔

فراق

علاوہ معلوم و معروف معنی کے ضلع مراد آباد کے مشہور و مردم خیز قصبہ بچھرایوں کے قبائل میں ایک خاص معنی میں رائج ہے۔ راقم الحروف سمجھتا تھا کہ کسی نامعلوم سبب سے یہ اس طرح رائج ہوگیا ہے۔ جس کی کوئی تحریری سند کہیں نہ ملتی تھی لیکن پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ہاں سیر کوہسار میں بالکل اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قبایل بچھرایوں فراق کے لفظ کو انتہائی طلب، تمنا، خواہش، آرزو، انتہائی فکر، لگن وغیرہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً خواجہ صاحب کو سوٹ کیس کا فراق لگا ہے۔ ''آج کل وہ امتحان کے فراق میں ہیں''۔ اس معنی میں فراق کا یہ استعمال نہایت خاص

ہے اور کہیں سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔

۱۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کی مثال یہ ہے:

''اتنے میں شہزادہ بیگم نے کہا اے یہ دونوں کس فراق میں ہیں، کہاں چل دیں''۔

[لکھنؤ ۱۹۳۴ص ۳۳۵]

۲۔ وہ چوہا جو بیٹھا ہوا اس الو کی باتیں سن رہا تھا سوچ گیا کہ ہونہ ہو یہ میرے ہی کھانے کے فراق میں لگا ہوا ہے''۔

[اردو کی تیسری کتاب۔ امریکی مشن پریس، لودھیانہ صفحہ ۱۲۰، ۱۸۹۰ء]

(اسکے) فلک کو خبر نہ ہونا

انتہائی بے خبری اور لاعلمی و جہل کو ظاہر کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔

تجھ رو میں لطف ہے سو فلک کو خبر نہیں
خورشید کیا ہے اس کے، فلک کو خبر نہیں

میر عبداللہ تجدد

فَوتی
اردو صفت

۱۔ مردہ

۲۔ لاوارث مرنے والے کی جائداد جو حکومت کی ملک ہو جائے

فوتی فراری
صفت

مار کر بھاگ جانے والا

لاپتہ ولاخبر یا مفقود الخبر آدمی جو مردہ سمجھ لیا جائے، اس کی جائداد

فوتی نامہ

مرنے والوں یا مارے جانے والوں کی فہرست۔
آدمیوں کی فہرست کو فوتی نامہ اور جانوروں کی فہرست کو سقطی نامہ کہتے ہیں۔

فوارہ

عام لفظ اور مشاہدے کی چیز ہے۔ (ماخوذ از آصفیہ)
از فور بمعنی جوشیدن، منبع، جھرنا، آبشار۔
اس لفظ کے عربی الاصل ہونے میں کلام ہے۔ کیوں کہ جس معنی میں اہل فارس اور زباں دان اردو نے مستعمل کیا ہے عربی تصانیف اور کتب میں نہیں آیا۔ البتہ قاموس میں منبع آب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ لفظ عربی زبان میں اس معنی میں آیا بھی ہو تو معرب ہے۔ اور ہندی پھہارا سے بنایا گیا ہے جو پھہار بمعنی باریک قطرات آب سے مشتق ہے۔ عربی میں بہت سے ہندی الاصل الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں اس قسم کا تصرف ہوا ہے۔ جیسے چندل سے صندل، تری پھل سے اطریفل، پلپل سے فلفل، کرن پھل سے قرن فل وغیرہ''۔

فرہنگ آصفیہ میں مولوی سید احمد صاحب دہلوی نے اکثر اکثر جگہ اپنے ہم عصر لغت نگاروں کا شکوہ کیا ہے جو ہم نے بعض مقامات پر نقل بھی کیا ہے۔ وہ ان لغت نویسوں کو حاطب اللیل تصور کرتے ہیں کہ بغیر اجازت اور بغیر حوالہ کے مولوی صاحب کی تحقیقات کو اپنا مال بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ یہاں پر یہ لکھنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ فوارہ کے سلسلہ میں مولوی صاحب کی جو تحریر اوپر نقل ہوئی وہ لفظاً لفظاً انھوں نے غیاث اللغات سے بغیر حوالہ کے ترجمہ کی ہے۔ بلکہ بعض جملے حذف بھی کر دیے ہیں۔ احتیاط یہ رکھی ہے کہ غین کا حرف بھی استعمال نہ ہو کہ کہیں غیاث کی طرف ذہن منتقل نہ ہو جائے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو یقینی مولوی صاحب کے حق میں کلمۂ خیر نہیں۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ غیاث اللغات میں فوارہ کے ذیل میں کیا مندرج ہے:

فوارہ بضم و تخفیف، سرجوش از بحر الجواہر، و صاحب بہار عجم نوشتہ کہ ایں لفظ مستحدث فارسی زبانانِ عربی دان است، از مادہ فور کہ بمعنی جوشید است، اشتقاق کردہ اند، تم کلامہ، و در سراج نوشتہ کہ فوارہ بالفتح و تشدید واو معروف است۔ بعضے گویند کہ ظاہرا صیغۂ مبالغہ است۔ از فور بمعنی جوشیدن۔ لیکن در عربی مستعمل نیست۔ پس از تصرف

فارسیان معرب باشد۔ و از قاموس بمعنی منبع آب دریافت میشود تم کلامہ۔ و در منتخب نوشتہ کہ فوارہ باضم آں کہ در دیگ جوش کند۔ و بالفتح و تشدیدِ واو بسیار جوش کنندہ۔ تم کلامہ۔ فقیر مؤلف گوید کہ فوارہ بضم اول۔ و تخفیف پھوہارہ کہ لفظ ہندی الاصل است و منسوب بہ پھوہارہ کہ بہ ہندی قطرات باریک را گویند۔ والفِ آخررا کہ بقاعدہ ہندی برائے نسبت بود بجہت تخفیف حذف کردہ تائے نقل کہ در اواخر الفاظ عربی برائے نقل از معنی وصفی بمعنی اسمی می آید لاحق کردند۔ و چنانکہ تا در لفظِ خلیفہ و ذبیحہ و کافیہ و شافیہ و تعریب لفظ ہندی بسیار است۔ چنانکہ قرنفل، واطریفل، معرب کرن پھل و تری پھل“۔

مولوی غیاث الدین صاحب رام پوری ابن مولوی جلال الدین صاحب مؤلف غیاث اللغات کے اس بیان کا لفظی اردو ترجمہ غیر ضروری ہوگا۔ کیوں کہ سوائے چند فقروں کے سب کا سب مولوی سید احمد صاحب دہلوی نے فرہنگ آصفیہ میں لکھ دیا ہے۔ ہمارے پیش نظر غیاث اللغات کا جو نسخہ ہے وہ مطبوعہ مطبع رزاقی کان پور ہے۔ سنہ اشاعت ۱۳۲۳ ہجری مطابق ۱۹۰۵ عیسوی۔ فرہنگ آصفیہ کی جلد سوم جس میں فوارہ درج ہے پہلی مرتبہ ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی یعنی ۱۳۱۶ ہجری۔

اب ایک شبہ یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے جو قیاس کیا فرہنگ آصفیہ نے غیاث اللغات سے التقاط کیا تو کہیں امر واقع اس کے برعکس تو نہیں۔ کیوں کہ مطبوعہ غیاث ۱۹۰۵ء کی اور آصفیہ ۱۸۹۸ء کی۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیوں کہ مولوی غیاث الدین صاحب نے اپنی لغات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ لغت:

''یک ہزار و دوصد و چہل و دو ہجری بہ اختتام رسیدہ و ہفت تاریخش بہ ایں اسلوب از عالم غیب بعرصۂ شہود جلوہ گر گردیدہ۔ اول معیار فضائل دوم صیقلِ الفاظ سوم خاتم عقلا............''

۱۲۴۲ ہجری تقریباً ۱۸۲۶ عیسوی کے مطابق ہوتی ہے۔ ہم نے اس کے ساتوں تاریخی نام نقل نہیں کیے مگر ان سب سے ۱۲۴۲ ہجری سنہ برآمد ہوتا ہے۔

فُوہ
فارسی، عربی الاصل، مذکر، اسم

ڈانگ
چمکدار پنّی جو انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھتے ہیں تا کہ نگینہ زیادہ چمکدار ہو جائے۔

فی
عربی، اردو

فی کے اردو میں بہت معنی ہیں۔ ایک تو بطور حرف جار کے استعمال ہوتا ہے۔ بطور صفت بھی مستعمل ہے۔ لیکن اسمِ مؤنث کے طور پر کمی، عیب، نقص، خامی، فتور، داغ، کھوٹ وغیرہ بھی آتا ہے۔

اور اسی ذیل میں فی رہ جانا، فی نکلنا یا نکالنا، فی ہونا بھی آتا ہے۔
فرہنگ آصفیہ میں اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان ہوئی ہے کہ کسی شخص نے کسی قاضی سے کچھ لالچ دے کر کوئی فتویٰ لکھوایا تھا۔ جب اس نے لکھ کر حوالہ کر دیا تو یہ شخص اس کی امید یا اقرار سے کچھ کم دے کر رفو چکر ہوا۔ قاضی نے اس سے کہا کہ اس میں لفظِ فی رہ گیا ہے۔ لا اسے بنا دوں ورنہ غلط رہ جائے گا۔ اس پر فتویٰ لکھوانے والے نے کہا کہ ابھی تو جب تک میں روپیہ اور نہ دوں گا تم بہیتری فی نکالے جاؤ گے۔ پس اس قصہ سے یہ محاورہ اور اس لفظ کے کمی اور نقص کے معنی اہل اردو نے مستعمل کر لیے۔ مولوی سید احمد صاحب کا مصرعہ ہے: وہ فی نکالتے ہیں مری بات بات میں

فیق
اردو، عربی الاصل، مؤنث، اسم

چنگھاڑ، ہاتھیوں کی چنگھاڑ
[عربی میں مرغی کی آواز کو کہتے ہیں]

کچھ ہاتھیوں کی فیق اور اونٹوں کی ڈکاریں
غل شور مزے بھیڑ ٹھٹھ انبوہ بہاریں
نظیر

ق

قزلباش مغلوں کی ایک قوم کا نام جن کا پیشہ سپہ گری ہے۔ مولوی سید احمد صاحب لکھتے ہیں۔ یہ لفظ قزل بمعنی سرخ اور باش بمعنی سر سے مرکب ہے۔ کیوں کہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران نے اپنی فوج کو سرخ ٹوپیاں دی تھیں پس اس وجہ سے سپاہیان ولایت کا یہ نام پڑ گیا اور ان کی قوم بھی جدا ہو گئی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ قزلباش ان قیدیوں کی اولاد میں خیال کیے جاتے ہیں جن کو تیمور لنگ نے شیخ حیدر والی ایران کو دیا تھا۔ چوں کہ وہ سرخ ٹوپیاں جو ترکوں کا امتیاز کا نشان تھا پہنا کرتے تھے اس وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔ یہ لوگ ایرانی فوج کے عمدہ سپاہی مانے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں نادر شاہ کے ساتھ یہی قوم آئی تھی اور ٹوپی والوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ چناں چہ میر تقی میر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

کوئی عاشق نظر نہیں آتا
ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

قاضی قدوہ کثیر الاولاد کو کہتے ہیں۔ اس کے ضمن میں مولوی سید احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ ایک کثیر الاولاد قاضی کا نام جس کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں حضرت آدمؑ کے بعد ان سے مخلوق بڑھی۔ چناں چہ روبک صاحب کہتے ہیں کہ

ان کی بیوی ایک مرتبہ میں ستر ستر بچے جنتی تھی۔
ہمارے دوست مولوی نجم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ قاضی قدوہ ایک بزرگ دسویں صدی ہجری میں صوبۂ اودھ میں تھے جن کے ستر بیٹے تھے۔ بادشاہ نے کثیر الاولاد سمجھ کر ہر ایک بچے کے لیے ایک ایک گاؤں مرحمت فرمایا۔ یعنی ستر گاؤں کی جاگیر عطا کی۔ چناں چہ آج تک ان کی اولاد اس جاگیر سے ملک اودھ میں فائدہ اٹھا رہی ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے مگر جہاں مولوی صاحب نے کہاوت کے موقع پر ان کی ضرب المثل کا موقع استعمال لکھا ہے اس میں مغالطہ ہوا ہے کیوں کہ وہ لکھتے ہیں:

''آدھے قاضی قدوہ آدھے باوا آدم، اس شخص کے حق میں بولتے ہیں جو اپنے آپ کو مثل حضرت آدمؑ اور قاضی قدوہ سے اعلیٰ و افضل سمجھے''۔ لیکن یہ امر موقع اور نفس عبارت کے بالکل برخلاف ہے۔

البتہ کثیر الاولاد کی نسبت کہتے ہیں کہ آپ بھی اپنے وقت کے قاضی قدوہ ہیں یعنی اپنی اولاد سے گاؤں بسا سکتے ہیں۔ ہمارے نئے محاورہ نگار بلکہ معانی تراش نے ایک قوم کا دل دکھانے کے واسطے یہاں بھی وار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"طنزاً سوری (سوریا) یا بارہ بچوں والی" ہم حیران ہیں کہ جس صورت میں مسلمان اس نام تک سے پرہیز کرتے ہیں وہ کیوں کر طنزاً ہی سہی کسی مسلمان کو سوری کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ محاورہ بولا تو جاتا ہے مرد کی نسبت انھوں نے سوری کس قاعدے سے لکھ دیا۔ یہ مانا کہ کثیر الاولاد عورت کو ان کی تحقیق کے موافق کسی قوم میں سوری کہہ دیتے ہوں مگر مرد سے کیوں کر مراد لے لی۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کا تلفظ بھی غلط لکھا ہے کیوں کہ یہ لفظ قَدْ وہ یا قِدْ وہ دو طرح پر آیا ہے"۔

قُبُل
اردو، عربی، مؤنث، اسم

فرج، اندام نہانی زن

قرآن اٹھانا

حلف اٹھانا۔ بات کی سچائی جتانے کے لیے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر یا اسے اٹھا کر قسم کھاتے ہیں۔

تو الجھتا ہے جو مجھ سے سخنِ ناحق پر
مگر انصاف ہی اس دور سے اے جان اٹھا
غیر سے ملنے کی کھاتا نہیں ہے آپ قسم
مجھ کو کہتا ہے تو اس بات پہ قرآن اٹھا
سید علی افسوس

جھپک سے پنجۂ مژگاں کے ان کی مصحف پر
قیاسا دل میں ہم اپنے یہی معلوم کرتے ہیں

کہ میرے قتل سے جو مردمِ چشم اس کے ہیں منکر
قسم کھانے کے تئیں قرآن پر یہ ہاتھ دھرتے ہیں
مرزا جان طپشؔ

قُرط
اردو، عربی الاصل، مذکر، اسم

[عربی مادہ، قَرط: چھوٹا چھوٹا کاٹنا]
عربی میں معنی کان کی بالی یا چھلا، کیلوں کی گیل یعنی کیلوں کا گچھا، آگ کا شعلہ
اردو میں: لقمہ، گھونٹ۔

سیر کی ان نے عجب جس نے کہ آتے ہی چڑھا
میکدے میں دو سہ قرط سے گلفام لیے
انشاءؔ

قُلتین
عربی الاصل، مؤنث، اسم و صفت

(عربی ـ قُلت کا تثنیہ)
۱ـ دو ایسے بڑے برتن جن میں دس دس من پانی آجائے۔ بیس من پانی کی مقدار۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اتنا پانی استعمال سے نجس نہیں ہوتا۔
۲ـ اردو میں مجازاً نجس، ناپاک
۳ـ عورت جو عام استعمال میں رہتی ہو، بازاری کسبی۔
۴ـ مستعمل چیز، وہ برتن جسے زیادہ آدمی استعمال کریں
قلتین کرنا: نجس کرنا۔

اگر چاہتا ہے مرے دل کو چین
نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین

میر حسن [سحرالبیان]

کدورت مرے دل کی دھوساقیا
ذرا شیشۂ مے کو دھودھا کے لا

قُور
اردو، ترکی، مؤنث، اسم، عربی

۱۔ ناخن کی کور
۲۔ سلاخ، ہتھیار
۳۔ بیل، فیتہ، گوٹ جو کناروں پر ٹانکتے ہیں۔

جواہر کے چھلے بھرے پور پور
زردی کی ٹکی جیسے مخمل پہ قور

میر حسن [سحرالبیان]

قوربیگی [ترکی] ہتھیار اور اسلحہ کا نگراں
قورچی [ترکی] ہتھیار دہند۔ سپاہی
قورچی خانہ [ترکی] مخزن جہاں اسلحہ رکھا جائے۔

قُول (بروزن بول بمعنی کہہ)
اردو، عربی الاصل، ترکی، مذکر، اسم

بازو، دستہ
۱۔ تیاری کرنے والا، مستعدی سے آگے بڑھنے والا، لینے والا
۲۔ فوج کا ایک دستہ، فوجی گروہ، جماعت، یا پارٹی
۳۔ ایک طرح کا قرق امین یا قرق امین کا ماتحت سپاہی۔

گھروں کی ضبطی کا رسم اس قدر ہوا ہے عام
ادھر کسی کا دکھا سر اُدھر سے دوڑے قول
سوداؔ [ویرانی شاہجہاں آباد]

قُتّہ
اردو، صفت

اُستاد، چالاک
ہیں گین باز ایک کھلاڑی بڑے ہی قتہ
آساں نہیں ہے مارنا کچھ ان کی گوٹ کا
انشاؔء

قیف
اردو، عربی الاصل، اسم، مذکر

عام بول چال میں اسے پھول بھی کہتے ہیں۔ ایک نلکی جس کا ایک سرا بہت پتلا اور دوسرا بہت خوب چوڑا ہوتا ہے۔ تیل وغیرہ کو ایک بوتل سے دوسری بوتل میں منتقل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
Platts نے اس کے ماخذ کی تلاش میں دلچسپ قیاس آرائی کی ہے۔ اسے فارسی الاصل بتایا ہے۔ لکھتا ہے:
اصل میں ماخوذ ہے کیپ یا کیب ۔ جو نکلے ہیں کبیدن لفظ سے جس کے معنی ہیں موڑنا بل دینا پیچ دینا اور شاید ژند کے لفظ کا بمعنی جانا سے بھی تعلق ہو اور سنسکرت لفظ گا پ یتی''۔ یہ سب تحقیقِ انیق فرمانے

کے بعد قیف کو مؤنث بتاتا ہے حالاں کہ مذکر ہے۔
اصل یہ ہے کہ یہ تمام قیاس آرائی بر ہوا ہے۔ اس کا کوئی
تعلق فارسی مصدر کبیدن سے نہیں۔ ژند سے ناطہ جوڑنا
اور سنسکرت کی طرف منسوب کرنا اور بھی غلط ہے۔
یہ عربی لفظ قیف سے ماخوذ ہے۔ عربی میں اس کے معنی
کھوج، تلاش، جستجو کے ہیں۔ چوں کہ اس آلے کے ذریعہ
رقیق وسیال شے کو ایک مقررہ راستے سے گزارا جاتا ہے اس
لیے اس کو قیف کہنے لگے اور اپنی شکل کے اعتبار سے عام
بول چال کا اردو لفظ پھول بھی بہت مناسب ہے۔

جریدہ

مرتبہ سید خالد جامعی / عمر حمید ہاشمی

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کا علمی و تحقیقی ترجمان

جریدہ کے شمارے ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ لسانیات، قدیم زبانوں، فلسفہ لغت، وادیٔ سندھ کے رسم الخط، قدیم رسم الخط، متروکات سے متعلق انتہائی اہمیت کے حامل مضامین پر مشتمل ہیں۔

جریدہ ۲۳ — فلسفہ لسان پر اہم تحقیقی مطالعات موئن جودڑو کی مہروں کو پڑھنے کا طریقہ ابوالجلال ندوی کے قلم سے۔ ابوالجلال ؒ ندوی کی خدمات، شخصیت اور تحقیقات پر پہلا مفصل تحقیقی مقالہ

جریدہ ۲۴ — ''قدیم لسانیات وادبیات نمبر'' کے اہم مباحث، وادیٔ سندھ کی مہریں اور رسم الخط۔ یہ رسم الخط چوتھی صدی ہجری میں زندہ تھا۔ یوروپی، امریکی اور افریقی زبانیں تیزی سے ختم ہورہی ہیں۔

جریدہ ۲۵ — متروکات کی لغت (جلد اول) متروک الفاظ، تاریخ، تحقیق، تحریکیں ثقل دان کیوں متروک ہوا؟

کتابوں پر تنقیدی تبصرے کی ہفتہ وار نشست

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے زیر اہتمام ہر ہفتے کے دن ٹھیک ڈیڑھ بجے شعبہ کے کتب خانہ میں علمی ادبی، تحقیقی کتابوں پر تبصرے کی نشست پابندی سے منعقد ہوتی ہے۔

ہر ہفتے ایک نادر کتاب کا اضافہ

شعبہ کے کتب خانے کے لیے ہر ہفتے ایک نادر کتاب حاصل کی جاتی ہے۔

شعبہ کا کتب خانہ روزانہ صبح ساڑھے آٹھ سے رات ساڑھے نو بجے تک مطالعے کے لیے کھلا رہتا ہے۔